شاہین

حصہ اول

نسیم حجازی

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006 www.Nayaab.Net

ترتیب



ہسپانیہ، تو خون مسلماں کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری باد سحر میں
اقبال

باغی

(۱)

پچاس سوار پہاڑ کے دامن سے اُتر کر گھنے جنگل سے گزرتے ہوئے ایک ندی کے ٹوٹے ہوئے پُل کے سامنے رُکے۔ ندی کے پار جنگل اور بھی گھنا تھا۔ اس وادی میں جنگل درختوں کے ساتھ ساتھ انگور کی بلیں، سیب، انار اور مختلف اقسام کے پھل دار درخت اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ جنگل کبھی ایک باغ تھا۔ پُل کے پار ٹوٹی پھوٹی سڑک کے دونوں کناروں پر تناور درختوں کی شاخیں آپس میں مل کر ایک چھت کا کام دیتی تھیں۔ سرسبز گھاس اور بیلیں جو کناروں سے آگے بڑھ کر سڑک کے پتھروں کو اپنی آغوش میں لے رہی تھیں، اس بات کا ثبوت تھیں کہ اُنہیں مَسلنے والے پاؤں شاذونادر ہی اس سڑک کا رُخ کرتے ہیں۔

ندی کا پانی زیادہ گہرا نہ تھا اور سڑک کو چھوڑ کر یہ سوار چند قدم نیچے یا اُوپر جا کر اُسے آسانی سے عبور کر سکتے تھے لیکن کسی خیال کے تحت آگے جانے والے دو سواروں نے پُل کے قریب پہنچتے ہی پیچھے مڑ کر دیکھا اور پیچھے آنے والی جماعت کو رُکنے کا ارشاد کیا۔ یہ تمام سوار جنگ کے بہترین سازو سامان سے آراستہ تھے۔ سب سے آگے سواروں میں ایک کی قبا اور عمامہ سفید تھا اور آنکھوں کے سوا اس کا تمام چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ اس کا ساتھی اس رسالے کے باقی سواروں کی طرح زرہ اور خود پہنے ہوئے تھا۔ تاہم اس کا خوب صورت مشکی گھوڑا، جواہرات سے مزین تلوار کا دستہ اور اس کی زرہ اور خود کی چمک اس میں ایک امتیازی شان پیدا کرتے تھے۔

یہ دونوں سوار جو بظاہر اس دستے کے راہنما معلوم ہوتے تھے کچھ دیر پُل کے

قریب گھوڑے روک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

بالآخر سفید پوش نے کہا‘‘۔ مجھے بار بار خیال آتا ہے کہ اگر اُس نے انکار کر دیا تو ‘‘؟ مشکی گھوڑے کے سوار نے جواب دیا۔’’تو پھر ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم اُسے باغی سمجھیں اور اس سے باغیوں کا سا سلوک کریں‘‘۔

’’نہیں اُس نے اپنی آزادی ہمارے دشمنوں سے چھینی ہے۔اگر وہ صرف اس سرحد کی حفاظت کا ذمہ لے تو بھی ہم اُس کی آزادی کا احترام کریں گے‘‘۔

’’اور اگر اس نے ہماری یہ پیش کش بھی ٹھکرا دی تو ؟‘‘

’’تو بھی میں اُس سے تعرض نہیں کروں گا۔ہاں مجھے یہ افسوس ضرور ہو گا کہ میں غرناطہ کی فوج میں ایک نا قابل تسخیر عنصر کا اضافہ نہ کر سکا‘‘۔

مشکی گھوڑے کا سوار کچھ کہنا چاہتا تھا کہ پُل کے پار سڑک پر ایک ہرن نمودار ہوا۔اُس نے ترکش سے تیر نکالا۔لیکن ابھی کمان اُٹھائی تھی کہ درختوں میں سے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور پُل کے پاس ایک درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے لکڑی کے تختے میں پیوست ہو گیا۔

ہرن چھلانگ لگا کر جنگل میں غائب ہو گیا۔تمام سوار اس غیر متوقع تیر سے بد حواس ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔مشکی گھوڑے کے سوار نے لکڑی کے تختے کی طرف دیکھا تو اُسے تیر کے علاوہ اُس پر چند دُھندلے سے حروف دکھائی دے۔ اُس نے اپنے سفید پوش ساتھی سے کہا۔’’شاید اس پر کچھ لکھا ہوا ہے۔‘‘

دونوں گھوڑوں سے اُتر کر درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے تختے کے قریب پہنچے ۔اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

’’اس ندی کے پار سرحدی عقاب کی مملکت ہے۔

یہ چراگاہیں مجاہدوں کے گھوڑوں کے لئے وقف ہیں۔

اس جنگل کے پھلوں اور شکار کے جانوروں پر صرف اُن لوگوں کا حق ہے جو اُندلس کی سرزمین کو کو پنجہ غیر سے چھڑانے کا عہد کر چکے ہیں۔

غرناطہ سے صرف وہ لوگ اس زمین میں داخل ہو سکتے ہیں جو مجاہدین کی جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہوں۔

وہ لوگ جو دشمنان اسلام کی غلامی پر قانع ہیں یا وہ لوگ جنھوں نے عیسائیوں کا باجگوار رہنا قبول کرلیا ہے اس زمین پر پاؤں رکھنے کی جرأت نہ کریں۔

ہمارے پاس تلوار کا جواب تلوار ہے''۔

یہ عبارت پڑھنے کے بعد سفید پوش سوار نے اپنے زرہ پوش ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''وہ قسطہ کی طرح غرناطہ کے لوگوں کو بھی شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے میں حق بجانب ہے لیکن میں ہر قیمت پر اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

زرہ پوش نے جواب دیا۔ ''وہ یہاں سے کوئی آٹھ میل دُور ایک پُرانے قلعے میں رہتا ہے۔لیکن اُسے اپنی نیک نیتی کا یقین دلائے بغیر ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے ۔یہ گھنا جنگل تیراندازوں سے پٹا پڑا ہے۔ میں سفید جھنڈا دکھاتا ہوں۔شاید اس کا کوئی آدمی نکل آئے اور ہمیں نامہ و پیام کا موقع مل جائے۔''

سفید پوش نے اثبات میں سر ہلایا۔زرہ پوش نے اپنے دستے کے ایک سوار کو آواز دی اور سفید جھنڈا لہراتا ہوا پل کے قریب آ کھڑا ہوا۔

زرہ پوش نے بلند آواز میں کہا۔ ''کوئی ہے، ہم سرحدی عقاب کے نام دوستی کا پیغام لے کر آئے ہیں۔''

ایک لمحہ سکوت کے بعد دوسرے کنارے ایک گھنے درخت کی ٹہنیوں میں جنبش

پیدا ہوئی اور ایک نوجوان نیچے اُتر کر ندی کے کنارے کی طرف بڑھا اور بولا ۔ ''ہمارے پاس دوستی کا جواب دوستی ہے لیکن سرحدی عقاب کو شاید یہ اعتراض ہو کہ دوستی کے پیغام کے لئے آپ کو اتنے مسلح سواروں کی ضرورت کیوں پیش آئی؟''

زرہ پوش نے جواب دیا۔ ''مجھے یقین ہے کہ بدر بن مغیرہ کے جانباز غرناطہ کے پچاس مسلح سپاہیوں سے مرعوب نہیں ہو سکتے ۔تا ہم اس سے پوچھا جائے اگر اُسے اعتراض ہو تو ہم ان سپاہیوں کو واپس بھیج دیتے ہیں، ورنہ ہم اپنے ہتھیار آپ کے سپرد کر دیتے ہیں اور تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہماری ساتھی ندی کے اس پار کھڑے رہیں اور تم ہم دونوں کو اپنے امیر کے پاس لے چلو''۔

نوجوان نے جواب دیا۔ ''اگر آپ سرحدی عقاب کا نام جانتے ہیں تو آپ شاید ان کی عادات سے بھی واقف ہوں۔ اُنہیں آپ سے ملاقات کی بجائے اس بات سے زیادہ دلچسپی ہو گی کہ آپ کے یہ سپاہی جس فوج کا ہراول ہیں اس کی صحیح تعداد کیا ہے۔

زرہ پوش نے اپنا خود اُتار کر ایک سپاہی کو دیتے ہوئے کہا۔ ''اگر تمہارے دل میں غرناطہ کی فوج کے ایک سپہ سالار کے لئے کوئی عزت نہیں تو کم از کم غرناطہ کے شاہی گھرانے کا احترام ضرور ہو گا۔''

(۲)

نوجوان پریشانی کی حالت میں پیچھے مُڑ کر درختوں کی طرف دیکھنے لگا۔ایک لمحہ کے سکوت کے بعد درختوں کے عقب میں گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور آن کی آن میں ایک سوار جس کے جسم پر چمکتی ہوئی زرہ اور سر پر خود کی بجائے سفید عمامہ تھا ۔ندی کے کنارے آ کر رو کا۔وہ اٹھارہ بیس برس کا خوش وضع نوجوان تھا اور اس کے

چہرے سے غیر معمولی شجاعت مترشح تھی۔ اُس نے ایک لمحہ کے لئے ندی کے دوسرے کنارے کھڑے ہونے والے سپاہیوں کا جائزہ لیا اور کہا۔ ''بدر بن مغیرہ سے ملاقات کے لئے آپ کو غرناطہ کے شاہی گھرانے کے کسی فرد کی سفارش کی ضرورت نہیں، وہ ایک مخلص سپاہی سے مل کر زیادہ خوش ہوگا۔''

زرہ پوش نے جواب دیا۔ ''ایک سپاہی کے خلوص کی کسوٹی صرف میدان جنگ ہے اور اگر قدرت نے مجھے اور تمہارے امیر کو ایک محاذ پر جمع ہونے کا موقع دیا تو میرے سینے کے زخموں سے اُبلتا ہوا خون میرے خلوص کی شہادت دے سکے گا۔ جاؤ اپنے امیر سے کہو کہ اگر اُسے موسیٰ کے خلوص پر شبہ ہے تو آج ہی قسطلہ کے کسی شہر پر چڑھائی کر کے دیکھ لے۔ میں اور میرے یہ پچاس سپاہی تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش میں اس کا ساتھ دیں گے؟''

دوسرے کنارے سے نوجوان نے ذرا غور سے اپنے مخاطب کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر چند قدم نیچے جا کر گھوڑے کو ندی میں ڈال دیا۔ وہ زرہ پوش کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اُترا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر کہنے لگا۔ ''اگر موسیٰ ہیں تو میں کوئی دوسرا سوال کئے بغیر آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں''۔

موسیٰ نے نوجوان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ ''تو آپ ہی بدر بن مغیرہ ہیں۔ میں حیران ہوں کہ۔۔۔۔۔۔۔؟''

بدر بن مغیرہ نے اُس کا فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ''تو آپ حیران ہیں کہ ہم ایک دوسرے کو پہلی ہی نگاہ میں کیوں نہ پہچان سکے۔''

موسیٰ نے کہا۔ ''میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ آپ بڑی عمر کے ہوں گے لیکن میں خوش ہوں عقاب کہلانے کے لئے یہی عمر موزوں ہوتی ہے۔ اب اگر

آپ اندلس کے شاہی گھرانے سے اپنی گزشتہ رنجشیں بھول جائیں تو میں آپ سے ایک ایسی شخصیت کا تعارف کرانا چاہتا ہوں جسے میں اندلس کے ترکش کا آخری تیر سمجھتا ہوں۔''

''اگر اندلس کے ترکش کے آخری تیر سے آپ کی مراد ابو عبداللہ الزغل ہے تو میں اُن سے ملنا اپنی خوش بختی سمجھوں گا۔ غرناطہ سے جو مجاہدین میری جماعت میں شامل ہوئے ہیں، اُنہوں نے میرے سامنے غرناطہ کی صرف چند شخصیتوں کی تعریف کی ہے اور ان میں سے فوج کے وہ سالار جنہیں دیکھنے کی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی موسیٰ اور الزبغیری ہیں اور شاہی گھرانے کا ایک فرد الزغل ہے۔''

موسیٰ نے جواب دیا۔''الزبغری کو ہم اپنے ساتھ نہ لا سکے لیکن آپ کی نگاہیں اگر ایک ہلکے سے نقاب کے پار جا سکتی ہوں تو الزغل آپ کے سامنے موجود ہے۔''

بدر بن مغیرہ نے موسیٰ کے سفید پوش ساتھی کے طرف دیکھا تو اُس نے مصافحہ کے لئے اپنا دایاں ہاتھ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے بائیں ہاتھ سے اپنا نقاب اُتار دیا۔ الزغل کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے گہری دلچسپی سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''اندلس کے ترکش کے آخری تیر آپ جیسے نوجوان ہیں۔''

بدر بن مغیرہ نے کہا۔'' آپ کی حوصلہ افزائی کو شکریہ لیکن بدقسمتی سے اندلس میں تیروں کو پرکھنے والے ہاتھ رُباب کے تاروں سے کھیل رہے ہیں''۔

الزغل نے جواب دیا۔''میں ان ہاتھوں سے رباب چھین لوں گا اور اگر رباب نہ چھین سکا تو ان ہاتھوں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اندلس کے ناکارہ ہاتھ اگر رباب کے

تاروں سے کھیل رہے ہیں تو وہ اس لئے کہ اُن کے پاس تیر نہیں۔ میں اُن کے لئے تیر جمع کر رہا ہوں۔ میں تمہیں غرناطہ کی فوج میں شامل ہونے دعوت دینے آیا ہوں''
۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ''یہ دعوت مجھے پہلے بھی دی جا چکی ہے لیکن میں اور میرے ساتھی غرناطہ میں ایوان شاہی کی نمائش کا سامان بننے کی بجائے اس جنگل میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہاں ہمارے پاس سنگ مرمر کے محلات اور اطلس کی قبائیں نہ سہی لیکن ہمیں یہ اطمینان ضرور ہے کہ ہم اہل غرناطہ کی طرح نصرانی بادشاہ کے باجگزار نہیں۔ یہ مجاہد جو اپنی زندگی کی تمام دلچسپیاں چھوڑ کر اس جنگل میں آبسے ہیں غرناطہ میں جا کر دوسری غلامی قبول کرنے پر رضامند ہوں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ غرناطہ کی آب و ہوا میں ان مجاہدوں کی خاراشگاف تلواریں جنہوں نے بار ہا نصرانیوں کے دانت کھٹے کئے ہیں اپنی آہنی صفت کھو بیٹھیں گی۔ غرناطہ کی بھٹی میں ان کا لوہا پگھل کر رباب کے تاروں میں تبدیل ہو جائے گا۔ عقاب صرف اس وقت تک عقاب ہے جب تک وہ چٹانوں میں بسیرا کرتا اور کھلی فضاؤں میں اُڑتا ہے۔ معاف کیجیے ہم شاہی دربار کے آداب سے واقف نہیں۔ ہم صرف سپاہی ہیں اور ہماری جدوجہد کا ایک مقصد ہے۔ جس دن غرناطہ کا سلطان یہ اعلان کرے گا کہ میں اسلام کا پرچم دوبارہ قرطبہ اور اشبیلیہ پر نصب کرنے کا عہد کرتا ہوں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت آپ کو ہمیں دعوت بھیجنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی، ہم بن بلائے آپ کے پاس چلے آئیں گے اور اندلس کی وہ خاک جہاں غرناطہ کے باشندے اپنا پسینہ بہانے کے لئے تیار ہوں گے۔ ہمارے خون سے لالہ زار ہوگی۔ خدا کی قسم اگر میرے متعلق کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں انسانوں کے ایک گروہ کا امیر بننے

کے لئے یہ ڈھونگ رچایا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ میں ایک سپاہی ہوں اور غرناطہ کے اس سپہ سالار کا منتظر ہوں جو طارق کی نگاہ اور عبدالرحمٰن کا دل رکھتا ہو۔ یہ وادی اس کئے لئے ایک مستقر کا کام دے گی اور جب تک وہ نہیں آتا میں اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ اگر وہ سپہ سالار آپ میں سے کوئی ہے تو یہ مورچا اُس کے لئے حاضر ہے، ورنہ آپ جایئے اور مجھے انتظار کرنے دیجیے۔ مجھ سے پہلے میرے والد اور ان س پہلے ان کے والد اس سپہ سالار کی آمد شوق میں اس مورچے کی حفاظت کرتے رہے۔ میں بھی اپنا فرض پورا کرتا رہوں گا۔''

بدر بن مغیرہ یہ کہہ کر خاموش اور الزغل محبت، شفقت اور عقیدت کے جذبات سے مغلوب ہو کر دیر تک اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ ''مغیرہ کے بیٹے سے مجھے یہی توقع تھی۔ نواجون! مبارک ہیں وہ چراگاہیں جہاں تمہارے گھوڑے چرتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ درخت جن کی چھاؤں میں تم سوتے ہو۔ بیشک غرناطہ کے محل اس قابل نہیں کہ وہ ایک شاہین کا مسکن بن سکیں۔ لیکن میں تمہیں محلات میں رہنے کی دعوت دینے کے لئے نہیں آیا، میں تمہیں ایک خوشخبری دینے آیا ہوں۔ ہم قسطلہ کے ساتھ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ابوالحسن آج بھی اعلان جہاد کرنے کے لئے تیار ہے لیکن میں نے اس سے چار ماہ کی مہلت لی ہے اور ان چار ماہ میں ہمیں بہت کرنا ہے اور میں تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔''

بدر کی خوبصورت آنکھیں مسرت سے چمک اُٹھیں۔ اُس نے الزغل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ہونٹوں سے لگالیا اور بولا۔ ''اگر نصرانیوں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا اُٹھانے کے لئے قدرت نے یہ ہاتھ منتخب کیا ہے تو میں اس بوسہ دیتا

ہوں۔"

الزغل نے ہاتھ پھیلا کر بدر کو گلے لگالیا۔الزغل سے علیحدہ ہو کر بدر موسیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔"میں آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا خیر مقدم کرتا ہوں"۔

موسیٰ آگے بڑھ کر اس سے بغلگیر ہوا تو الزغل نے مسکراتے ہوئے کہا۔" موسیٰ! یہ عقاب تمہارے قبضے میں بڑی مشکل سے آیا ہے اسے چھوڑ نہ دینا۔"

موسیٰ نے بدر کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔"آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو اپنے قبضے میں رکھنے کی بجائے آپ کے ساتھ اُڑنے کی کوشش کروں گا۔"

"میں آپ کو جانتا ہوں۔"بدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔"غرناطہ کی آنکھ کے تارے کو کون نہیں جانتا"۔

موسیٰ نے کہا۔"میں ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"کہیے!"

"مجھے یہ خیال تھا کہ حالات نے آپ کو بے حد محتاط بنا دیا تھا لیکن آج جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ آپ کی روایات کے خلاف ہے۔اس وقت آپ اکیلے ہمارے پاس چلے آئے آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ ہماری نیت بُری نہیں۔"

بدر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔"پچاس آدمیوں کی نیت اگر بُری بھی ہو تو بھی اس جگہ اپنے لئے انہیں کوئی بڑا خطرہ نہیں سمجھتا۔"

"اور آپ کو کیسے یقین آیا کہ ہمارے پیچھے کوئی فوج نہیں۔"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔"جب آپ یہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر تھے تو مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کے پیچھے کوئی اور فوج نہیں اور جب آپ پہاڑ سے نیچے اُتر رہے تھے تو میں ایک درخت

پر بیٹھا آپ کی باتیں سن رہا تھا اور اس کے باوجود میں کافی محتاط ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت آپ کے پچاس آدمی میرے ساتھیوں کے نرغے میں ہیں"۔

موسیٰ نے حیران ہو کر چاروں طرف درختوں پر نگاہ دوڑائی۔ بدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔"جسے ہدف دیکھ سکے ہم اُسے تیر نہیں کہتے۔ میں آپ کی تشویش دور کئے دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے ترکش سے ایک تیر نکال کر کمان پر چڑھایا اور پل کے قریب درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے تختے کا نشانہ کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔"ہمارے معزز مہمان یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس وقت یہاں کتنے عقاب موجود ہیں۔ تختہ تمہارا ہدف ہے۔ ہوشیار"۔ جونہی بدر بن مغیرہ کی کمان سے ایک تیر نکل کر تختے میں پیوست ہوا مختلف اطراف سے تیروں کی بوچھاڑ آئی اور تمام تختہ تیروں سے بھر گیا۔ درختوں کے کٹے ہوئے پتے ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

موسیٰ نے حیران ہو کر کہا"تو ہمارے پیچھے بھی درختوں پر تمہارے آدمی ہیں؟
"ہاں اور آپ کے آگے بھی تختے کے دوسری طرف آپ اس سے زیادہ تیر پائیں گے۔"

الزغل نے کہا"موسیٰ! اس نوجوان سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا ہے۔ میں چند دن کے لئے فوف کے چند سالار یہاں بھیج دوں گا۔ میں اس کے سامنے بہت سی تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں اور ہمارا ارادہ ہے کہ ہم آج ہی واپس چلے جائیں"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا"مجھے معاف کیجئے میں نے آپ کو اتنی دیر یہاں ٹھہرائے رکھا آپ میرے ساتھ آیئے ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

الزغل اِنے جواب دیا۔"لیکن آپ کی قیام گاہ یہاں سے کافی دور ہے۔ اور وہاں جا کر شاید میں آج ہی واپس نہ جاسکوں"۔

''میں آپ کو زیادہ دُور نہیں لے جاؤں گا۔ آیئے اس جنگل کے پھل اور شکار آپ کے لئے اور اس کے گھاس آپ کے گھوڑوں کے لئے حاضر ہے۔''

''ہم آپ کی دعوت قبول کرتے ہیں۔'' یہ کہہ کر الزغل گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ بدر کی رہنمائی میں سواروں کے دستے نے ندی عبور کی۔ دوسرے کنارے پہنچ کر بدر نے بلند آواز میں اپنے ساتھیوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور آن کی آن میں قریباً دوسو تیرانداز ندی کے آس پاس دونوں کناروں کے درختوں سے نیچے کود کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔

ایک سرپٹ سوار جنگل میں چھپتی ہوئی سڑک پر نمودار ہوا۔ بدر کے تیراندازوں اور الزغل کے سپاہیوں کے قریب پہنچ کر اس نے گھوڑا روکا اور مذبذبی سا ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

۱موسیٰ کا پورا نام موسیٰ بن ابی غسان ہے۔

اُس کے عمر بائیس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ اس کی شکل وشباہت اور رنگ خاص عربی نسل یا بربری مسلمانوں کی بجائے مخلوط نسل کے ہسپانوی باشندوں سے ملتا تھا۔ اُس کے چہرے سے سپاہیانہ جبروت سے زیادہ عزم اور ذہانت مترشح تھی۔ بدر کی طرح اُس کے سر پر بھی سفید عمامہ تھا لیکن زرہ کے اُوپر وہ سُرخ رنگ کی قبا پہنے ہوئے تھا۔ اُس کے گھوڑے کی زین کے ساتھ چمڑے کے دو تھیلے بندھے ہوئے تھے۔

بدر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر! تم آ گئے، یہ تاجدار اندلس کے بھائی الزغل ہیں اور یہ موسیٰ ہیں۔ یہ ہمارے لئے ایک خوشخبری لائے ہیں۔ عنقریب قسطلہ کے خلاف اعلان جنگ ہونے والا ہے''۔

بشیر نے گھوڑے سے کود کر ان دونوں سے مصافحہ کیا تو بدر نے کہا۔'' یہ بشیر بن

حسن ہیں۔آپ نے ان کا نام سُنا ہو گا۔اندلس میں ان سے بہتر جراح شاید اور کوئی نہ ہو۔انہوں نے قرطبہ میں اپنا عالی شان محل چھوڑ کر میرے ساتھ اس جنگل میں رہنا پسند کیا۔"

بدؔر نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ یکے بعد دیگرے جنگل میں غائب ہو گئے۔

(۳)

تھوڑی دیر بعد بدؔر اور بشیر جنگل میں اپنے مہمانوں کی راہنمائی کرتے ہوئے ایک چشمے کے کنارے پہنچے جہاں درختوں کے سائے سر سبز گھاس پر ایک وسیع دستر خوان بچھا ہوا۔ بدؔر کے پچاس ساٹھ آدمی یہاں بھی موجود تھے۔ اُنہوں نے مہمانوں کے گھوڑے ایک طرف باندھ کر اُن کے آگے گھاس ڈال دی۔

الزغل اور اس کے سپاہی جب دستر خوان پر بیٹھے تو تقریباً ہر ایک یہ سوچ رہا تھا کہ میزبان نے اپنے غیر متوقع مہمانوں کے لیے کیا انتظام کیا ہو گا۔بدؔر نے تالی بجائی تو درختوں کے ایک جھنڈ سے چند آدمی طشت اُٹھائے نمودار ہوئے اور تھوڑی دیر میں دستر خوان پر پرندوں اور جنگلی جانوروں کے بھنے ہوئے گوشت اور مختلف اقسام کے پھلوں کے ڈھیر لگ گئے۔

مہمانوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بالآخر الزغل نے کہا،" آپ نے بہت تکلف سے کام لیا۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے آن کہ آن میں یہ سارا انتظام کیسے کیا؟"

بدؔر نے جواب دیا۔"میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ جب آپ یہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر تھے تو مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم

ہو چکا تھا کہ آپ راستے میں ناشتہ کرنے کے لیے کہیں نہیں رُکے۔اور جب میرے خبر رسانوں نے یہ بھی بتا دیا کہ آپ اپنے ساتھ سامانِ رسد بھی نہیں لائے تو میں کھانے کا انتظام کرنے کے سوا اور کیا سوچ سکتا تھا۔''

کھانا کھانے کے بعد لوگوں نے الزغل کی امامت میں ظہر کی نماز پڑھی۔اس کے بعد بدؔر، الزغل، موسیٰ اور بشر باقی لوگوں سے علیحدہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔موسیٰ نے اندلس کا نقشہ کھول کر سامنے رکھ دیا اور دیر تک آنے والی جنگ کے متعلق مختلف تجاویز پر بحث ہوتی رہی۔الزغل نے بدؔر کی مختلف تجاویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا حملے سے چند دن قبل آپ کو غرناطہ بُلا لیا جائے گا۔سر دست میں چاہتا ہوں کہ سرحد کے چند اور علاقے آپ کے تحویل میں دے دئے جائیں۔ آپ اس جنگل کو مستقر بنا کر ان علاقوں کی حفاظت کر سکیں گے۔اس سرحد کی حفاظت سے مطمئن ہو کر ہم اپنی بیشتر قوت دوسرے محاذ پر منتقل کر سکیں گے۔میں ابوالحسن سے آپ کو اس سرحد کو گورنر مقرر کرنے کی اجازت لے آیا تھا لیکن مجھے خدشہ ہے کہ ہمارے اس اقدام سے فرڈیننڈ فوراً چوکنا ہو جائے گا اور ہمیں تیاری ک اموقع دینے سے پہلے ہم پر حملہ کر دے گا۔اس لئے میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ نام کے لئے سرحد کو گورنر کوئی اور رہو مگر کام کے لئے آپ ہوں۔چار ماہ تک عیسائیوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ ہمارے مفاد کے خلاف ہوگی۔اس دوران میں ہم اُن کے حالات سے باخبر رہنا چاہتے ہیں آپ قرطبہ، شبیلیہ اور دوسرے شہروں کے حریت پسندوں کو اپنے پاس بلائیں۔میں اُن کے لئے غرناطہ اور باقی اندلس کے مسلمان متحدہ ہو جائیں تو ہم اس ملک کو ہمیشہ کے لئے عیسائیوں کی غلامی سے آزاد کرا سکتے ہیں۔''

بدر نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔'' کاش یہ بات کوئی آج سے پچاس، سو یا

دوسو برس پہلے سوچتا۔ دوسو برس پہلے غرناط میں صرف قرطبہ، طلیطلہ اور شبلیہ سے تین لاکھ مہاجرین جہاد کے ارادے سے غرناطہ میں پناہ گزین ہوئے تھے لیکن وہاں حسد وعناد کی آگ میں ان کی تلواریں پگھل کر رہ گئیں۔ صرف اس وادی میں پچاس برس پہلے ساٹھ ہزار مجاہد تھے۔ آج میرے پاس صرف پانچ ہزار سپاہی ہیں۔ لیکن اگر غرناطہ لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہے تو اُن کی تعداد تین گنا ہو سکتی ہے۔ ابھی تک بہت سے فالتو گھوڑے اس جنگل میں چرتے ہیں۔ اگر مجھے ہتھیاروں کی ضرورت پڑی تو آپ کو اطلاع دوں گا۔"

سرحد کے علاقے بدر بن مغیرہ کی نگرانی میں دینے کے متعلق بہت سی تفصیلات طے کرنے کے بعد الزغل نے اپنے ساتھیوں کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

سرحدی عقاب

(۱)

مسلمانوں کی اندلس پر قابض ہوئے قریباً آٹھ صدیاں گزر چکی تھیں ۔ان آٹھ صدیوں کی تاریخ ایک عظیم قوم کے عروج اور زوال کی داستان ہے جس کا پہلا کا باب عرب فاتحین اور اموی خانان کے جلیل القدر حکمرانوں نے اپنے خون کی روشنائی سے لکھا تھا۔اب یہ عظیم قوم جس کی سطوت بحیرہ روم کی سرکش کی لہروں پر سکوت طاری کر دیا کرتی تھی ۔ بے کسی کے آنسوؤں سے اپنی تاریخ کا آخری باب لکھ رہی تھیں ۔تہذیب وتمدن کا وہ درخت جسے طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر جیسے جانبازوں اور عبدالرحمٰن کے جانشینوں نے پروان چڑھایا۔تھا بادِ خزاں کے تندو سرکش جھونکوں کا سامنا کر رہا تھا۔

مسلمان ایک آندھی کی طرح اس ملک میں داخل ہوئے ۔جب مزاحمت کی تمام دیواریں ٹوٹ گئیں ۔اور اسپین کے باشندوں نے شاہسوارانِ عرب کے آگے ہتھیار ڈال دئے تو یہ آندھی رحمت کی گھٹا سے بدل گئی اور اُندلس کی بنجر زمین باغ عدن میں تبدیل ہوگئی ۔وہ ملک جہاں انسانیت جہالت کے چنگل میں دم توڑ رہی تھی، یورپ کا مشعل بردار بن گیا ۔جب یورپ پر وحشت اور بربریت کی تاریک گھٹائیں مسلّط تھیں، اندلس کے ہر گھر میں علم وہنر کی قندیلیں روشن تھیں ۔جب یورپ کے اکثر باشندے جانوروں کی کھالوں سے اپنے جسم ڈھانپتے اور جنگلوں اور غاروں میں رہتے تھے ۔اندلس کے باشندے پارچہ بانی اور فنِ تعمیر کو اوجِ کمال تک پہنچا چکے تھے جب یورپ میں کتابوں اور کتابیں پڑھنے والوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی ۔اندلس میں کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا ممکن نہ تھا جس کے گھر میں کتب

خانہ نہ ہو۔

اموی امارت کا زمانہ اندلس کی تاریخ کا سنہری زمانہ تھا۔آج بھی ایک سیاح جب اس کے جاہ وجلال اور شان وشوکت کا تصور کرتا ہے جو قرطبہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ کے کھنڈروں میں دفن ہے تو وہ حیران ہو کر یہ پوچھتا ہے کہ کیا یہی وہ ملک ہے جس کی خوشحالی دیکھ کر شارلمین کے سفیر دنگ رہ جاتے تھے؟ کیا موجودہ اسپین عربوں کا وہی اندلس ہے جس کی زمین سونا اُگلتی تھی، جہاں غربت وافلاس کا نام ونشان تک نہ تھا جس کی تجارت روس، ایران اور چین تک پھیلی ہوئی تھی۔جس کی یونیورسٹیاں دُنیا بھر میں مشہور تھیں جس کے علماء کے سامنے ارسطو اور افلاطون کے جانشین گھٹنے ٹیکتے تھے۔

اندلس کے مورخین کی روحیں جو شاید ہر شام ان ویرانوں کا طواف کرتی ہیں نہایت مغموم انداز میں ہمیں ان سوالات کو جواب دیتی ہیں۔''ہاں یہ اسپین عربوں کا وہی اندلس ہے، جس کی سطوت کی داستان قصہ پارینہ بن چکی ہے۔یہ جبل الطارق وہی ہے جہاں طارق بن زیاد کے جہاز لنگر انداز ہوئے تھے، یہ قرطبہ وہی شہر ہے جہاں عبدالرحمٰن ثالث کے دربار کی شان وشوکت دیکھ کر دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں کے سفیر دم بخود رہ جاتے تھے۔یہ اندلس وہی ہے لیکن وہ عظیم قوم جس نے اپنے خون اور پسینے سے اس کی خاک کو زندگی اور رعنائی عطا کی تھی مٹ چکی ہے۔ان کھنڈروں کے نیچے ان جلیل القدر معماروں کی لاشیں دفن ہیں جہنوں نے اس ملک کو باقی یورپ کے لئے روشنی کا مینار بنا دیا تھا۔''

تاریخ عالم مختلف اقوام کے کمال وزوال کی داستانیں بیان کرتی ہے لیکن اندلس کے عرب فاتحین کے کمال وزوال کی داستان سب سے زیادہ دل چسپ اور

سب سے زیادہ سبق آموز ہے۔ اگر وہ سورج، وہ چاند اور وہ تارے جنہوں نے تخلیق آدم سے لے کر آج تک اپنی نہ جھپکنے والی آنکھوں سے ترقی یا تنزل کے راستوں پر چلنے والے ہزاروں قافلے دیکھے ہیں، اپنے پہلو میں دل رکھتے ہوں تو وہاں یقیناً اندلس کے عرب حکمرانوں کے عروج وزوال کی داستان نقش ہوگی۔

(۲)

اندلس میں مسلمانوں کی فتوحات کے ابتدائی دور کے بعد شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہوگئی تھیں۔ طاقتور حکمرانوں کے زمانے میں یہ سلطنتیں اندلس کی اسلامی سلطنت کی باجگزار بن جاتیں اور کمزور حکمرانوں یا مسلمانوں کے باہمی انتشار کے زمانے میں یہ اپنی خودمختاری کا اعلان کر کے سرحدی علاقوں پر لوٹ مار شروع کر دیتیں اندلس میں اموی خاندان کا عہد حکومت مسلمانوں کی شان وشوکت کا زمانہ تھا اور اموی سلاطین شمال کے چھوٹے چھوٹے عیسائی اُمراء کی ریشہ دوانیوں کے باوجود ان سے فیاضانہ برتاؤ کرتے رہے۔

پانچویں صدی ہجری میں اموی خاندان کے زوال کے بعد اندلس کے مسلمان لامرکزیت اور انتشار کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے۔ اندلس کی عظیم سلطنت قریباً بیس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔ اس انتشار سے الفانسو ششم نے فائدہ اُٹھایا اور شمال کی عیسائی حکومتوں (بچوریا، لیون اور قسطلہ کو ملا کر ایک سلطنت بنالی۔

اندلس کے مطلق العنان مسلمان اُمراء جب اپنے کسی ہمسایہ سے مغلوب ہوتے تو الفانسو کو مدد کے لئے پکارتے۔ وہ ایک حکمران کو دوسرے کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اپنی مدد کی قیمت وصول کرتا۔ یہاں تک کہ اسپین کے قریباً تمام

حکمران اس کے باجگوار ہو گئے اور اس کی فوج نے ملک کے طول و عرض میں چوکیاں قائم کر کے لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔

اس مصیبت کے وقت مراکش اور الجیریا کا حکمران یوسف بن تاشفین مسلمانوں کی مدد کے لئے پہنچا۔ اس نے انہیں عیسائیوں کی چیرہ دستیوں سے نجات دلائی۔ لیکن کوتاہ اندیش مسلمانوں کو کوشش کے باوجود ایک مرکز پر جمع نہ کر سکا۔ جب مسلمانوں میں مصالحت کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اُس نے اندلس پر قبضہ کر کے اُسے اپنی افریقی سلطنت کا ایک صوبہ بنا دیا۔

افریقہ کے مرابطین کی یہ سلطنت جس کی بنیاد یوسف بن تاشفین نے رکھی تھی دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ اندلس کے اُمراء اس میں کمزوری کے آثار دیکھتے ہی اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور اندلس میں جتنے بڑے بڑے شہر تھے اتنی ہی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ اس نازک مرحلہ پر عبدالمومن نے مسلمانوں کے اقتدار کے گرتے ہوئے محل کو سہارا دیا اور اندلس کے چھوٹے چھوٹے خودسر حکمرانوں کو مغلوب کر کے موحدین کی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

موحدین نے شمال کے عیسائی حملہ آوروں کو پے در پے شکستیں دیں۔ لیکن بدقسمتی سے وہ افریقہ میں بیٹھ کر حکومت کرتے تھے۔ اس لئے اندلس پر اُن کا قبضہ آہستہ آہستہ کمزور ہوتا گیا اور اندلس کے اُمراء کے سازشیں بڑھتی گئیں۔

۱۲۱۲ء میں عیسائیوں نے موحدین کی رہی سہی افواج کو لاس نواس میں شکست دی او اس کے بعد مسلمانوں کے کئی شہر ایک ایک کر کے اُن کے قبضے میں چلے گئے۔

۱۲۳۸ء سے ۱۲۶۵ء تک مسلمان آپس میں جھگڑتے رہے اور اس دوران میں قسطلہ کے عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ ثالث اور ارغوان کے حکمران نے متحد ہو کر

قرطبہ، ہلبنسیہ، اشبلیہ اور مرسیہ کو فتح کرلیا۔ مسلمانوں کے لئے قرطبہ اور اشبلیہ کا عیسائیوں کے قبضے میں چلا جانا، بغداد اور بکارا کے تاتاریوں کے قبضہ میں چلے جانے سے کم نہ تھا۔

اندلس میں اب ان کا آخری حصار غرناطہ کی سلطنت تھی ۔ یہ سلطنت کوہ سیرانویدا اور ساحل کے قریب المریہ سے لے کر جبل الطارق تک پھیلی ہوئی تھی ۔ غرناطہ میں قریباً اڑھائی سو برس اور مسلمانوں کی حکومت رہی۔ مفتوحہ علاقوں کے بہت سے لوگ اُسے اپنے دفاع کا آخری مورچہ سمجھ کر غرناطہ میں آ گئے اور انہوں نے اپنی خدمات غرناطہ کے حکمرانوں کو پیش کیں لیکن مسلمان اُمراء کی وہ تلوار جو بڑی سے بڑی طاقت کو خاطر میں نہ لایا کرتی تھی اب نیام میں آ چکی تھی ۔

قریباً ڈیڑھ صدی تک غرناطہ کی سلطنت خودغرض اُمراء کی باہمی کشمکش اور اس کے سرحدی علاقے عیسائیوں کی لوٹ مار اور قتل و غارت کا نشانہ بنے رہے ۔ بعض موقعوں پر غرناطہ کے حکمرانوں نے عیسائیوں کو شکستیں بھی دیں لیکن غرناطہ کسی ایسی اولوالعزم شخصیت کی راہنمائی سے محروم رہا جو عیسائیوں کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کا پورا پورا سدِ باب کرتی۔

اگر کسی امیر کو عیسائیوں پر کوئی فتح حاصل ہوتی تو عوام کا جوش و خروش کچھ عرصہ کے لئے اس کا ساتھ دیتا لیکن بعد میں پھر یہ سلطنت حسد و رقابت کا اکھاڑا بن جاتی ۔

تاہم اس زمانے میں علوم و فنون کی ترقی کے لحاظ سے نہ صرف یورپ بلکہ دُنیا کا کوئی شہر غرناطہ کا ہم پلّہ نہ تھا۔ اس کے معمار ساری دنیا میں مشہور تھے ۔ اس کی یونیورسٹی میں دور دراز ممالک کے طلباء تعلیم پاتے ہیں، غرناطہ کے جرّاح اور طبیب

دنیا میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

جب کوئی قوم اپنے لئے آزادی، عزت اور فلاح کا راستہ منتخب کرتی ہے تو علم اس کے لئے ایک تازیانے کا کام دیتا ہے لیکن جب وہ اس راستے سے ہٹ جاتی ہے تو یہی علم و فن اس کے لئے نشہ آور دوائی بن جاتا ہے اور اُسے اپنے عمل کی کوتاہی پر ضمیر کی ملامت نویں صدی ہجری اور پندرھویں صدی عیسوی کے وسطِ آخر میں غرناطہ کی اسلامی سلطنت کے تنزل کے آثار نہایت تیزی کے ساتھ ظاہر ہو رہے تھے۔ فرڈی نینڈ پنجم اور ازابیلا کی شادی کے ذریعے دو عیسائی سلطنتوں اراغون اور اسطلہ کا اتحاد اور مسلمانوں میں آپس کی پھوٹ اندلس میں مسلمانوں کے ٹمٹاتے ہوئے چراغ کے لئے ہوا کا آخری جھونکا ثابت ہوئی۔

بدر بن مغیرہ کو قسطلہ کے اُمراء اور عوام سرحدی عقاب کے نام سے یاد کرتے تھے۔ قسطلہ کی حملہ آور افواج کے خلاف وہ اپنی غیر متوقع کامیابیوں کی بدولت غرناطہ میں بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ یہ ساٹھ میل لمبا، چالیس میل چوڑا پہاڑ اور جنگل ایک مدت سے ان آزاد لوگوں کا مسکن تھا جو غرناطہ کے متعلق غیر جانبدار اور پڑوس کی عیسائی سلطنتوں سے برسرِ پیکار چلے آتے تھے۔ بدر سے پہلے اس کا باپ مغیرہ اس علاقے کا امیر تھا اور اس نے عیسائیوں کے بہت سے علاقے چھین کر اپنی مملکت میں شامل کر لئے تھے۔ غرناطہ کے حکمران قسطلہ کو خراج دینا بند کر دے تو یہ علاقہ اس کا ہے اور میں اس کی فوج کے ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے نصرانیوں کے خلاف جنگ میں شریک ہونا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھوں گا۔ ورنہ میں غرناطہ کی وساطت سے قسطلہ کے عیسائی بادشاہ کو بھی شامل کر لے۔ اس لئے اس نے مغیرہ کو کہلا بھیجا کہ جب تک تمہاری سرگرمیاں صرف نصرانیوں کے خلاف ہیں

تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کروں گا۔

قسطلہ کے باجگزار عیسائی اُمراء باہمی رقابتوں کے باعث مغیرہ کے خلاف کوئی متحد محاذ نہ بنا سکے اور اسے تیاری کا موقع ملتا رہا۔ عیسائی اُمراء کے محکوم مسلمانوں میں سے بعض لوگ اس کے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے اُس کے ساتھ آ ملے لیکن اس نے ابھی تک کوئی چھ ہزار مجاہد فراہم کئے تھے کہ نصرانی اندلس میں ایک بڑا انقلاب آیا۔

فرڈی نینڈ پنجم اور ازابیلا کی شادی کے باعث شمال کی دو طاقتور عیسائی سلطنتوں قسطلہ اور اراغون کا اتحاد اسلامی اندلس کے لئے ایک خطرہ عظیم بن گیا۔ فرڈی نینڈ کے اقتدار کے سامنے چھوٹے چھوٹے عیسائی حکمرانوں کی حیثیت معمولی سرداروں کی سی رہ گئی۔ وہ غرناطہ کی باجگذار سلطنت کے مقابلہ میں مغیرہ کے چھوٹے سے آزاد علاقے کو اپنے لئے زیادہ خطرناک سمجھتا تھا۔ اُسے یہ بھی احساس تھا کہ اُسے یہ علاقہ فتح کرنے کے لئے اپنی فوج کا بہت بڑا حصہ قربان کرنا پڑیگا۔

مغیرہ نے آنے والے خطرات کا اندازہ کرتے ہوئے اندلس کے طول و عرض میں مجاہدین کی جماعتیں تیار کرنے کی مہم شروع کر دی۔ اس نے آزاد علاقے کی حفاظت اپنے ایک نائب کے سپرد کی اور ایک معمولی تاجر کے بھیس میں اندلس کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کیا۔ قرطبہ، اشبیلیہ اور دوسرے شہروں کے ان مسلمانوں نے جن کی روح غلامی کی زنجیروں میں پھڑ پھڑا رہی تھی اس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی اور اُسے یقین دلایا کہ وقت آنے پر وہ اپنے اپنے شہر میں بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیں گے۔ تاہم مغیرہ نے یہ محسوس کیا کہ ایک طویل عرصہ غلامی کے بعد نصرانی اندلس میں بہت کم ایسے مسلمان رہ گئے ہیں جو اسلام کے لئے زندہ رہنا اور اسلام

کے لئے مرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کو اُن کے اسلاف کے دین سے بیگانہ کرنے کے لئے جو حربے عیسائی حکمران استعمال کر چکے تھے وہ کافی حد تک کامیاب تھے اور اب فرڈی نینڈ کے عہد حکومت میں اُنہیں مرتد بنانے کے طریقوں پر زیادہ شدت کے ساتھ عمل ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کی درس گاہوں میں عربی زبان ممنوع قرار دے دی گئی تھی، اُنہیں عربی لباس پہننے کی ممانعت تھی۔ اُنہیں مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو عیسائی درس گاہوں میں بھیجیں۔ تھوڑی بہت مراعات صرف اُن لوگوں کے لئے تھیں جو عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے۔ لیکن جو مسلمان رہنا چاہتے تھے ان کے لئے حکم تھا کہ وہ خاص قسم کا نشان لگائیں۔ بازاروں میں اُنہیں ذلیل کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں کمزور لوگوں کی ایسی جماعت پیدا ہوگئی تھی جو بظاہر عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے لیکن اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ اندلس کے رہے سہے مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ وہاں کی ایک قومی تحریک تھی منافقین کی ایک جماعت نے اندلسی اور غیر اندلسی کا جھگڑا کھڑا کر دیا تھا۔ یہ لوگ ہسپانوی نسل کے مُسلمانوں کو عربی النسل مسلمانوں کے خلاف متحد کر رہے تھے اور نصرانی حکومت نے ان سرگرمیوں کو اپنے لئے مفید سمجھ کر اُن کی حوصلہ افزائی شروع کر دی تھی۔ یہ لوگ مساجد اور چوراہوں میں عرب اور بربری مسلمانوں کے خلاف زہر اُگلتے رہتے تھے۔ ان حالات میں بیشتر عرب اور بربری مراکش چلے گئے تھے اور کچھ غرناطہ میں آباد ہو گئے تھے۔

مغیرہ جب ان شہروں کا دورہ کرنے کے بعد واپس آیا تو وہ پُر اُمید نہ تھا۔ تیس شہروں میں قریباً چار ہزار مسلمانوں نے اُس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی۔ تاہم وہ مایوس نہ ہوا اور اپس نے عہد کیا کہ وہ اندلس کے ہر شہر میں جہاد کا پیغام پہنچائے گا۔

اُسے یہ بھی احساس تھا کہ جب تک غرناطہ سے کوئی زندہ دل حکمران بغاوت کا جھنڈا بلند نہیں کرتا، اندلس کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا خواب اُدھورا رہے گا۔ اُس کی زندگی کی سب سے بڑی، خواہش، یہ تھی کہ غرناطہ کا حکمران عیسائیوں کے خلاف اعلان جہاد کرے اور وہ سرفروشوں کی جماعت کے ساتھ اس کی فوج میں شامل ہو جائے لیکن غرناطہ کا تخت جودغرض دعویداروں کی رزم گاہ بنا رہا۔ ان حالات کے باوجود مغیرہ نے ہمت نا ہاری۔ وہ ہر سال بھیس بدل کر اندلس کے شہروں میں جاتا اور لوگوں کو جہاد کے لئے تیار کرتا۔ اپنی قیام گاہ میں واپس آ کر بھی وہ اپنا زیادہ وقت اندلس کے شہروں کی خفیہ جماعتوں کے نام خطوط لکھنے میں گزارتا۔

ایک دن مغیرہ جنگل کے پرانے قلعے کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک سپاہی نے آ کر اطلاع دی کہ چند سپاہی سرحد سے ایک اجنبی کو گرفتار کر کے لائے ہیں۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میں طلیطلہ سے ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔ مغیرہ کو اپنی سرگرمیوں کے سلسلہ میں ابھی تک طلیطلہ جانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے اشارہ پر اجنبی کو پیش کیا گیا۔ بدر کی عمر اس وقت چودہ برس تھی اور وہ اپنے باپ کے قریب بیٹھا تھا۔ اجنبی نے کمرے میں داخل ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا اور کہا۔ ''میں آپ کے ساتھ تنہائی میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

مغیرہ نے سپاہی کو باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''ہاں کہو۔''

اجنبی نے جواب طلب نگاہوں سے بدر کی طرف دیکھا تو مغیرہ نے کہا ''اس کے متعلق تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ میرا بیٹا ہے۔''

اجنبی نے اپنی جیب سے ایک خط نکال کر مغیرہ کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ ''اسے پڑھ لیجئے۔'' طویل مراسلہ پڑھنے کے بعد مغیرہ سوچ میں پڑ گیا۔ اُس کے

کانوں میں مراسلے کے یہ آخری الفاظ گونج رہے تھے۔طلیطلہ میں دس ہزار سرفروش آپ کے منتظر ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے اس شہر کو اب تک کیوں نظر انداز رکھا ہے۔طلیطلہ کے مسلمان اندلس کے باقی تمام شہروں کے مسلمانوں سے زیادہ مظلوم ہیں اوران میں ہزاروں ایسے ہیں جو ظلم کے بوجھ تلے سسک سسک کر جان دینے کی بجائے آپ کے جھنڈے تلے بہادری کی موت کو ترجیح دیں گے۔''

مغیرہ نے ایلچی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔''جاؤ ان سے کہو کہ میں آؤں گا۔بہت جلد آؤں گا۔''

اس کے بعد مغیرہ نے چند سپاہیوں کا بُلا کر حکم دیا کہ وہ ایلچی کو حفاظت کے ساتھ سرحد کے پار پہنچادیں۔

(۴)

رات کے تیسرے پہر مغیرہ اپنے بستر سے اُٹھ کر ایک راہب کا بھیس بدل رہا تھا۔ایک سپاہی نے کمرے میں آکر اطلاع دی کہ آپ کا گھوڑا تیار ہے۔

مغیرہ نے کہا۔''میں ابھی آتا ہوں''۔

سپاہی کمرے سے نکل گیا۔مغیرہ شمع کی روشنی میں اپنے بیٹے کے بستر کے قریب کھڑا ہوکر کچھ دیر اُسے کے معصوم چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔بالآخر اُس نے جھک کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔بدؔر نے اچانک ایک جھرجھری لی اور ایک ہلکی سی چیخ کے بعد آنکھوں کھول دیں۔''میں کہاں''۔اُس نے سہمی ہوئی آواز میں سوال کیا اور پھر ''ابا جان'' کہہ کر مغیرہ کے ساتھ لپٹ گیا۔

''ابا جان! ابا جان! میں آپ کو تنہا نہیں جانے دوں گا۔میں آپ کے ساتھ چلونگا۔''

''بیٹا کیا ہوا؟'' مغیرہ نے اُسے اپنے سینے کے ساتھ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

''ابا جان! میں نے بہت بُرا خواب دیکھا ہے۔ کئی بھیڑیے میرا اور آپ کا تعاقب کر رہے تھے۔ آپ پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے آپ کو پکڑ لیا۔ میں آپ کی مدد کے لئے لوٹنا چاہتا تھا لیکن آپ یہ کہہ رہے تھے۔ ''بدر! تم بھاگ جاؤ۔ تم بھاگ جاؤ۔'' ابا جان! اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔''

''نہیں بیٹا!'' مغیرہ نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔

بدؔر نے کہا۔ ''ابا جان! آپ نے پچھلے سال وعدہ کیا تھا کہ جب آپ غرناطہ جائیں گے تو مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔''

''لیکن بیٹا! میں غرناطہ نہیں جا رہا، طلیطلہ جا رہا ہوں اور وہاں تمہیں تمہارے ساتھ کئی خطرات پیش آسکتے ہیں۔''

''ابا جان! میں بزدل نہیں ہوں۔''

''بیٹا! اگر میدان جنگ میں جانا ہوتا تو میں یقیناً تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔ لیکن طلیطلہ میں میرا تنہا جانا ہی مناسب ہے۔''

''لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ وہاں تنہا نہیں جائیں گے۔''

''وہ کیسے؟''

''میرا خواب۔ ابا جان آپ خود کہا کرتے ہیں کہ میرے خواب جھوٹے نہیں ہوتے''۔

مغیرہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''تم اپنے خواب کی تعبیر کیوں نہیں کرتے کہ اگر تم میرے ساتھ گئے تو ہمیں بھیڑیوں سے پالا پڑے گا۔''

بدؔر نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''ابا جان! آپ کب واپس آئیں گے؟''

مغیرہ نے جواب دیا۔ ”میں اگلے مہینے کا چاند نکلنے سے پہلے آجاؤں گا۔لیکن اگر مجھے کسی وجہ سے دیر ہوجائے تو میرے پیچھے نہ بھاگنا۔میری غیر حاضری میں تم اس جنگل کے نگہبان ہوگے۔میں اپنے ساتھ یہ اطمینان لے کر جارہاہوں کہ تم اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کروگے۔

اگرتم نے میرا پیچھا کیاتو میں یہ سمجھوں گا کہ تم نے میری حکم عدولی کی ہے۔“

(۵)

ایک مہینہ گزر گیا مغیرہ واپس نہ آیا۔چونکہ ایسے سفروں میں بعض اوقات اس کا ہفتوں کا پروگرام مہینوں میں تبدیل ہوجایا کرتا تھا۔اس لئے اس کے ساتھیوں کو تشویش نہ ہوئی۔لیکن بدر کی پریشانی میں آئے دن اضافہ ہوتا گیا۔اُس نے مجلس شوریٰ کے سامنے طلیطلہ پہلے ہمارے لئے اس شخص کے متعلق جاننا ضروری ہے جس کی دعوت پر وہ وہاں گئے ہیں کوطلیطہ آنے کی دعوت دی گی تھی لیکن اس میں مراسلہ نگار تے اپنا نام چھپانے کی بہت سی وجوہات پیشے کرنے کے بعد یہ لکھا تھا۔”اگر آپ اپنے حافظہ پر زور دیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ میں کون ہوں۔آپ سے میری ملاقات اشبیلیہ کے قریب ایک سرائے میں ہوئی تھی۔افسوس کہ گھوڑے پرسوار ہونے سے پہلے آپ نے مجھ پراپنا نام ظاہر نہ کیا اور مجھے باتیں کرنے کا موقع نہ ملا ورنہ شاید ثابت کرسکتا کہ ہمارے مقاصد مختلف نہیں۔پیشتر اس کے کہ میں آپ سے کوئی بات کرسکتا۔آپ نے گھوڑے کا ایڑ لگادی۔میں نے آپ کا پیچھا اس لئے نہ کیا کہ آپ کے دل میں میرے متعلق شکوک پیدا نہ ہوجائیں۔اگر آپ طلیطلہ آئیں تو مجھے تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شہر کے مشرقی دروازے سے باہر ایک سرائے ہے۔سرائے کا مالک ایک پستہ قد آدمی ہے جس کے نچلے جبڑے کے دو

دانت ٹوٹے ہوئے ہیں۔آپ اس سے یہ کہیں کہ آپ اپنے ایک گمنام دوست سے ملنا چاہتے ہیں۔وہ آپ کو میرے پاس پہنچا دے گا۔پیشتر اس کے کہ آپ مجھ سے ملیں آپ کسی مقام پر اپنا نام یا مقصد ظاہر نہ کریں۔

یہ خط تسلی بخش بھی تھی اور تشویش انگیز بھی۔تاہم بدؔر کے ساتھیوں نے ایک ہوشیار جاسوس کو طلیطلہ بھیج دیا۔لیکن اس کی واپسی سے قبل قرطبہ کی خفیہ جماعت کا ایک ایلچی آیا اور اس نے یہ المناک خبر سنائی کہ مغیرہ کو طلیطلہ کے ایک چوراہے میں پھانسی دے دی گئی ہے اور قرطبہ کی خفیہ جماعت کو اس حادثہ کی خبر طلیطہ سے آنے والے چند تاجروں کی زبانی معلوم ہوئی ہے۔

چند دن کے بعد بدؔر کے جاسوس نے بھی واپس آ کر اس خبر کی تصدیق کی۔بدر اور اس کے ساتھیوں کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ اس شخص کا پتہ نہیں لگا سکا جس نے مغیرہ کو طلبہ آنے کی دعوت دی تھی۔جاسوس نے انہیں بتایا کہ میں نے رات کے وقت سرائے کے مالک کے سینے پر خنجر رکھ کر اُسے سچ بتانے پر مجبور کیا تو اس نے بتایا کہ وہ شہر کے کوتوال کی طرف سے اس کام پر مامور تھا۔جاسوس کی باتوں سے بدؔر اور اس کے ساتھی اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ غدار جس نے مغیرہ ک وطلیطلہ آنے کی دعوت دی تھی،شہر کے کوتوال یا گورنر کا آلہ کار تھا اور سرائے کے مالک کو جنگلی کا شیر پکڑنے کے لئے بھینٹ کے طور پر استعمال کیا تھا۔

آہستہ آہستہ مغیرہ کے قتل کی خبر تمام اندلس میں مشہور ہوگئی۔دُور دراز کے شہروں کی خفیہ جماعتوں پر اس خبر سے ایک مایوسی چھا گئی۔غرناطہ کے عوام نے بھی یہ محسوس کیا کہ ان کا ایک مضبوط بازو ٹوٹ گیا ہے۔تاہم جنگل کے مجاہدین کو مغیرہ کے کمسن لیکن ہونہار بیٹے اہل ثابت کر دکھایا۔

ایک دن سرحد کے عیسائی گورنر نے ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ بدرؔ پیچھے ہٹتا ہوا انہیں پہاڑی علاقے کی ان (دشوار گزار گھاٹیوں میں لے آیا جہاں اس کے ایک ایک تیرا انداز دشمن کے سو سو سپاہیوں پر بھاری تھا۔ عیسائی پہاڑوں میں آدھی سے زیادہ فوج ضائع کرنے کے بعد جنگل کی طرف ہٹنے لگے۔ جنگل میں بدرؔ کے تیرا انداز پہاڑوں کی نسبت کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوئے اور نصرانیوں نے جلد ہی یہ محسوس کیا کہ وہ آگ سے نکل کر آتش فشاں پہاڑ کے دہانے پر پہنچ گئے۔ گھنے درختوں میں چھپے ہوئے سپاہیوں کے تیروں کے سامنے اُن کی کوئی پیش نہ گئی۔ اور وہ چھ ہزار کی فوج میں سے صرف پندرہ سو سپاہیوں کے ساتھ پسپا ہوئے۔ نصرانی سپہ سالار تیروں کی بوچھاڑ میں اپنی بچی کھچی جمعیت کے ساتھ راہِ فرار اختیار کر رہا تھا کہ ایک درخت پر سے بدرؔ کے کسی سپاہی نے اس کے گھوڑے پر چھلانگ لگا دی اور دونوں لڑھکتے ہوئے زمین پر آ رہے۔

نصرانیوں نے اپنے سپہ سالار کو ایک بار گرتا دیکھ کر دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی جرأت نہ کی۔ وہ بدحواس ہو کر منتشر صورت میں اِدھر اُدھر بھاگ نکلے لیکن اپنی سرحد کے قریب پہنچ کر اُنہیں ایک اور تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

بدرؔ کے سواروں نے اُن کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ ان کے پیچھے تیروں کی بارش اور سامنے چمکتے ہوئے نیزوں کی دیوار تھی۔ صرف بائیں طرف ایک ڈھلوان تھی جس پر انہیں بظاہر کوئی رکاوٹ نظر نہ آئی۔ جو لوگ تیروں اور نیزوں سے بچ نکلے انہوں نے اپنے گھوڑے اس طرف موڑ دئے۔ لیکن کوئی آدھ میل بھاگنے کے بعد ان کے سامنے ایک گہری کھڈ تھی۔ چاروں طرف سے مایوس ہو کر اُن میں سے کوئی دو سو آدمی گھوڑوں سے کود کر کھڈ میں اُتر پڑے اور دوسروں نے اپنی

تلواروں پھینک دیں۔

بدؔر بن مغیرہ نے چند سپاہیوں کو کھڈ میں اُترنے والوں کا تعاقب کرنے کا حکم دیا اور ایک دستہ اسیروں کی نگرانی پر متعین کر دیا۔

(۶)

یہ معرکہ آفتاب کیپلی شعاع کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ اور سہ پہر کے قریب بدؔر کے دو ہزار سپاہی عیسائی فوج کے زخمیوں اور قیدیوں کے لباس پہن کر اور انہی کے گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک بڑی مہم کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل سرحد پر فرڈی ننیڈ کی مملکت کے ایک اہم شہر کے باشندے اپنے فاتح جرنیل کے استقبال کی تیاریاں کرر ہے تھے۔ جب شفق کی سرخی پر شام کی سیاہی غالب آرہی تھی۔ دروازے کے بُرج سے ایک سپاہی نے بلند آواز میں کہا۔ ''وہ آ گئے! کاؤنٹ سینٹ یا گوزندہ باد''۔

''کاؤنٹ سینٹ یا گوزندہ باد!'' چاروں طرف سے صدائیں بلند ہوئیں۔ گرجوں گھنٹیاں بجنے لگیں۔ عورتیں اور مرد ہزاروں کی تعداد میں شہر کے دروازے سے باہر جمع ہو گئے۔ شہر کا بشپ ان کے درمیان پھولوں کے ہار لئے کھڑا تھا۔ جوں جوں گھوڑوں کے ٹاپوں کے آواز قریب آرہی تھی خوشی کے نعرے بلند کرنے والوں کو جوش و خروش بڑھ رہا تھا۔

اچانک گرد کے بادلوں میں سے ایک سوار جس کے سفید قبا ہوا میں لہرا رہی تھی، نمودار رہوا۔ اُس نے شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر گھوڑا اور روکا اور پیچھے دیکھنے لگا۔ آن کی آن مس دو ہزار سوا دروازے پر جمع ہو گئے۔ اہل شہر پر تھوڑی دیر کے لئے سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ انہائی پریشانی کی حالت میں سمٹ کر ادھر اُدھر ہٹ

گئے۔سفید پوش سوار نے نعرہ تکبیر بلند کیااور فضا میں "اللہ اکبر" کی صدائیں گونجنے لگیں۔شہر کے بشپ نے کانوں پر اعتبار نہ کرتے ہوئے سفید پوش سوار کے پرچم کو غور دے دیکھا۔اس پر صلیب کی بجائے ہلال کا نشان تھا۔اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پھولوں کا ہار گر پڑا۔

سننے والے اللہ اکبر کے نعرے سُن رہے تھے۔دیکھنے والے حملہ آوروں کے راہنما کے ہاتھ میں ہلالی پرچم لہراتا ہوا دیکھ رہے تھے لیکن بیشتر اس کے کہ وہ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں پر اعتبار کرکے حرکت میں آتے، بدر بن مغیرہ کے دو ہزار جانباز کھلے دروازے سے شہر میں داخل ہو چکے تھے۔کچھ دیر جب سینٹ کاؤنٹ یا گو کے چند سپاہی جو جان بچا کر جنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے شہر کے قریب پہنچے تو انہیں بھاگتے ہوئے شہریوں کی زبانی معلوم ہوا کہ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔

آدھی رات سے قبل بدر بن مغیرہ مال غنیمت میں سونے چاندی کے علاوہ سامان رسد اور مویشیوں کی خاصی تعداد حاصل کرکے شہر سے نکل چکا تھا۔

غنیمت کا مال پانچ سو سواروں کے سپرد کرکے اُس نے آس پاس کے چھوٹے چھوڑے شہروں اور بستیوں کا رُخ کیا۔

اگلی صبح جب اس کے تھکے ہوئے سپاہی جنگل میں اپنی قیام گاہ کی طرف واپس ہوئے تو اُن کے آگے آگے مویشیوں کے ریوڑ اور مال غنیمت سے لدے ہوئے گدھے اور خچر تھے ان لوگوں کی قید میں گزارنی پڑے گی جن کے متعلق ان کے چھ ہزار جانباز مریم مقدس کے بُت سے پہلے واپس نہیں آئیں گے۔

اُسے اپنے دشمن سے شدید مزاحمت کی توقع تھی لیکن مغیرہ کی موت کے بعد

اسے یہ اُمید نہ تھی کہ وہ اس درجہ ہوشیاری کے ساتھ اس غیر متوقع حملہ کا مقابلہ کریں گے ۔اس نے دوران جنگ میں ایک سفید پوش سوار بجلی کے ساتھ جنگل کے ایک دوسرے سے دوسرے سرے تک گھوڑا بھگاتے اور اپنی فوج کے پیادہ سپاہیوں اور سواروں ہدایات دیکھتے دیکھا ۔تو اپنے دل میں کہا کہ ان کا نیا راہنما مغیرہ سے کم خطرناک نہیں ۔

اس نے ساری رات انتہائی بے چینی کی حالت میں کروٹیں بدلتے گزراری ۔ وہ کھانا جو بدؔر کے آدمیوں نے اُسے پیش کیا تھا ابھی تک ویسے ہی پڑا ہوا تھا ۔ پہرے دار اس کے منصب کا لحاظ کرتے ہوئے اُس کے ساتھ ادب واحترام سے پیش آئے اور جب کوئی اُس کی دلجوئی کے لئے زبان سے کوئی فقرہ نکالتا تو وہ بے اختیار یہ پوچھ بیٹھتا ۔ ’’عقاب کون تھا، اب وہ کہاں ہے، میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں ۔مریم مقدس کی قسم (وہ انسان نہیں ۔‘‘ کبھی کبھی وہ غصّے کی حالت میں چلا اُٹھتا ۔’’ اب میں واپس جا کر کیا منہ دکھاؤں گا ۔تم مجھے قتل کیوں نہیں کر دیتے ؟‘‘

چونکہ قید ہوتے وقت اس نے اپنی عزت کی قسم کھا کر بھاگنے کی کوشش نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے بدر کے سپاہیوں نے اُسے عام قیدیوں کی طرح بیڑیاں نہ پہنچائیں، نہ اُسے غیر مسلح کیا گیا ۔تاہم جب اُس نے اپنا خنجر نکال کر اپنے سینے میں مارنے کی کوشش کی تو ایک سپاہی نے اُس کے ہاتھ پکڑ لئے اور اُس کی چیخ پکار پر چند سپاہیوں نے اُسے زبردستی غیر مسلح کر دیا ۔ بدؔر کے نائب نے اس کی حفاظت کے لئے دو پہرے دار مقرر کرتے ہوئے کہا ۔

جب تک ہمارا امیر اواپس نہیں آتا ان کی جان کی حفاظت ہمارا فرض ہے‘‘ ۔

اگلے دن دوپہرے کچھ دیر قبل بدؔر کی واپسی پر جنگل کی خاموش فضا اللہ اکبر

کے نعروں سے گونج اُٹھی۔

کاؤنٹ سینٹ یا گو ساری رات بے آرامی سے کاٹنے کے بعد اپنے خیمے سے باہر نکل کر ایک درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں سر سبز گھاس پر لیٹ کر گہری نیند سو رہا تھا لوگوں کے نعرے سُن کر وہ آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا، بدر بن مغیرہ زرہ کے اُوپر سفید قبا پہنے اور آنکھوں کے سوا اپنا چہرہ سیاہ نقاب میں چھپائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی سفید قبا پر جگہ جگہ خون کے نشان تھے۔ سینٹ یا گوئے اپنے نقاب پوش حریف کو چند بار سر سے لے کر پاؤں تک دیکھنے کے بعد کہا۔ ''کاش! میرے ہاتھ تمہارے چہرے کے نقاب تک پہنچ سکتے اور میں یہ دیکھ سکتا کہ مجھے اپنی زندگی میں بدترین شکست دینے والا کون ہے؟''

بدر نے جواب دیا۔ ''ایک سپاہی کو فتح اور شکست سے بے نیاز ہونا چاہیئے۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا ''مجھے تم سے ان سے بہتر سلوک کی توقع تھی۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ان کی قسم کا احترام کیوں نہیں کیا گیا، اور ان کے ہتھیار کیوں چھینے گئے ہیں؟''

بدر نے کہا۔ ''ان کا گھوڑا اور اُن کے ہتھیار انہیں واپس دے دو۔ باقی سپاہیوں کی زنجیریں کھول دو اور ان سب کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر سرحد کے پار پہنچا دو۔''

سینٹ یا گو نے پریشان سا ہو کر سوال کیا۔ ''کیا آپ کے سپاہیوں سے ہم یہ توقع رکھیں کہ ہمیں سرحد کے پار پہنچا کر ہم پر پیچھے سے تیروں کی بارش نہیں کی جائے گی؟''

بدر نے قدرے ترش لہجے میں جواب دیا۔ ''نہیں صرف آپ لوگوں کو شیوہ

ہے۔"

بدؔر کے نائب نے آگے بڑھ کر آہستہ سے کہا۔"لیکن میں انہیں فدیہ لئے بغیر چھوڑنے کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔"

"تمہارے خیال میں فدیہ کیا ہو سکتی ہے۔"

"کم از کم پچاس ہزار"۔

"ہم اس سے سو گنا زیادہ وصول کر چکے ہیں۔ جاؤ انہیں سرحد کے پار پہنچا دو جب چند برس بعد اُن کے خالی خزانے دوبارہ ہو جائیں گے۔ ہم اُنہیں دوبارہ یہاں تشریف لانے کی دعوت دیں گے۔ اب مجھے اور میرے ساتھیوں کو آرام کی ضرورت ہے۔"

بدؔر یہ کہہ کر قلعے کی طرف چل دیا

(۷)

اس فتح کے بعد بدر بن مغیرہ کو سینٹ یاگو کا دیا ہوا نام"سرحدی عقاب" آہستہ آہستہ زبان زدِ عام ہونے لگا۔ اس نام کے ساتھ شجاعت کے سینکڑوں افسانے منسوب ہونے لگے نصرانی تو ہم پرست یہ کہتے تھے کہ سرحدی عقاب کوئی مافوق الفطرت انسان ہے جسے بیک وقت باغیوں کے جنگل اور اس کے کئی کوس دُور نصرانیوں کی بستیوں اور شہروں میں لڑتے دیکھا گیا تھا۔ فرڈی ننڈ کی مملکت سے اُس کی شہرت کی داستانیں غرناطہ تک جا پہنچیں۔ علماء نے اُسے اسلام کا غازی کہا۔ شعراء نے عالی نسب شہزادیوں کے ساتھ اس کے عشق و محبت کے فرضی افسانے قلم بند کئے۔ ادیبوں نے اپنی کتابوں میں اس کی صورت اور سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

دور دراز کے چرواہے اور کسان بھی جب دن بھر کی محنت کے بعد اپنے گھروں کو واپس ہوتے تو وہ ایسے باتیں مشہور کر کے کہ انہوں نے سرحدی عقاب کو فلاں وقت فلاں جگہ دیکھا ہے خوش عقیدہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتے۔

سینٹ یاگو فرڈی نینڈ کے چند منظور نظر بہادروں میں سے ایک تھا اور اُس کی عبرتناک شکست کے بعد اُس کے دل میں جنگل کے نئے اور پُر اسرار دشمن کے خلاف فوری اقدام کی خواہش پیدا نہ ہوئی۔ فرڈی نینڈ نے سرحد کے پار کوئی نئی فوج بھیجنے سے پہلے اپنے سرحدی مورچوں کو مستحکم کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ دو سال کی تیاری کے بعد فرڈی نینڈ نے فتح کی توقع سے زیادہ اپنی قوت کے مظاہرے اور لوگوں سے سرحدی عقاب کے متعلق احساس مرعوبیت دُور کرنے کے لئے چند مہمیں روانہ کیں لیکن ان حملوں کا انجام سینٹ یاگو کے حملے سے مختلف نہ تھا۔

فرڈی نینڈ سمجھ چکا تھا کہ سرحدی عقاب اپنے نشیمن میں بہت خطرناک ہے لیکن اس کے پاس اتنی جمعیت نہیں کہ وہ جنگل سے باہر نکل کر اس سلطنت کے کسی علاقے پر قبضہ کر سکے۔ اس لئے اس نے اپنی توجہ غرناطہ کی اس آخری اسلامی سلطنت کو ختم کرنے پر منبدول کر دی جس کے عوام نہ صرف اس کے باجگذار رہو کر رہنے کے خلاف تھے بلکہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ ان حالات سے فائدہ اُٹھا کر اپنی طاقت کو منظم کرتا رہا۔ مختلف شہروں کی خفیہ جماعتوں کے لوگوں کو جب آہستہ آہستہ یہ پتہ چلا کہ سرحدی عقاب مغیرہ کے نوعمر بیٹے کے سوا اور کوئی نہیں تو ان میں سے بعض شوق جہاد میں اپنا گھر بار چھوڑ کر اُس کے ساتھ آ ملے۔ قرطبہ کے مہاجرین میں سے بشیر بن حسن جس نے

بہت چھوٹی عمر میں فن جراحت اور طب میں اپنے خاندان کی پرانی شہرت کو چار چاند لگا دئے تھے اس لئے بہت بڑا معاون ثابت ہوا۔

قرطبہ اور اشبلیہ کے حاکم اُس کے زیر علاج رہ چکے تھے۔قسطلہ کا ولی عہد ایک مرتبہ گھوڑے سے گر کر بُری طرح زخمی ہوا تو فرڈی ننیڈ نے اُسے قسطلہ بُلا بھیجا۔ولی عہد کے شفایاب ہونے پر فرڈی ننیڈ اور ملکہ ازا بیلا نے اُسے شاہی طبیب کا عہدہ قبول کرنے کی دعوت دی لیکن اُس نے یہ پیش کش ٹھکرا دی اور واپس قرطبہ چلا آیا۔دو سال بعد جب اس بدر بن مغیرہ کا خط ملا تو اُس نے اپنے شاندار محل میں رہنے پر ایک مجاہد کے ساتھ جنگل کی زندگی کو ترجیح دی۔

(۸)

الزغل کے ساتھ ملاقات کے دو ماہ بعد غرناطہ کی سرحد کے چند علاقے جو سرحدی عقاب کے پہاڑے اور جنگل کے ساتھ متصل تھے غرناطہ کے حکمران ابوالحسن نے ایک خفیہ حکم نامے کی رُو سے بدر بن مغیرہ کی تحویل میں دے دئے۔لگان کی وصولی شعبہ عدل اور دوسرے خانگی معمالات کے ساتھ بدر بن مغیرہ نے کوئی تعلق نہ رکھا۔تمام محکمے اُس نے سرحد کے ناظم کے پاس رہنے دئے اور سرحد کی چوکیوں کا انتظام اور نئے دفاعی مورچوں کی تعمیر کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

فوج کے چند قابل اعتماد افسروں کے سوا کسی اور کو یہ علم نہ تھا کہ ان کا سالار اعظم وہی نوجوان ہے جسے باقی اندلس کے لوگوں کی طرح غرناطہ کے مسلمان بھی ''سرحدی عقاب'' ے یا ''شاہین'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ایک دن سرحد کے ناظم نے سرحدی سپاہیوں کے سامنے اعلان کیا کہ اس کی درخواست پر سرحدی عقاب نے انہیں چند دن اپنے جنگل میں جن کی تربیت دینے کا وعدہ کیا ہے۔میں

تمھیں دو دو سو کی ٹولیوں میں یکے بعد دیگرے وہاں بھیجوں گا۔ مجھے اُمید ہے تمہارے لئے اس کی تربیت بہت کارآمد ہوگی۔

سپاہیوں کو جنگ کے نئے طریقے سیکھنے سے زیادہ جنگل کے شاہین کو دیکھنے کی خوشی تھی۔ جنگل میں بدر بن مغیرہ کا نائب منصور بن احمد سرحدی عقاب کے بھیس میں ان کا استقبال کرتا اور انہیں چند دن جنگل اور پہاڑ کی جنگ کے نئے طریقے سمجھانے کے بعد واپس بھیج دیتا۔

غرناطہ کی سرحد کی مورچہ بندیوں کے متعلق فرڈی نینڈ نے اپنے خدشات کا اظہار کیا تو ابوالحسن نے اُسے کہلا بھیجا کہ یہ تمام انتظامات سرحدی عقاب کے حملے سے بچنے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ ابوالحسن کے (اس جواب کے علاوہ فرڈی نینڈ کے اطمینان کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس سرحد سے اس کی مملکت کے شہروں کی طرف جانے والی شاہراہوں پر آمدورفت کی معمولی پابندیوں میں کوئی نیا اضافہ نہیں ہوا تھا۔ قرطبہ، قسطلہ اور دوسرے شہروں کے تاجر حسب سابق فرڈی نینڈ کے حکام کا پروانہ راہداری دکھانے پر اس سرحد کو عبور کر کے غرناطہ کے شہروں میں جا سکتے تھے۔

مِلّت فروش

(۱)

رات کے وقت قسطلہ کے شاہی محل کے ایک کمرے میں ملکہ ازا بیلا اور شاہ فرڈی نینڈ زرنگار کرسیوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں کے چہروں پر گہرے تفکر کے آثار تھے۔

ملکہ نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ میرے خیال میں غرناطہ کا خراج اتنی بڑی رقم نہیں جس کے لئے آپ اس قدر فکرمند ہوں۔''

بادشاہ نے جواب دیا۔ ''ملکہ! میں خراج کے لئے پریشان نہیں۔ جتنی رقم مجھے ابوالحسن بطور خراج ادا کرتا تھا اس سے کئی گنا زیادہ مجھے سرحدی چوکیوں پر خرچ کرنا پڑتی ہے لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ ابوالحسن کا خراج دینے سے انکار اس بات کا ثبوت ہے کہ اُسے اپنی قوت پر بھروسہ ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج غرناطہ کے تخت کا دوسرا دعویدار نہیں۔ اب تک ہماری کامیابیوں کی ضمان ہماری تلوار سے زیادہ مسلمانوں کی آپس کی پھوٹ تھی۔''

ملکہ نے کہا۔ ''اگر غرناطہ کے مسلمان متفق ہو گئے ہوں تو بھی مجھے یہ امید نہیں کہ وہ ہمارے خلاف سر اُٹھائیں گے۔ انہیں قرطبہ، طلیطلہ اور اشبیلیہ کے باغیوں کا انجام بھولا نہیں ہوگا۔''

بادشاہ نے کہا۔ ''ملکہ تم اس زمانے کی باتیں کر رہی ہو جب ہسپانوی، بربری اور عربی النسل مسلمان آپس میں برسرِ پیکار تھے۔ ہمارے اسلاف نے اپنی قوت سے زیادہ ان کے انتشار سے فائدہ اُٹھایا تھا اور اسپین کے تین حصوں پر قابض ہو گئے

تھے۔ ورنہ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اگر ہماری طرح وہ بھی ایک ہو جاتے تو ہم اُن کے مقابلے میں فتح حاصل کر سکتے تھے۔''

ملکہ نے جواب دیا۔''یہ مریم مقدس کی نظر عنایت تھی کہ وہ آپس میں بٹ گئے ۔''

''کاش مریم مقدس کی نظر عنایت سے قرطبہ اور طلیطلہ کی طرح غرناطہ کے مسلمان بھی آپس میں بٹے رہیں، ورنہ میں جانتا ہوں کہ ان کا اتحاد بڑے سے بڑے دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا کرتا ہے۔ یہ منتشر ہوں تو ہوا کے معمولی جھونکوں کے سامنے ریت کے انبار ثابت ہوتے ہیں اور اگر متحد ہو جائیں تو بڑے سے بڑے طوفانوں کے لئے ایک نا قابل تسخیر چٹان ثابت ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ غرناطہ کے چند علماء انہیں اسلام کے نام پر اُبھارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو میں ابوالحسن کے ان الفاظ کو ایک کھوکھلی دھمکی نہیں سمجھتا کہ اب ہمارے دارالضرب میں خراج کے لئے سونے اور چاندی کے سکوں کی بجائے فولاد کی تلواریں بنتی ہیں۔ ملکہ سچ یہ ہے کہ مجھے اپنی فوج کی بجائے اس بات پر بھروسہ تھا کہ میں اہل غرناطہ کی خانہ جنگی سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔''

''لیکن اگر غرناطہ میں خانہ جنگی امکانات نہ ہوں تو بھی ہمیں اپنی فوجی قوت کے استعمال سے پس و پیش نہیں کرنا چاہئے۔ میں دشمن کو تیاری کا موقع دینے کی قائل نہیں۔''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن کاؤنٹ سینٹ یاگو کی حماقت سے ہمارے سپاہیوں کی شہرت کو جو دھبہ لگا تھا ہم اُسے آج تک نہیں دھو سکے۔''

ملکہ نے کہا۔''کیا سرحدی عقاب کو ایک خود مختار حکمران تسلیم کر کے ہم اس

کے ساتھ غرناطہ کے خلاف کوئی معاہدہ نہیں کر سکتے۔''

''نہیں بلکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر ابوالحسن نے ہمارے خلاف بغاوت کا اعلان کیا تو وہ بلا تامل اس کا ساتھ دے گا۔''

ایک فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا اور جھک کر سلام کرنے کے بعد بولا۔'' ابوداؤد حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔''

فرڈی نینڈ نے برہم ہو کر کہا۔''ہم نے حکم دیا تھا کہ اُسے فوراً ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔''

فوجی افسر الفاظ سے زیادہ آواز سے مرعوب ہو کر جلدی سے سلام کرنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ملکہ نے کہا۔''کیا آپ کو یہ بھروسہ ہے کہ ابوداؤد غرناطہ جا کر بھی ہمارا وفادار رہے گا؟'' بادشاہ نے جواب دیا۔''مغیرہ کو پکڑوانے کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے ہمارا اعتماد حاصل کر چکا ہے۔''

''لیکن غرناطہ کے ایوان شاہی تک اس کی رسائی شاید اس قدر آسان نہ ہو۔''

(۲)

ابوداؤد کمرے میں داخل ہوا اس کی عمر پینتالیس کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ شکل وصورت سے اور رنگ سے وہ عربی اور ہسپانوی نسل سے مخلوط معلوم ہوتا تھا۔ اس کی داڑھی آدھی سے زیادہ سفید ہو چکی تھی۔لیکن اس کے چہرے پر نوجوانوں کی سی تازگی تھی۔وہ سیاہ جبہ اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھا۔

ابوداؤد نے آگے بڑھ کر پہلے بادشاہ اور پھر ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور دو تین قدم پیچھے ہٹ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔بادشاہ نے خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہا کہ ’’بیٹھ جاؤ‘‘۔

ابوداؤد نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ’’غلام کو حکم عدولی کی جرات نہیں لیکن یہ ضرور عرض کروں گا کہ اپنے بادشاہ اور ملکہ کے سامنے کھڑا ہونا بھی میرے لیے بہت بڑی عزت ہے‘‘۔

فرڈی نینڈ نے مسکراتے ہوئے کہا ’’بادشاہ اور ملکہ تمہیں بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں‘‘

۔

’’غلام کو سرتابی کی مجال نہیں۔‘‘ یہ کہہ کر ابوداؤد کرسی پر بیٹھ گیا۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ ’’ابوداؤد ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قدرت کے اشارات تم پر ہمارے مقدس راہبوں سے پہلے ظاہر ہوتے ہیں ۔ ہم تمہاری ذہانت کا ایک اور امتحان لینا چاہتے ہیں۔ بتاؤ وہ مشکل جو آج ہمیں درپیش ہے، کیا ہے؟‘‘

ابوداؤد نے جوب دیا۔ ’’اگر یہ غلام اپنے آقا کے سامنے اپنی معمولی عقل و دانش کا مظاہرہ کرے تو یہ بھی ایک گستاخی ہوگی ۔ بہر حال حضور کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں ۔ شاید شہنشاہ والاتبار کی یہ خواہش ہے کہ ان کا ادنیٰ غلام غرناطہ جائے۔‘‘

فرڈی نینڈ نے کہا۔ ’’اگر تم ایک راہب کا لباس پہن کر ہمیں یہ جواب دیتے تو ہم اسے تمہاری روحانیت کا کرشمہ سمجھتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ تم اپنی عقل سے زیادہ کسی چیز کے قائل نہیں۔ بتاؤ تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ تمہیں ہم غرناطہ بھیجنا چاہتے ہیں۔‘‘

’’غلام کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ابوالحسن نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کے بعد غلام کو یہ معلوم ہوا کہ شہنشاہ والاتبار نے امراء کا یہ اجلاس برخاست ہونے کے تھوری دیر بعد حضور کا ایلچی میرے پاس پہنچا۔ میرے لیے یہ سمجھنا مشکل

نہ تھا کہ ایسے حالات میں مجھ سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر ابوالحسن کے خلاف مجھے آپ کس مورچے پر بھیجنا چاہتے ہیں تو وہ صرف غرناطہ ہو سکتا ہے۔"

"تو تم نے یہ بھی سوچ لیا ہو گا کہ اس مورچے پر تمہیں کیا کرنا ہے؟"

"ہاں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ غرناطہ میں انتشار برپا کرنے کے لئے تخت کا دوسرا دعویدار پیدا کرنا ضروری ہے اور حضور کا غلام غرناطہ جا کر ہی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ دوسرا دعویدار کون ہو سکتا ہے۔"

"الزغل کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

الزغل کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے بھائی کا ساتھ دے گا۔

لیکن ـــــــ"

"لیکن کیا؟"

میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ بعض اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ابوالحسن کے اک بیٹے سے کام لیا جا سکتا ہے۔ میں سنا ہے کہ ابو عبداللہ کو یہ خدشہ ہے کہ اس کا باپ اُس کے سوتیلے بھائی کو ولی عہد بنائے گا۔ میں یہ بھی سُنا ہے کہ ابوالحسن اپنی نصرانی بیوی کو زیادہ چاہتا ہے۔"

فرڈیننڈ نے مسرت سے اُچھلتے ہوئے کہا۔ "تو پھر تم کس بات کا انتظار کرر ہے ہو۔ اگر عبداللہ کو خدشہ ہے تو ہم اُس کا خدشہ یقین میں تبدیل کر سکتے۔ ہو تو کل ہی روانہ ہو جاؤ۔" جب تک کہ میں آپ کی افواج کے لئے شہر کے تمام دروازے نہیں کھول دیتا۔ وہاں مجھ پر معمولی شبہ میرے ارادوں کو خاک میں ملا دے

گا۔اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو ایک پناہ گزیں ثابت کر کے سرحد عبور کروں۔غرناطہ پہنچ کر مجھ سے زیادہ میری بیوی اور میری لڑکیاں آپ کی حکومت کے مظالم کی داستانیں بیان کریں،تا کہ ہم پر کوئی شک نہ کرے۔بیوی کو میں اس لئے بھی لے جانا چاہتا ہوں کہ اُس کی وساطت سے ابوالحسن کے حرم تک میری رسائی آسان ہو جائے گی۔"

فرڈی نینڈ نے کہا۔"ابو داؤد تم یقین رکھو کہ تمہاری خدمات فراموش نہیں کی جائیں گی۔ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم غرناطہ میں ہمارے پہلے گورنر ہو گے اور جب تک اندلس کا تخت ہمارے خاندان کے قبضہ میں رہے گا غرناطہ گورنری تمہارے خاندان کے قبضہ میں رہے گی۔اگر چاہو تو میں تحریر دینے کے لئے تیار ہوں۔"

"خادم کے لئے حضور کی زبان تحریر سے کم نہیں۔"

"بہت اچھا تم علی الصباح مجھ سے ملو۔غرناطہ کی مہم کے لئے تمہاری تمام ضروریات شاہی خزانے سے مہیا کی جائیں گی۔"

(۳)

بارش زوروں پر تھی۔چار گھوڑوں کی ایک بگھی کیچڑ سے لت پت فرڈینینڈ کی مملکت کے ایک سرحدی قلعے کے دروازے سے پر آ کر رُکی۔قلعے کے محافظ جو دروازے پر انتظار کر رہے تھے بھاگتے ہوئے باہر نکلے اور اور بگھی کے گرد جمع ہو گئے

۔

ایک نوجوان نے جو اُن کا افسر معلوم ہوتا تھا آگے بڑھ کر بگھی کا دروازہ کھولا اور اندر جھانکنے کے بعد ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا۔"مجھے آپ کے متعلق گورنر کی ہدایات جھانکنے کے بعد ادب سے سلام کرتے ہوئے۔کہا۔"مجھے آپ کے

متعلق گورنر کی ہدایات موصول ہو چکی ہیں۔آپ کے لئے تازہ دم گھوڑے تیار ہیں لیکن بارش کے اس طوفان میں بگھی کا سفر شاید آپ کے لئے تازہ دم گھوڑے تیار ہیں لیکن بارش کے اس طوفان میں بگھی کا سفر شاید آپ کے لئے تکلیف دہ ہو۔اس لئے اگر آپ مناسب سمجھیں تو کم از کم بارش بند ہونے اور پہاڑی ندی نالوں کا پانی اُترنے تک یہاں قیام فرمائیں۔آپ کا کھانا تیار ہے۔"

ابو داؤد نے باہر جھانکتے ہوئے جواب دیا۔"میرے سفر کے لئے یہ موسم بہترین ہے ہم یہاں سے کھانا کھاتے ہی چل پڑیں گے۔میں تمہیں اپنے سفر کے سلسلہ میں چند ہدایات بھی دینا چاہتا ہوں۔"

"ہم دل و جان سے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔آیئے۔"

ابو داؤد کے ساتھ اس کی بیوی اور دو نوجوان لڑکیاں بگھی سے اُتریں۔ایک لڑکی جس کا نام انجلا تھا۔دوسری لڑکی سے عمر میں دو تین برس چھوٹی معلوم ہوتی تھی۔اس کا گول چہرہ، نیلی آنکھیں اور سنہرے بال بالکل اپنی ماں کی طرح تھے۔اس کے خدوخال میں بھی اس کی ماں کے گزرے ہوئے شباب کا عکس نظر آتا تھا۔

دوسری لڑکی کا نام ربیعہ تھا۔وہ انجلا کی سوتیلی بہن تھی۔

ربیعہ کی سیاہ اور چمک دار آنکھیں اپنی سوتیلی ماں اور بہن دونوں سے مختلف تھیں وہ قد میں بھی ان دونوں سے قدرے لمبی تھی۔اس کے چہرے کی سفیدی میں ہلکی سی سُرخی دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا۔کہ مصورِ فطرت نے دُودھ اور شہد گھول کر اس میں تھوڑا سا گلابی رنگ ملا دیا ہے۔چہرے کے خدوخال میں سنجیدگی اور شوخی کے امتزاج نے اُسے نسوانی حسن اور وقار کی ایک بہترین تصویر بنا دیا تھا۔

ربیعہ اور انجلا کی شکلوں میں ایک معمولی مشابہت تھی۔۔ایسی مشابہت جسے

محسوس کیا جاسکتا ہے لیکن بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔ دونوں لڑکیاں حسین تھیں۔ انجلا کا حسن اگر لالہ ءصحرا کا قہقہہ تھا تو ربیعہ کی سنجیدگی میں ایک نیم واکلی کی مسکراہٹ تھی۔

فوجی افسر کی راہنمائی میں یہ لوگ قلعے کے ایک کمرے میں داخل ہوئے اور کھانے کی میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

نوکروں نے پر تکلف کھانے چاندی کے برتنوں میں لاکر میز پر رکھ دئے۔ ابو داؤد کا اشارہ پا کر فوجی بھی اُن کے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کھانے کے دوران میں ابو داؤد نے اُس سے سوال کیا۔ ”یہاں سے غرناطہ کی پہلی چوکی کتنی دور ہوگی؟“

افسر نے جواب دیا ”کوئی آٹھ کوس۔ لیکن کوئی تین کوس چلنے کے بعد آپ اُن کی حدود میں داخل ہوجائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ اگر میں ان کی چوکی کے افسر کو لکھوں تو وہ سرحد سے آگے آپ کی حفاظت کا انتظام کردیں گے۔ لیکن گورنر نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں انہیں کچھ نہ بتاؤں۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ”گورنر نے میری ہدایت پر عمل کیا ہے۔ میں ان کی حدود میں بادشاہ سلامت کے سفیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان پناہ گزین کی حیثیت سے داخل ہونا چاہتا ہوں۔“

”میرے خیال میں اگر آپ انہیں یہ دھوکہ چاہتے ہیں تو یہ بگھی اور یہ سڑک چھوڑ کر پیدل یا گھوڑوں پر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے ورنہ انہیں یہ غلط فہمی نہیں ہوگی اور اس سڑک پر آپ کی بگھی ہماری نگاہوں سے بچ کر نکل آتی ہے۔“

میرا خیال ہے کہ غرناطہ اور قسطلہ کے تاجران راستوں پر بلا روک ٹوک سفر کرتے ہیں تاہم میں نے جو تجویز سوچی ہے وہ کافی حد تک کامیاب رہے گی۔ تم

اپنے بیس سواروں کو تیاری کا حکم دو اور اُنہیں یہ ہدایت کرو کہ وہ ہماری بگھی کے پیچھے پیچھے چلتے رہیں اور جب ہم غرناطہ کی سرحد کے قریب پہنچ کر بگھی کی رفتار تیز کر دیں تو وہ یہ ظاہر کریں کہ وہ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ جب غرناطہ کی چوکی کے سپاہی یہ دیکھیں گے کہ عیسائی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔

تو وہ یقیناً مداخلت کریں گے۔ ہمیں اُن کی پناہ مل جائے گی اور تمہارے سپاہی اُن کے ساتھ معمولی مڈبھیڑ کے بعد لوٹ آئیں گے۔''

''تجویز تو بہت اچھی ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ راستہ بہت خراب ہے اور اس دوڑ میں آپ کی بگھی کو کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔''

ابوداؤد نے جواب دیا۔''ایسے معاملات میں معمولی حادثات کا خیال نہیں کیا جاتا اگر کوچوان زخمی ہو جائے یا گھوڑے کو ایک آدھ تیر لگ جائے تو یہ بھی معمولی بات ہوگئی۔''

''بہت اچھا میں خود اس کام میں سپاہیوں کا ساتھ دوں گا۔''

فوجی افسر کے حکم پر ایک نوکر قلعے کے ایک سپاہی کو بُلا لایا۔ افسر نے سپاہی سے کہا تم بیس سواروں کو تیار ہونے کا حکم دو ہم ایک مہم پر جا رہے ہیں۔''

اِس کے بعد وہ ابوداؤد کی طرف متوجہ ہوا اور بالا'' آپ نے سرحدی عقاب کے متعلق کچھ سنا ہے؟''

ان الفاظ پر ابوداؤد کی بیوی اور اُس کی لڑکیاں چونک کر افسر کی طرف دیکھنے لگیں ابوداؤد نے اطمینان سے جواب دیا۔''ہاں میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے لیکن میرے خیال میں اس کا علاقہ یہاں سے کافی دور ہے۔''

''اُس کا علاقہ تو کافی دور ہے لیکن اُسے کے ساتھی تین بار ہمارے گھوڑے

چھین کر لے گئے ہیں۔‘‘

’’کب؟‘‘ انجلا نے سوال کیا۔

’’گذشتہ سال۔ اس سال اس نے ہماری طرف توجہ نہیں کی لیکن پچھلے سال اُس نے ایک ہفتہ کے لئے۔ اس قلعے پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔‘‘

انجلا نے سوال کیا۔ ’’تو تم نے اُسے ضرور دیکھا ہوگا۔ وہ کیسا ہے؟‘‘

’’اُس نے ہمارے سامنے چہرے سے نقاب نہیں اُتارہ لیکن اُس کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی عمر زیادہ نہیں۔‘‘

میریا نے سوال کیا۔ ’’تو پھر قلعے سے تم نے اُسے کیسے نکالا؟‘‘

’’وہ خود چلا گیا تھا۔ اُسے فقط ہمارے فالتو غلّے اور گھوڑوں کی ضرورت تھی۔‘‘

انجلا نے کہا۔ ’’میں نے سُنا ہے کہ وہ بہت ظالم ہے۔‘‘

افسر نے جواب دیا۔ ’’اُس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ظالم نہیں۔ وہ نہتوں اور بیکسوں پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ گرے ہوئے دشمن پر وار نہیں کرتا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ہماری سلطنت کا بدترین دشمن ہے لیکن وہ ایک شریف دشمن ہے۔‘‘

ابوداؤد نے کہا۔ ’’میں تمہاری حق گوئی کی داد دیتا ہوں۔ تمہاری طرح کاؤنٹ سینٹ یاگو بھی اس کی شرافت کا مداح ہے۔‘‘

انجلا نے کہا۔ ’’ابا جان! اگر ہمیں راستے میں وہ مل جائے تو مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیں آگے پہنچانے کے لئے اپنے بہترین گھوڑے مہیا کرے گا۔‘‘

ربیعہ نے سوال کیا ’’یہ نام اُسے کاونٹ سینٹ یاگو نے دیا تھا اور اس کی وجہ ہے کہ تندی، تیزی اور ہوشیاری میں وہ عقاب سے کم نہیں۔‘‘

ابوداؤد نے سوال کیا۔ ’’کیا یہ درست ہے کہ وہ مغیرہ کا بیٹا ہے؟‘‘

''اُس کے متعلق لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ وہ مغیرہ کا بیٹا ہے'

بعض کا یہ خیال ہے کہ کوئی مراکشی ہے۔''

ابوداؤد نے کہا''ہمیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے؟''

فوجی افسر نے سوال کیا۔''کیا بادشاہ سلامت اس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔''ابوداؤد نے جواب دیا۔''اس کی قوت اتنی بڑی نہیں کہ بادشاہ سلامت بذات خود اس پر چڑھائی کا ارادہ کریں۔اس کے لئے فقط ایک ہوشیار آدمی کی ضرورت ہے جو اس کے طریق جنگ سے واقف ہو۔''

(۴)

بارش اسی طرح زوروں پر تھی۔کوئی اڑھائی کوس معمولی رفتار سے چلنے کے بعد ابوداؤد نے کوچوان کو بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔پیچھے آنے والے سواروں نے اپنے افسر کا اشارہ پا کر اپنے گھوڑے روک لئے جب بگھی کوئی ایک میل دُور نکل گئی تو انہوں نے گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ دیا۔

وادی کے نشیب میں سڑک کے بعض حصے پانی میں غائب ہو رہے تھے اس لئے کوچوان ابوداؤد کے اصرار کے باوجود کسی حد تک احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ جب بگھی اور تعاقب کرنے والوں میں فاصلہ بہت کم رہ جاتا تو سوار بگھی کو آگے نکل جائے کا موقع دینے کے لئے اپنی رفتار کم کر دیتے۔

سیلاب کے باعث سڑک کئی جگہ سے ٹوٹ چکی تھی۔راستے کے پتھروں اور گڑھوں میں احتجاج کر رہی تھیں۔خود ابوداؤد کا سر بار بار اپنی بیوی اور لڑکیوں سے ٹکرا چکا تھا لیکن وہ اینجلا کی چیخوں اور اپنی بیوی کے واویلا سے قطعاً بے پروا نظر آتا

تھا۔ایک دفعہ بگھی پانی میں ڈوبی ہوئی سڑک کے کسی پتھر سے ٹکرا اُچھلی اور چیختی چلاتی میریا کا سر چھت سے جا ٹکرایا۔وہ چلائی ”بگھی کو روکنے کا حکم دو ورنہ میں دروازہ کھول کر چھلانگ لگا دوں گی۔تم وحشی ہو۔تم آج میری بچی کی جان لے کر رہو گے۔میں جانتی ہوں تمہاری نیت ٹھیک نہیں۔تم غرناطہ پہنچنے سے پہلے ہم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو۔خدا کے لئے بگھی کو روکو۔“

ایک اور زبردست جھٹکے کے ساتھ ربیعہ اور انجلا کے سر آپس میں ٹکرا گئے۔ انجلا نے دہائی مچائی تو ابو داؤد نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اپنی ماں کی طرح اتنی کم حوصلگی کا ثبوت دو گی تو میں تمہیں اپنے ساتھ نہ لاتا۔ربیعہ کی طرف دیکھو اس کے منہ سے شکایت کا ایک لفظ بھی نہ نکلا۔“

ابو داؤد کا یہ کہنا تھا کہ میریا اور انجلا ربیعہ پر برس پڑیں۔

میریا نے کہا۔”ربیعہ کو اپنے ہم مذہب اور ہم قوم لوگوں کے پاس جانے کی خوشی ہے۔“

انجلا چلائی۔”ربیعہ کو یہ بھی یقین ہے کہ حادثہ پیش آنے پر آپ سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔

ربیعہ نے ان کے طعن و تشنیع سے بے پروائی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔”ابا جان! انجلا اور امی جان کو کیوں پریشان کرتے ہیں۔آپ بگھی کو روکنے کا حکم دیں۔“

ابو داؤد نے کہا”میریا! ذرا ہمت سے کام لو۔ہم غرناطہ کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔ان کے آدمی ہمیں اس حالت میں دیکھتے ہی مداخلت کے لئے آئیں گے۔گھر میں جب میں نے یہ تجویز تمہارے سامنے بیان کی تھی تم خوشی سے اُچھل

پڑی تھیں۔اب اتنی سی تکلیف سے گھبرا گئیں۔انسان کو دُنیا میں عزّت اور اقتدار کے لئے بڑے بڑے خطرناک مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔“

میریا نے چلا کر کہا۔”عجیب احمق ہو تم، بھلا اس طوفان میں کون تمہاری راہ دیکھ رہا ہو گا۔وہ بڑے مزے سے اپنی اپنی قیام گاہ میں بیٹھے ہوں گے۔“

ابوداؤد نے کہا۔”پھر بھی یہ ضروری ہے کہ کم از کم اُن کی چوکی تک ہم اسی طرح جائیں۔اس کے بغیر ہم انہیں یہ یقین نہیں دلا سکتے کہ ہم مفرور ہیں اور بادشاہ کے سپاہی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔“

بگھی اب ایک پہاڑی کی بلندی کی طرف نسبتاً ہموار سڑک پر جا رہی تھی۔اس لئے میریا اور اینجلا کی زبانیں اگرچہ اب بھی چل رہی تھیں لیکن اُن کو جوش و خروش کم ہو رہا تھا۔

کوچوان چلایا۔”میں نے ایک سوار دیکھا ہے۔“

”بس اب کام بن گیا اور ابھی اپنے ساتھیوں کو خبردار کرے گا۔“

یہ کہتے ہوئے ابوداؤد نے بگھی کی کھڑکی سے سر نکال کر پیچھے کی طرف جھانکا اور پیچھے آنے والے سواروں کو ہاتھ کا اشارہ دیا۔ساتھ ہی اُس نے کوچوان کو بگھی زیادہ تیز کرنے کی ہدایت کی۔

تھوڑی دیر بعد جب بگھی پہاڑی سے نیچے اُتر رہی تھی۔کوچوان بلند آواز میں چلاتا ہے”وادی کے نشیب میں پانی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔سڑک کا کوئی نشان تک نظر نہیں آتا بگھی کو اندھا دھند آگے لے جانا خطرناک ہو گا۔“

ابوداؤد نے کہا۔”احتیاط ضرور کرو لیکن بگھی کو روکو نہیں۔تمہیں دُگنا انعام دیا جائے گا۔“

میریا اور انجلا نے پھر انسان سر پر اٹھالیا۔ابوداؤد نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”کوچوان بے وقوف نہیں۔وہ نشیب میں پہنچ کر خودبخود رفتار کم کردے گا۔“

ابوداؤد نے دوبارہ پیچھے کی کھڑکی سے سر نکال کر تعاقب میں آنے والے سواروں کو اشارہ کیا اور انہوں نے گھوڑوں کی رفتار کم کردی۔

وادی کا نشیب ایک اچھی خاصی ندی معلوم ہوتا تھا لیکن کوچوان نے زیادہ انعام کی خاطر اپنے سینے پر نشان صلیب بناتے ہوئے گھوڑے پانی میں ڈال دئے لیکن چند گز آگے جانے کے بعد بگھی سڑک سے اُتر گئی اور اگلے دو گھوڑے کسی پتھر سے ٹھوکر کھانے کے بعد گر پڑے۔بگھی کے اچانک رُکنے سے اگلے سرے پر بیٹھا ہوا کوچوان اُچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر گرا اور وہاں سے لڑھکتے ہوئے پانی میں آرہا۔ ایک ثانیہ کے بعد چاروں گھوڑے پھر بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔پانی زیادہ گہرا نہ تھا۔گھوڑے کسی اور حادثہ کے بغیر نشیب سے گزر کر سڑک پر پہنچ گئے۔

ایک اور ٹیلہ عبور کرنے کے بگھی ایک وسیع میدان میں داخل ہوئی۔ابوداؤد کو اندر بیٹھے ہوئے یہ خبر نہ تھی کہ بگھی اپنے کوچوان سے محروم ہوچکی ہے۔تاہم جب گھوڑوں نے سڑک تو اُس نے کوچوان کو آوازیں دیں۔کوئی جواب نہ پاکر اس نے بگھی کا دروازہ کھولا۔

اور باہر جھانکنے لگا۔کوچوان غائب تھا۔سامنے کچھ فاصلے پر گنجان درخت تھے اور بگھی کے راستے میں ایسے پتھر تھے جن کے ساتھ ٹکرا ان سب کی ہلاکت کا باعث ہوسکتا تھا۔

پیچھے آنے والے سوار اتنی دور تھے کہ ان گھوڑوں کو گھیر کر روکنا مشکل تھا

اچانک سامنے جنگل سے تیس چالیس سواروں کا دستہ نمودار ہوا اور اُن کے برق رفتار گھوڑے آن کی آن میں بگھی کے قریب پہنچ گئے ۔ سب سے آگے مشکی گھوڑے پر ایک نقاب پوش تھا جس کی سفید قبا ہوا میں لہرا رہی تھی ۔ نقاب پوش کے اشارے پر باقی تمام سوار نیزے بلند کر کے اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے بگھی کے پیچھے آنے والے سواروں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے بگھی کی طرف چند تیر چلانے کے بعد گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں ۔

نقاب پوش نے بگھی کو کوچوان کے بغیر دیکھ کر اپنے گھوڑے بگھی کے تعاقب میں چھوڑ دیا ۔

اور اگلے گھوڑوں میں سے ایک کے قریب پہنچ کر اپنا گھوڑا اس کے ساتھ ملانے کے بعد اس پر چھلانگ لگا دی ۔ ابھی وہ سنبھلنے نہ پایا تھا کہ بگھی کا ایک پہیہ پتھر کے ساتھ ٹکرا ٹوٹ گیا اور بگھی ایک طرف کو اُلٹ گئی ۔ گھوڑوں کی باگیں پاؤں میں آ کر ٹوٹ چکی تھیں لیکن منہ میں لگا میں موجود تھیں ۔ نقاب پوش نے ہاتھ بڑھ کر پہلے ایک اور پھر دوسرے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور انہیں اپنی پوری قوت سے روکنے کی کوشش کی ۔ گھسٹتی لڑھکتی اور پتھروں کے ساتھ ٹکراتی ہوئی بگھی رک گئی ۔

تھوڑی دیر بعد جب اس نقاب پوش کے ساتھی بگھی کا تعاقب کرنے والوں کو مار بھگانے اور ایک پریشان حال کوچوان کو گرفتار کرنے کے بعد واپس آئے تو اس نے ٹوٹی ہوئی بگھی کے پاس کراہنے والے مسافروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ '' مجھے افسوس ہے کہ میں انہیں زخمی ہونے سے نہ بچا سکا ۔ تاہم مجھے اُمید ہے کہ ان کی جانیں ضرور بچ جائیں گی بگھی کے اندر ان کا ایک صندوق بھی پڑا ہے اُسے اُٹھا لو ۔

ابو داؤد نیم بے ہوشی کی حالت میں آنکھیں کھولنے کے بعد اُٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنی خون آلود پیشانی پر ہاتھ پھیرنے کے بعد نقاب پوش اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے نحیف آواز میں ''شکریہ'' کہنے کے بعد اپنی بیوی اور لڑکیوں کی طرف متوجہ ہوا۔

''میریا! ربیعہ!!!'' اس نے یک بعد دیگر تینوں کو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

میریا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ اور دہشت و سراسیمگی کی حالت میں پھر بند کر لیں۔ ایک لمحہ کے بعد اس نے پھر آنکھیں کھولیں اور ''انجلا'' کہتی ہوئی اپنی بیٹی کو جھنجوڑنے لگی انجلا کے نچلے ہونٹ اور کنپٹی سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ چند بار کراہنے کے بعد اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

اُن کا میزبان

(۱)

ربیعہ ہوش میں آ کر آنکھیں کھولیں تو شمع کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ وہ ایک کشادہ کمرے میں لیٹی ہوئی ہے۔ اس کے بستر کے قریب ایک کرسی پر ابو داؤد اور دوسری کرسی پر ایک اجنبی نوجوان بیٹھا ہوا ہے۔ بیٹی کو ہوش میں دیکھ کر ابو داؤد آگے جھکا اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

ربیعہ! میری بیٹی!!''

ربیعہ نے سہمی ہوی آواز میں پوچھا۔ ''میں کہاں ہوں؟''

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ''بیٹی! ہم ایک نہایت محفوظ مقام پر پہنچ چکے ہیں اور ایک ایسے شخص کے مہمان ہیں جس کی پناہ میں ہمیں کوئی خطرہ نہیں اور یہ تمہارے طبیب ہیں۔''

کمرے کے دوسرے حصے میں ایک بستر پر میریا لیٹی ہوئی تھی۔ دوسرے پر انجلا تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ ربیعہ نے اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے باپ سے پوچھا۔

''وہ کیسی ہیں؟''

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ''وہ ٹھیک ہیں۔''

ایک اور نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ ربیعہ کی نگاہیں تھوڑی دیر کے لئے اس پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ابو داؤد کھڑا ہو گیا۔

''آپ بیٹھے!'' نوجوان نے آگے بڑھ کر بے تکلفی سے ابو داؤد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں یہ دیکھنے آیا تھا کہ آپ کی بیٹی کی طبیعت کیسی ہے؟''

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ''اس نے ابھی ابھی آنکھیں کھولی ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے۔''

نوجوان نے جواب دیا۔ ''کاش آپ جیسے مہمان کو ٹھہرانے کے لئے ہمارے پاس اس سے زیادہ موزوں جگہ ہوتی۔''

اینجلا اپنے بستر سے اُٹھی اور چپکے سے آ کر ربیعہ کے سرہانے بیٹھ گئی۔ ''ربیعہ! تمہاری طبیعت کیسی ہے؟'' اس نے پیار سے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں اچھی ہوں، سر اور ٹانگ میں درد ہے۔ امی جان کیسی ہیں؟''

''وہ ٹھیک ہیں۔''

پہلا نوجوان جواُن زخمیوں کے لئے طبیب کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ بولا میرا خیال ہے کہ ابھی ان کا باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔ میں انہیں نیند کی دوا پلا دیتا ہوں، ان کے لئے مکمل آرام بہت ضروری ہے۔''

دوسرے نوجوان نے عربی زبان میں سوال کیا۔ ''ان کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟''

طبیب نے جواب دیا۔ ''میں صبح تک صحیح رائے دے سکوں گا۔ بہر حال تشویش کی کوئی بات نہیں۔

ابو داؤد نے سوال کیا۔ ''آپ کے خیال میں یہ کب تک تندرست ہو جائے گی؟''

انہیں بہت جلد آرام آ جائے گا اور میرے خیال میں آپ کو بھی آرام کرنا چاہیے۔''

اگلے دن جب ربیعہ ایک لمبی کے بعد بیدار ہوئی تو انجلا کمرے کی کھڑکی کے سامنے کھڑی باہر جھانک رہی تھی۔ میریا بستر پر تکیئے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

''انجلا! انجلا!!'' ربیعہ نے اُسے آہستہ سے آواز دی۔

انجلا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور اُس کے قریب آبیٹھی۔

ربیعہ نے کہا۔''انجلا رات کے وقت یہاں تم نے دو اجنبی دیکھے تھے؟''

انجلا نے جواب دیا۔''میں ابھی کھڑکی کے سامنے کھڑی اُنہیں دیکھ رہی تھی۔

''مجھے شک ہو رہا تھا کہ میں شاید کوئی خواب دیکھا ہے۔''

انجلا نے کہا۔''اگر تمہیں یہ علم ہو کہ اس وقت کہاں ہیں تو تم یہ کہو کہ ہم جاگتے میں بھی ایک خواب دیکھ رہی ہیں۔''

ربیعہ نے کہا۔''میں شاید ۔۔۔۔ بگھی سے گر کر بے ہوش ہوگئی تھی۔ لیکن یہ حادثہ دوپہر کے تھوڑی دیر بعد پیش آیا تھا۔ اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو شاید رات کا وقت تھا۔ کمرے میں شمع جل رہی تھی۔ میرے خیال میں ہم غرناطہ کی فوجی چوکی میں ہیں۔''

''نہیں ہم اس سڑک سے کئی کوس دور پہنچ چکے ہیں۔ تمہیں بے ہوشی کی حالت میں ہمارے ساتھ یہاں لایا گیا تھا۔ ربیعہ تم ہمیشہ یہی کہا کرتی ہو کہ میرے دل میں تمہارے لئے کوئی ہمدردی نہیں۔ لیکن مریم مقدس کی قسم! میں سارا راستہ تمہارے لئے روتی رہی ہم یہاں آدھی رات کے وقت پہنچے ہوں گے۔ جو شخص تمہارا علاج کر رہا ہے اس کے متعلق ابا جان کا خیال ہے کہ وہ ہسپانیہ کا بہترین جراح ہے''

''لیکن اس وقت ہم ہیں کہاں؟''

''ربیعہ! تم سن کر یقین نہیں کرو گی ہم اس وقت عقاب کی وادی میں ہیں۔''

''عقاب کی وادی میں؟ نہیں تم مذاق کرتی ہو۔'' ربیعہ نے اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن اپنے دُکھتے ہوئے سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر لیٹ گئی۔ انجلا! انجلا!! سچ بتاؤ مجھے پریشان نہ کرو۔''

''سچ تو کہہ رہی ہوں۔''

''لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔''

''ربیعہ! تم یہ بھی نہیں مانو گی کہ تم سرحدی عقاب کو دیکھ چکی ہو۔ اور صرف دیکھ ہی نہیں چکی بلکہ۔ مجھے ڈر ہے کہ تم لڑ پڑو گی۔ لیکن مریم کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتی۔ تمہیں چند ساعت اس کے قریب رہنے کا شرف بھی حاصل ہو چکا ہے۔''

''کیا مطلب'' ربیعہ نے بدحواس ہو کر سوال کیا۔

''میرے مطلب ہے کہ تم اپنی زندگی کے چند قیمتی لحات اس کے ساتھ گزار چکی ہو۔''

''امّی! امّی!! انجلا کو منع کیجیے۔''

میریا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''انجلا درست کہتی ہے لیکن اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ تم بے ہوش تھیں۔''

ربیعہ عاجز سی ہو کر انجلا کی طرف دیکھنے لگی۔ انجلا نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ ''ربیعہ! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ وہ تمہیں گھوڑے پر اپنے ساتھ بٹھا کر یہاں لایا تھا۔ اگر تمہاری جگہ میں بے ہوش ہوتی تو میرے ساتھ بھی یہی ہوتا۔ میرا خیال تھا کہ عقاب کوئی پرلے درجے کا وحشی آدمی ہوگا لیکن وہ تو شاید کوئی فرشتہ ہے۔ ابا جان تمہیں ہوش میں لانے سے نا اُمید ہو چکے تھے لیکن اُس نے ایک لمحہ کے لئے تمہاری نبض پر ہاتھ رکھا اور تمہیں اُٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈال لیا اور ابا جان

کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”میں اس اندلس کے بہترین جراح اور طبیب کے پاس لے جا رہا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ اس جان بچ جائے گی۔ آپ میرے آدمیوں کے ساتھ چلے آئیں۔ مجھے اپنے دوست سمجھیں اور ابا جان نے کہا۔ میں یہ نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں لیکن اگر آپ میری لڑکی کی جان بچا سکیں تو میرا سونے اور جواہرت سے بھرا ہوا صندوق آپ کا ہے۔“

اُس نے کہا۔ ”آپ مجھے نیکی کی قیمت وصول کرنے والوں میں شمار نہ کریں۔ میرے آدمی آپ کے سونے اور جواہرات کی بھی حفاظت کریں گے۔“ یہ کہہ کر اُس نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ ہم جب آدھی رات کو یہاں پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ تم ہم سے بہت پہلے یہاں پہنچ چکی ہو۔“

”اچھا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ سرحدی عقاب ہے۔“

”ابھی تمہارے جاگنے سے تھوڑی دیر پہلے ابا جان یہ بتا گئے ہیں۔“

”تو کیا وہ نقاب پوش جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر ہماری بگھی کے گھوڑے روکے تھے، سرحدی عقاب تھا۔“

ہاں اور رات کے تیسرے پہر جب تمہیں ہوش آیا تو وہ تمہاری مزاج پرسی کو آیا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ دو تین بار تمہارے متعلق پوچھنے کے لئے آ چکا ہے۔ آج صبح بھی وہ آیا تھا۔ اس کے سپاہیانہ لباس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی مہم پر جا رہا ہے۔ اُس نے ابا جان سے بھی کہا تھا کہ میں شاید شام تک نہ آؤں اور تمہارا طبیب تو شاید ساری ات اس کرسی پر ابیٹھا رہا ہے۔ جب میں اٹھی تھی تو وہ تمہاری نبض دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ نے پوچھا۔ ”ابا جان کہاں ہیں؟“

انجلا نے پوچھا۔ ”ابا جان کہاں ہیں؟“

انجلا نے جواب دیا۔ ''وہ دوسرے کمرے میں طبیب کے ساتھ کوچوان کو دیکھنے گئے ہیں۔اس بےچارے کو کافی چوٹیں آئی ہیں۔''

(۲)

تین دن بعد ربیعہ کے سر کی تکلیف قدرے کم ہوچکی تھی لیکن گھٹنے میں درد کے باعث وہ سہارے کے بغیر چلنے کے قابل نہ تھی۔وہ شہسوار جس نے اُس کی جان بچائی تھی اور وہ طبیب جو اُس کا علاج کرر ہاتھا بدر بن مغیرہ اور بشر بن حسن تھے۔ابو داؤداس بات پر حیران تھا کہ سرحدی عقاب اُن کی مدد کے لئے اچانک وہاں کیسے پہنچ گیا۔گزشتہ تین دن میں اس نے بدر بن مغیرہ کے سامنے فرڈی نینڈ اوراس کے حکام کے مظالم کی داستانیں بیان کر کے کسی حد تک اس کا اعتماد کرلیا تھا۔نماز جمعہ کے بعد اس نے بدر بن مغیرہ کے ساتھیوں کے سامنے ایک پر جوش تقریر کی اور اُندلس میں عیسائیوں کے محکوم مسلمانوں کی تباہ حالی کی اس قدر دردناک تصویر پیش کی کہ سامعین پر رقت طاری ہوگئی۔پھر اُس نے اُندلس میں مسلمانوں کے ماضی کی روح پرور داستانیں سنائیں۔بدر بن مغیرہ اوراس کے ساتھیوں کی جنگ آزادی کی دل کھول کر تعریف کی اوراختتام پر یہ کہا ''ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔اگر ہم نے متحد اور منظم ہوکر فرڈی نینڈ کے خلاف فیصلہ کن جنگ نہ لڑنے کا فیصلہ نہ کیا ہم آہستہ آہستہ مٹا دئے جائیں گے۔تمہارے لئے میرا یہی پیغام ہے کہ بزدلی کی زندگی سے بہادری کی موت بہتر ہے اور یہی پیغام میں اہل غرناطہ کے پاس لے کر جارہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ابوالحسن ہماری مظلومیت کا حال سُن کر دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کا اعلان کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔''

تقریر کے بعد جب وہ بدؔر اور بشیؔر کے ساتھ اپنی قیام گاہ کی طرف واپس آرہا

تھا تو بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ’’مجھے یقین ہے کہ غرناطہ میں رہ کر آپ مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک سکیں گے۔‘‘

ابو داؤد نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ ’’میں اپنا فرض پورا کروں گا۔ لیکن لوگ ایک اجنبی کی باتوں پر زیادہ توجہ نہیں دیا کرتے۔‘‘

بشیر نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ’’اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں ایک سوال پوچھنے کی جرأت کروں‘‘ ابو داؤد نے جواب دیا۔ ’’اگر آپ بھی مجھ سے کچھ پوچھتے ہوئے ہچکچائیں تو یہ مجھ پر ظلم ہوگا۔‘‘ بشیر نے کہا ’’آپ کو خدا نے دین کے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے اور آپ اتنے باعمل ہیں کہ آپ کو خدا نے دین کے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے اور آپ اتنے باعمل ہیں کہ آپ رات کے وقت تہجد کے لئے بھی اُٹھتے ہیں اور آپ کی زبان میں جادو ہے لیکن ایک بات پر حیران ہوں کہ۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔‘‘

ابو داؤد نے اس کا فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ’’آپ حیران ہیں کہ ان سب باتوں کے باوجود میری اپنی بیوی اور لڑکی عیسائی مذہب پر قائم ہیں۔ یہی کہنا چاہتے تھے نا آپ؟‘‘

بشیر نے حیران ہو کر کہا۔ ’’ہاں میں یہی پوچھنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پاس اس کی معقول وجہ ہوگی۔‘‘

’’اس کی ایک وجہ ہے کہ لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ وہ معقول ہے۔ اس کے متعلق آپ جیسے مجاہدوں کا فتویٰ زیادہ صحیح ہوگا۔ یہ میری دوسری بیوی ہے۔ پہلی بیوی ایک مسلمان تھی اور اس کی لڑکی بھی مسلمان ہے۔ لیکن میری یہ بیوی مرسیہ کے ایک عیسائی خاندان سے ہے اور اس کے ساتھ شادی سے قبل مجھے اس بات کا علم تھا کہ

میں شادی کے بعد عیسائیوں کی سلطنت میں رہ کر اسے تبدیلی مذہب پر آمادہ نہیں کرسکتا۔اس کے باوجود میں نے اس کے ساتھ اس لئے شادی کی کہ میں عیسائیوں کی حکومت میں ایک آزاد خیال مسلمان سمجھا جاؤں ۔میں اپنی قوم کی مظلومیت اور ذلّت برداشت نہیں کرسکتا تھا۔میں انہیں ایک انقلاب کے لئے آمادہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے عیسائی بیوی کو اپنے لئے ڈھال بنایا۔آج تک میں نے اپنے مقاصد اس پر ظاہر نہیں ہونے دیے ۔یہاں تک کہ وہ بھی مجھے اندلس کے ان ہزاروں مسلمانوں سے مختلف خیال نہیں کرتی جو مذہب سے بہت دُور جا چکے ہیں بلکہ اپنے ہم مذہبوں میں جا کر وہ کہتی ہے کہ میں اسلام کی نسبت عیسائیت سے زیادہ قریب ہوں۔

ان باتوں سے میں نے فائدہ اُٹھایا ہے کہ میں کئی شہروں میں مسلمانوں کی انقلابی جماعتیں تیار کر چکا ہوں ۔آپ حیران ہوں گے کہ میں گزشتہ دس سال سے قسطلہ میں ہوں ۔

بڑے بڑے عیسائی امراء کے گھروں تک میری رسائی ہے لیکن آج تک کسی کو یہ علم نہیں ہو سکا کہ میں ان کی سلطنت کے خلاف سرگرم عمل ہوں ۔آپ کو میرے طریق کار پر نکتہ چینی کرنے کا حق ہے لیکن میری نیّت خدا کو معلوم ہے ۔اس عورت کے ساتھ شادی کرنے سے قبل میں یہ محسوس کرتا تھا کہ حکومت کے جاسوس ہر وقت میرے پیچھے لگے رہتے تھے لین اس سے شادی کرنے کے بعد میری مشکلات بہت کم ہوگئی ہیں۔

اور جو کچھ میں نے گزشتہ بیس برس میں کیا ہے اس کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہوگا۔ جب ابوالحسن یا اس کے بعد غرناطہ کا کوئی اور تاجدار عیسائیوں کے خلاف اعلان جہاد کرے گا۔اب شاید آپ میرے وہاں سے فرار ہونے کی وجہ پوچھنا چاہیں ۔

میں وہاں سے اس لئے نہیں بھارکا۔ کہ حکومت کو میری سازشوں کو علم ہوگیا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ قسطلہ کے شاہی گھرانے کا ایک نوجوان میری چھوٹی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا۔ اُنہوں نے میری بیوی کو اس بات پر آمادہ کرلیا تھا اور میرے گزشتہ طرزِ عمل کے باعث میری بیوی کو یہ یقین تھا کہ میں ایک عیسائی نوجوان کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کی مخالفت نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے جب اس بات کا علم ہوا تو آپ میری حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس سے قبل میں سوچا کرتا تھا کہ میں اپنا کام پورا کرنے کے بعد غرناطہ چلا جاؤں گا اور اپنی عیسائی لڑکی اور بیوی کو مسلمان کرلوں گا۔ اب مجھے احساس ہوا کہ پانی سر سے گزر رہا ہے۔ میں ے اس رشتہ کی مخالفت کی تو مجھے یہ ڈر تھا کہ اگر انہیں معلوم ہوگیا کہ میں ہجرت کرکے غرناطہ جارہا ہوں تر میرے بیوی شاید اپنی مرضی سے میرا ساتھ نہیں دے گی اور لڑکی جو اس شادی پر رضامند نہ تھی مجھ سے زبردستی چھین لی جائے گی۔''

بشیر نے پوچھا۔ ''تو لڑکی کی شاہی گھرانے کے نواجون کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند نہ تھی۔''

''نہیں۔ اس نوجوان کی ایک آنکھ تیر لگنے سے ضائع ہوگئی تھی۔''

بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔ ''تو آپ یہاں تک کیسے پہنچے؟''

''میں نے تدبّر سے کام لیتے ہوئے اس شادی کی مخالفت ترک کردی۔ میں نے اپنے ایک دوست سے خط لکھوایا اور اس خط کو اپنے گھر بھجوانے کے لئے اُسی کے نوکر کی خدمات حاصل کیں۔ اُس نے میری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے رات کے وقت وہ خط ہمارے گھر پہنچادیا۔ اس خط میں میں نے یہ لکھوایا تھا کہ انجلا کا نانا قریب المرگ ہے اور وہ اپنی بیٹی اور نواسی کو دیکھے بغیر اس جہاں فانی سے رخصت

نہیں ہونا چاہتا۔ ایسی خبریں سننے کے بعد عورتیں عام طور پر تفصیلات میں نہیں جاتیں۔ اس خط میں چونکہ وراثت کی تقسیم کا بھی ذکر تھا، میری بیوی مرسیہ کے لمبے سفر کے لیے تیار ہوگئی۔ اینجلا کو اس شادی سے نفرت تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے علی الصباح جانے کا فیصلہ کرلیا۔ ربیعہ کو میں پہلے ہی سمجھا چکا تھا۔ چنانچہ اس نے بھی یہ کہہ دیا کہ وہ اپنی سوتیلی ماں کے باپ کی تیمارداری کے لئے ضرور جائے گی۔ لیکن ہمیں ایک اور تکلیف پیش آئی۔ رات کے وقت ہم کھانا کھانے بیٹھے تو وہ کانا آ گیا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ ہم صبح مرسیہ جانے والے ہیں تو وہ بھی ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوگیا۔ میں نے مخالفت کی لیکن تیریا نے اس کی طرفداری کرتے ہوئے کہا کہ اس کی بدولت ہمارا سفر بہت آسان ہوجائے گا اور میں نے مجبوراً ہتھیار ڈال دئے۔

علی الصباح جب ہم بگھی پر سوار ہو رہے تھے۔ وہ گھوڑا بھگاتا ہوا آیا اور ہمیں یہ خبر دی کہ وہ راستے کی چوکیوں کو ہمارے سفر کے لئے گھوڑے تیار رکھنے کی ہدایت بھجوا چکا ہے۔ راستے میں اس کی وجہ سے ہمیں کوئی تکلیف نہ ہوئی لیکن جوں جوں مرسیہ قریب آ رہا تھا میری پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس کا گھوڑا ہر وقت ہماری بگھی کے آگے یا پیچھے رہتا تھا۔

بگھی کو کوچوان میرا پرانا نوکر تھا اور اُسے میرے ارادے کا علم تھا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ اس شخص سے جان چھڑائے بغیر ہمارا غرناطہ پہنچنا ناممکن ہے۔ چنانچہ میں ایک تلخ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگیا۔ ایک دوپہر جب میری بگھی میں اونگھتے اونگھتے انجلا کی گود میں سر رکھ کر سوگئی تو میں نے انجلا سے کہا۔ ''سے کہا۔ ''انجلا! تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں کہاں لے جا رہا ہوں؟''

اُس نے جواب دیا۔ ''آپ ہمیں مرسیہ لے جا رہے ہیں اور کہاں۔''

میں نے کہا۔ ''میں تمہیں اُس شخص سے بچانا چاہتا ہوں اور اس مقصد کے لئے میں مرسیہ کی بجائے غرناطہ جا رہا ہوں۔''

اُس نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ ''ابا جان! اس کے ساتھ شادی کرنے کی بجائے میں موت کو ترجیح دوں گی۔ میں اس سے بچنے کے لئے ہر جگہ جانے کو تیار ہوں۔''

میں نہ کہا۔ ''یہاں سے تھوڑی دُور آگے غرناطہ کی سڑک اس سڑک سے الگ ہوتی ہے لیکن یہ سائے کی طرح ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اگر ہم نے راستہ بدلا تو اگلی چوکی پر ہمیں یہ روک لے گا اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا صرف ایک راستہ ہے۔''

انجلا نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''ابا جان! وہ اس وقت ہمارے پیچھے ہے۔ آپ کے پاس کمان ہے اور آپ تیر چلانا جانتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''لیکن مجھے تمہاری ماں کا ڈر ہے۔''

اُس نے کہا۔ ''امی جان سو رہی ہیں۔ آپ جلدی کیجیے۔

میں نے پچھلی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا وہ کوئی پچاس گز دور تھا اور ایک فحش گیت گاتا آ رہا تھا۔ میں نے کوچوان کو بگھی کی رفتار کم کرنے کا حکم دیا۔ جب ہمارے درمیان بہت تھوڑا فاصلہ رہ گیا تو میں نے تیر چلا دیا اور ساتھ ہی کوچوان کو بگھی تیز کرنے کی ہدایت کی۔ وہ تیر کھا کر گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ تاہم مجھے ڈر تھا کہ اگر وہ زندہ رہا تو فوراً سارے اندلس میں ہماری تلاش شروع ہو جائے گی۔ اس لئے میں نے پوری رفتار سے اپنا سفر جاری رکھا۔

جب میریا کی آنکھ کھلی تو اُسے ہم نے بتادیا کہ وہ آگے نکل گیا ہے اور اس کے بعد ہم نے اُسے یہ معلوم نہیں ہونے دیا کہ ہم راستہ بدل چکے ہیں۔ لیکن سرحد کی آخری چوکی عبور کرتے ہی مجھے اپنے پیچھے چند سوار دکھائی دئے۔ مجھے اُن کی رفتار سے شک ہوا اور میں نے کوچوان کو بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کیوجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کی وجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کی وجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی اُس وقت ٹوٹی جب آپ ہماری مدد کے لئے پہنچ چکے تھے۔ ہمیں سرحد تک پہنچے کا موقع غالباً اس لئے ملا کہ پہلے ہماری تلاش مرسیہ کی سڑک پر کی گئی ہوگی اور وہاں ہمارا سراغ نہ ملنے پر انہوں نے غرناطہ کی سڑک کی طرف توجہ کی گی یہ سب آپ کے اس سوال کا جواب ہے کہ میں نے انجلا اور میریا کو ابھی تک مسلمان کیوں نہیں بنایا۔ اب آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔''

بدر نے کہا۔'' اب آپ کو ہر بات پوچھنے کا حق ہے۔''

ابوداؤد نے کہا۔'' آپ کا علاقہ ہمارے راستے سے کافی دُور تھا۔ اگرچہ عقاب کی پرواز کہ حدود معین نہیں ہوتیں لیکن آپ ہماری مدد کے لئے وہاں اس طرح پہنچے جیسے پہلے سے وہاں تیار کھڑے تھے۔''

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔'' بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے غرناطہ کی حکومت کے ساتھ ہمارے تعلقات بڑی حد تک دوستانہ ہیں۔ انہوں نے سرحد کے کچھ علاقے کی حفاظت میرے سپرد کر رکھی ہے اور کبھی کبھی مجھے ان کی چوکیوں کا معائنہ کرنے کے لئے جانا پڑتا ہے۔ اس دن بھی میں یہ دیکھنے کے لئے نکلا تھا کہ بارش

کی وجہ سے سپاہی اپنے اپنے گوشوں میں دبک کر بیٹھے ہوئے ہیں یا اپنے پہروں موجود ہیں۔راستے میں مجھے آپ مل گئے۔میری اصل قیام گاہ یہاں سے بہت دور ہے۔یہ قلعہ جسے آپ نے رونق بخشی ہے ہمارے علاقے کے ایک سرے پر ہے۔"

ابو داؤد نے کہا۔"سرحد کی نگرانی جس شخص نے بھی آپ کو سونپی ہے میں اس کی نگاہِ انتخاب کی داد دیتا ہوں اور غرناطہ اگر اپنی تمام سرحدوں کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کو سونپ دیتو یہ اس کی خوش قسمتی ہو گی۔"

"نہیں۔میں اتنی بڑی ذمہ داری سنبھالنے کے قابل نہیں۔"

ابو داؤد نے کہا۔"غرناطہ میں میری کسی کے ساتھ واقفیت نہیں۔اگر آپ مجھے جانے سے پہلے دو چار مخلص آدمیوں کے نام بتادیں تو مجھے سہولت ہو گی۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔"میں ایک ایسے آدمی کو خط لکھوں گا جس کی بدولت آپ سارے غرناطہ سے واقف ہو جائیں گے۔لیکن میرے خیال میں آپ کو کافی دن یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔کیوں بشیر ان کی صاحبزادی کب تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گی؟"

بشیر نے جواب دیا۔"انشاءاللہ ایک ہفتے میں بالکل تندرست ہو جائیں گی۔"

(۳)

یہ قلعہ جس میں ابو داؤد، بدر بن مغیرہ کے مہمان کی حیثیت میں ٹھہرا ہوا تھا، اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بیرونی حملے سے محفوظ نہ تھا۔اس کی فصیل بھی اس قدر محفوظ نہ تھی کہ باہر سے کسی بڑے حملے کی روک تھام کر سکے۔الزغل کے ساتھ ملاقات کے بعد بدر بن مغیرہ غرناطہ کی سرحد کی چوکیوں کا معائنہ کرنے کے لئے کبھی کبھی یہاں ٹھہرا کرتا تھا۔یہ قلعہ غرناطہ کی حدود میں تھا اور قسطلہ اور غرناطہ نے چونکہ

ابھی تک ایک دوسرے کے خلاف اعلان جنگ نہیں کیا تھا اس لئے بدر نے کسی فوری حملے کا خطرہ محسوس نہ کرتے ہوئے اس کی حفاظت کے لئے بہت تھوڑے سپاہی رکھے تھے تاہم قسطلہ کی سرحد کے آس پاس اُس کے جاسوس اور پہریدار ہر وقت چوکس رہتے تھے۔ ابوداؤد کی آمد کے بعد اُس نے پہریداروں کی تعداد میں کچھ اضافہ کر دیا تھا۔ عام طور پر وہ نئے انتظامات دیکھنے اور سرحدی چوکیوں کے افسروں کو ہدایات دینے کے لئے دو چار دن اس قلعہ میں ٹھہر کر جنگل میں اپنے مستقر کو لوٹ جایا کرتا تھا اور وہاں غرناطہ سے آنے والے نئے سپاہیوں اور افسروں کو تربیت دیا کرتا تھا۔ لیکن ابوداؤد کی وجہ سے اسے اپنی مرضی کے خلاف یہاں رُکنا پڑتا۔ تاہم وہ دوسرے یا تیسرے دن وہاں ضرور جاتا اور اپنے جانبازوں کو ضروری ہدایات دینے کے بعد واپس آ جاتا۔ اگرچہ ابوداؤد نے اپنا من گھڑت افسانہ سُنا کر کسی حد تک اس کا اعتماد حاصل کر لیا ہو نے کی اجازت دینے کا روادار نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ربیعہ کو علاج کے لئے اپنے مستقر لے جانے کی بجائے اُس نے بشرین حسن کا جنگل سے اس جگہ بُلا لیا تھا۔

ایک ایسے باپ کے سوا جو اس کی ماں کی موت کے ایک سال بعد ایک نصرانی لڑکی سے شادی کر چکا تھا، ربیعہ کا اس دنیا میں اور کوئی نہ تھا۔ جب اُس نے ہوش سنبھالا تو اُسے بتایا گیا کہ ماں کی وفات کے وقت اس کی عمر ایک سال سے بھی کم تھی۔ اُس نے اپنی عمر کے ابتدائی تیرہ برس کا زیادہ حصہ طلیطلہ میں اپنے ماموں کے پاس گزارا۔ عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے مظالم نے دوسرے لوگوں کی طرح اس کے ماموں کے خاندان کے بہت سے لوگوں کو غرناطہ ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ ربیعہ کے ماموں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن ابوداؤد کے سامنے اُس کی پیش

نہ گئی اور ربیعہ کو اپنے باپ کے پاس قسطلہ آنا پڑا۔قسطلہ میں ربیعہ کے لئے اپنے باپ کے گھر کا ماحول بالکل نیا تھا۔اس کی سوتیلی ماں اور بہن عیسائی مذہب کی پابند تھیں۔اُس کے باپ کی عزت اور عیسائی اُسے ایک آزاد خیال مسلمان کے نام سے یاد کرتے تھے۔وہ عیسائیوں کی محفل میں قرآن پڑھتا اور نہایت عالمانہ تقریریں کرتا ۔اعلیٰ طبقہ کے عیسائی راہبوں کو یہ معلوم تھا کہ ایک مسلمان کے بھیس میں وہ فرزندان توحید کا بدترین دشمن ہے۔اس لئے وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح اُس کے مذہب تبدیل کرنے پر مُصر نہ ہوئے۔

بعض دوراندیش مسلمان اس پر شک کرتے تھے لیکن عوام کی اکثریت کو وہ یقین دلا چکا تھا کہ بادشاہ کے دربار اور عیسائیوں کے گرجوں میں جا کر وہ جو کچھ مسلمانوں کے لئے کر رہا ہے وہ مسجد میں بیٹھ کر نہیں کر سکتا۔وہ مختلف شہروں میں جاتا اور حریت پسند مسلمانوں کی خفیہ تنظیمیں تیار کرتا اور ان شہروں کے ''شوریدہ'' مسلمانوں کے ساتھ اچھی طرح متعارف ہونے کے بعد وہاں کے عیسائی حکام کو باخبر کر کے غائب ہو جاتا۔عیسائی حکام انہیں ایک ایک کر کے پکڑ لیتے اور ان پر مقدمہ چلائے بغیر انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔ان خدمات کے صلہ میں ابو داؤد فرڈی نینڈ سے سنہری تمغہ اور قسطلہ کے لارڈ بشپ سے چاندی کی صلیب حاصل کر چکا تھا۔

ربیعہ عادات و خصائل میں اپنے باپ کے عین ضد تھی۔اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس نے بچپن کے تیرہ برس اپنے ماموں کے ہاں گزارے تھے۔ماموں کے گھر کی تعلیم نے اُسے اسلام سے محبت کرنا سکھایا تھا اور مسلمانوں کی موجودہ بے کسی او رمظلومیت کے احساس نے اُس کے دل میں قسطلہ کی عیسائی حکومت کے خلاف

نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ بچپن کے احساسات پختہ نہیں ہوتے لیکن ربیعہ کو اپنے باپ کے گھر کا تلخ ماحول ہمیشہ ماموں کے گھر کی یاد دلاتا رہا اور اس یاد کے ساتھ بچپن کی جو دلچسپیاں وابستہ تھیں وہ اُس کی اُداس اور غمگین زندگی کا جزو بنی رہیں۔ جب اُس کی سوتیلی بہن انجلا کو شہر کا ایک پادری انجیل پڑھانے آتا تو اُسے وہ بزرگ صورت عالم یاد آتے جو اُسے ماموں کے گھر قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے اور جب انجلا کی ماں اُسے یہ سمجھاتی کہ وہ بھی اپنی سوتیلی بہن کے ساتھ انجیل پڑھا کرے تو وہ اس کی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے دوسرے کمرے میں قرآن لے کر بیٹھ جاتی۔

انجلا ہر اتوار ماں کے ساتھ گرجے جاتی اور ربیعہ اپنے ایک مسلمان ہمسایہ کی بیوی کے یہاں چلی جاتی جو اس کی ماں کی سہیلی رہ چکی تھی۔

دو سال قسطلہ میں رہنے کے بعد اُسے پتہ چلا کہ اس کا ماموں اور اس کے خاندان کے چند اور افراد غرناطہ چھوڑ کر مراکش چلے گئے ہیں۔ اس خبر سے پہلے وہ اپنے دل کو تسلی دیا کرتی تھی کہ قدرت اُسے کبھی نہ کبھی غرناطہ جانے کا موقع دے گی اور وہ طلیطلہ کے بچھڑے ہوئے عزیزوں کو دیکھ سکے گی۔ وہ خدا سے دُعا بھی کیا کرتی تھی۔ لیکن جب اُسے پتا چلا کہ وہ مراکش جا چکے ہیں تو اُس کا دل ٹوٹ گیا اور وہ کئی دن تک چھپ چھپ کر آنسو بہاتی رہی۔

ابوداؤد اپنی تمام برائیوں کے باوجود ربیعہ سے بے حد محبت کرتا تھا۔ میریا کو اکثر یہ شکایت رہتی کہ وہ انجلا سے زیادہ اُسے چاہتا ہے اور وہ اُس کے جواب میں یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا کہ تمہاری موجودگی میں انجلا کو میری محبت کی ضرورت نہیں لیکن ربیعہ کا اس دنیا میں میرے سوا کوئی نہیں۔

میریا ایک تندمزاج عورت تھی اور ربیعہ کو اپنے طرزِ عمل سے نفرت کرنا سکھا دیا تھا۔ انجلا غرور اور تکبر اپنی ماں سے ورثہ میں ملا تھا لیکن اُس کے پہلو میں ایک ایسا دل تھا کہ وہ اپنی ماں کی طرح ربیعہ کی محبت کا جواب حقارت سے نہ دے سکتی تھی بلکہ بعض اوقات یہ محسوس کرتی تھی کہ اس کی ماں کی طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے تو وہ ربیعہ کی طرفداری کرتی لیکن مذہب کے معاملے میں وہ اپنی ماں کی طرح متعصب تھی۔ ربیعہ اُن کے ساتھ مذہبی بحث میں اُلجھنے سے پرہیز کرتی لیکن پھر بھی اس کے لئے میریا اور انجلا کی بعض باتیں ناقابل برداشت ہوتیں اور وہ اُن کیساتھ جھگڑنے پر مجبور ہو جاتی۔ ان جھگڑوں میں منطق سے زیادہ جذبات سے کام لیا جاتا ۔میریا اور انجلا سے فرڈی نینڈ کی شان وشوکت اور روما کی عیسائی حکمرانوں کے جاہ وجلال سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتیں اور اس کے جواب میں انہیں طارق، موسیٰ، عبدالرحمٰن اعظم، یوسف بن تاشفین کی داستانیں سُناتی ۔

میریا اور انجلا یہ کہتیں کہ اُن کے فلاں راہب کو بشارت ہوئی ہے کہ مسلمانوں کو اندلس سے نکالنے کے لئے خدا نے فرڈی نینڈ کو منتخب کیا ہے اور وہ جواب میں یہ کہتی کہ میں نے جواب میں ابوالحسن کو قسطلہ پر اسلام کا جھنڈا لہراتے ہوئے دیکھا ہے۔

مغیرہ کے قتل کی خبر سُن کر قسطلہ کے تمام عیسائیوں کی طرح میریا اور انجلا نے بھی خوشی منائی لیکن ربیعہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اُس نے تین دن کسی سے بات نہ کی ۔اس کے بعد سرحدی عقاب کے ہاتھوں کاؤنٹ سینٹ یا گو کی شکست کی خبر سُن کر جس قدر ربیعہ خوش تھی اسی قدر اس کی سوتیلی ماں اور بہن مغموم تھیں۔

اس کے بعد ان کے گھر میں مذہب کے نام پر جو جھگڑا شروع ہوتا اس میں کسی

نہ کسی طرح سرحدی عقاب کا ذکر ضرور آ جاتا ۔میریا اور انجلا جس قدر اُس کے نام سے چڑتیں ربیعہ اسی قدر اس کے بہادرانہ کارناموں کو بڑھا بڑھا کر پیش کرتیں ۔ رات کے وقت جب انجلا اور میریا مریم کے مجسمے کے سامنے دوزانو ہو کر عیسائیوں کی فتح کے لئے مانگتیں تو ربیعہ الگ کمرے میں نماز کی بعد سرحدی عقاب کی فتح کے لئے دعا کرتی ۔ایک مرتبہ میریا نے ابوداؤد سے شکایت کی کہ ربیعہ ہمارے بادشاہ کے دشمن کو اچھا سمجھتی ہے تو ابوداؤد نے اُسے ڈانٹ ڈپٹ کے بعد سمجھایا۔ ''ربیعہ اگر تم یہ نہیں چاہتیں کہ حکومت میں باغی قرار دے کر پھانسی پر لٹکا دے تو خدا کے لئے سرحدی عقاب ایک باغی ہے اور وقت آنے پر فرڈنینڈ کی افواج اُسے کچل کر رکھ دیں گی۔''

ربیعہ کو پہلی بار احساس ہوا کہ اُس کا باپ اپنے علم وفضل کے باوجود ان لوگوں سے مختلف نہیں جنہوں نے اُندلس کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ سے مایوس ہو کر مستقبل کی تمام توقعات اپنے عیسائی آقاؤں کے ساتھ وابستہ کر دی ہیں ۔

اس کے بعد وہ اپنے باپ کی سرگرمیوں کا زیادہ گہری نظر سے مطالعہ کرنے لگی آہستہ آہستی اُسے یہ محسوس ہونے لگا کہ گھر سے اُس کے باپ کے اکثر غیر حاضر رہنے کا باعث سیر و سیاحت کا شوق نہیں بلکہ وہ در پردہ فرڈی نینڈ کے لئے اہم خدمات سرانجام دے رہا ہے ۔اُسے اپنی تنہائی اور اجنبت کا احساس ہونے لگا اور عمر کے ساتھ ساتھ اس کا احساس ترقی کرتا گیا ۔مسلمانوں کے روشن مستقبل کا تصور کر کے جو ولولے اس کے دل میں پیدا ہوا کرتے تھے وہ مٹتے چلے گئے ۔اُس پر ایک ذہنی جمود طاری ہونے لگا ۔زندگی اس کے لئے صبح وشام کے ایک نہ ٹوٹنے والے تسلسل کا نام رہ گئی ۔

لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ ابو داؤد کیساتھ غرناطہ جارہی ہے تو اس کے دل میں سوائے ہوئے ہنگامے اچانک بیدار ہو گئے۔ اُسے ابو داؤد کے مقاصد کا صحیح علم نہ تھا۔تاہم وہ سفر کی ہر نئی منزل پر اپنے دل کی دھڑکنوں میں ایک اضافہ محسوس کرتی۔غرناطہ کے مختلف مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے پھرتے۔اس سفر کے دوران کئی بار سرحدی عقاب کا ذکر آیا۔میریا اس سے بہت خائف تھی اور وہ ابو داؤد کے احتجاج کے باوجود ہر نئی چوکی پر پہنچ کر یہ سوال کرتی۔'' ہمارے راستے میں سرحدی عقاب کے حملے کا تو خطرہ نہیں۔''چوکی کے افسر اُسے تسلی دینے کی کوشش کرتے۔لیکن وہ اگلی چوکی پر پہنچ کر پھر یہ سوال دُہراتی۔ایک دن جب وہ راستے کی ایک سرائے کے مالک سے اسی قسم کے سوالات پوچھ رہی تھی تو ابو داؤد نے سرائے کے مالک سے مخاطب ہو کر کہا۔''تم اُسے یہ کیوں نہیں بتاتے کہ سرحدی عقاب عورتوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔''ربیعہ لوگوں کی زبانی اپنی سوتیلی ماں کے سوالات کا جواب دلچسپی سے سنتی اور اس کا تصور اُسے غرناطہ کے خوب صورت شہر سے ان پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف لے جاتا جہاں کسی پُر اسرار مجاہد نے چند برس قبل کاؤنٹ سینٹ یاگو کو عبرتناک شکست دی تھی اور اُسے اپنے باپ کے اس دعویٰ پر افسوس ہوتا کہ اُن کا راستہ سرحدی عقاب کی پرواز کی زد سے دُور ہے۔

(۴)

قسطلہ میں سرحدی عقاب کے متعلق جو باتیں مشہور تھیں ان سے اس نے یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ ایک بڑی عمر کا ہیبت ناک انسان ہو گا لیکن وہ اس سے کہیں مختلف تھا۔اس کی نگاہوں سے تھوڑ سے زیادہ محبت اور شفقت برستی تھی۔اس کی مردانہ وجاہت میں کچھ ایسی جاذبیت تھی کہ ربیعہ نے اگر اس کی شجاعت کے قصے نہ

بھی سُنے ہوتے تو بھی وہ اُسے دیکھ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی۔

اپنی قوم کے اولوالعزم مجاہد کو ایک نظر دیکھ لینا ہی ربیعہ کے لئے زندگی کا سب سے بڑا انعام تھا لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ نقاب پوش جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کراس کی بگھی روکی تھی، سرحدی عقاب کے سوا اور کوئی نہ تھا اور جب انجلا نے اُسے یہ بتایا کہ وہ اُسے بے ہوشی کی حالت میں اپنے گھوڑے پر بٹھا کراس قلعے میں لے آیا تھا تو اُسے کائنات کے اس وسیع نظام میں پہلی بار اپنی اہمیت کا احساس ہوا۔

جب تک ربیعہ کی حالت کچھ مخدوش رہی وہ صبح شام اس کی تیمارداری کے لئے آتا رہا۔لیکن جب وہ تندرست ہونے لگی اس نے اس کے کمرے میں آنا بہت کم کردیا۔

بشیر بن حسن اس کی مرہم پٹی کے لئے دن میں دوبارہ ضرور آتا۔انجلا اس نوجوان اور خوش وضع طبیب کے پاؤں کی آہٹ کی منتظر رہتی اور بھاگ کراس کے لئے دروازہ کھولتی اور جب وہ ربیعہ کی طرف متوجہ ہوتا تو وہ ربیعہ کے قریب بیٹھ کر مختلف بہانوں سے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی۔

وہ سوال کرتی۔"میری بہن کب تک سفر کے قابل ہو جائے گی؟"

وہ بے پرواہی سے جواب دیتا۔"بہت جلد۔"

"ابا جان کہتے ہیں آپ جس مریض کو ہاتھ لگا دیں اُسے شفا ہو جاتی ہے لیکن اُس دن بگھی سے گرنے کے بعد میرے دانت ابھی تک درد کرتے ہیں۔"

"تمہیں وہم ہے۔تمہارے دانت بالکل ٹھیک ہیں۔"

"نہیں نہیں مجھے وہم نہیں۔میں تکلیف کی وجہ سے گزشتہ رات سو نہیں سکی۔"

اور میریا کمرے کے دوسرے گوشے سے کہتی۔ ”آپ اچھی طرح دیکھئے رات واقعی یہ درد سے کراہ رہی تھی۔“

”بہت اچھا میں دیکھتا ہوں۔“

بشیر بن حسن ربیعہ کی مرہم پٹی سے فارغ ہو کر اینجلا کی طرف متوجہ ہوتا اور اُس کے دانتوں کا معائنہ کرنے کے بعد سوچ میں پڑ جاتا۔ پھر اُس کی ماں سے سوال کرتا۔ ”کیا اسے پہلے بھی کبھی دانتوں میں درد ہوا ہے؟“

میریا جواب دیتی ”نہیں۔“

وہ پھر سوچ میں پڑ جاتا اور اینجلا دوسری طرف منہ پھیر کر اپنی ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتی۔ بشیر بن حسن کہتا۔ ہوسکتا ہے کہ دانت کی جڑ میں کوئی خرابی ہو لیکن بظاہر اس کے کوئی آثار نہیں۔ خیر میں ایک نئی دوا دیتا ہوں۔ اسے مسوڑھوں پر اچھی طرح ملو۔“

وہ نئی دوا دے کر چلا جاتا اور اینجلا اپنی ماں کی بدگمانی سے بچنے کے لئے دوا لے کر باہر کی طرف کُھلنے والے دریچے کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور دوا کو دانتوں میں لگائے بغیر اُنگلی سے مسوڑوں کی مالش کرتے ہوئے تھوکنا شروع کر دیتی۔ بعض اوقات وہ مسوڑوں کو دبا کر تھوک کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا خون بھی نکال دیتی اور اس کی ماں یہ کہتی۔ ”بیٹی! وہ کتنا ہی اچھا طبیب کیوں نہ ہو لیکن مذہبی تعصب سے پاک نہیں ہوسکتا۔“

اینجلا فوراً یہ کہتی ”نہیں امّی جان! مجھے ان کی دوا سے بہت آرام ہے۔“

جب میریا ادھر اُدھر ہوتی اینجلا دل کھول کر ہنستی۔ ربیعہ اسے ملامت کرتی تو وہ سنجیدہ ہو کر کہتی۔ ”ربیعہ میری بہن! تم بُرا مت مانو مَیں آئندہ ایسا نہیں کروں گی

لیکن نہ جانے اسے دیکھ کر مجھے شرارت کیوں سُوجھتی ہے۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں خود احمق بن رہی ہوں لیکن بعض حماقتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں۔ جب میرے دانت دیکھنے کے بعد وہ پریشان سا ہو کر سوچ میں پڑ جاتا ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ قہقہہ مار کر ہنسوں اور ــــــ میرے ساتھ وہ بھی ہنس پڑے۔"

ربیعہ پریشان ہو کر کہتی۔ "انجلا پگلی نہ بنو۔ اس کی دنیا تمہاری دنیا سے بہت مختلف ہے۔ وہ ایک بہت بڑا آدمی ہے۔ تمہیں اس کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہیے۔"

انجلا ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہتی۔ "ربیعہ تم خوامخواہ پریشان ہو جاتی ہو۔ میری بات پر یقین کرو، یہ صرف ایک مذاق تھا۔"

ایک شام ابوداؤد کی موجودگی میں بشیر ربیعہ کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ میریا نے کہا۔ "انجلا کو گزشتہ رات پھر نیند کی تائید کی۔ بشیر نے کہا۔ "آج میں ایک نہایت مجرب دوا لایا ہوں۔ انشاءاللہ تین دن یہ دوا پینے کے بعد آپ کی بیٹی کی تکلیف جاتی رہے گی۔ یہ کہتے ہوئے بشیر نے شیشی سے دوا کا ایک گھونٹ پیالی میں ڈال کر انجلا کو دیتے ہوئے کہا۔

"اسے پی لو۔"

"پینے کی دوا؟" اس نے حیران ہو کر سوال کیا۔

بشیر نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ہاں یہ پینے سے دانتوں کی تکلیف ضروری جاتی رہے گی۔"

انجلا نے جھکتے ہوئے پیالی منہ کو لگائی۔ لیکن دوا چکھتے ہی فوراً تھو کنے کے بعد چلا اٹھی۔ "یہ بہت کڑوی ہے میں نہیں پیوں گی۔"

بشیر نے اُٹھ کر ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "تمہیں پینا پڑے گی۔"

اُس نے بشیر کی غیر متوقع ڈانٹ سے مرعوب ہو کر کہا۔ ’’لیکن مجھے قے ہو جائے گی‘‘

بشیر نے جواب دیا۔ ’’تو میں اور دوا دے دوں گا۔ میرے پاس یہ دوا کافی ہے ۔‘‘

انجلا نے طفلانہ انداز میں کہا۔ ’’تو میں پی لوں‘‘

ابوداؤد نے کہا۔ ’’ہاں بیٹی پی لو۔ تمہارا فائدہ ہے اس میں۔‘‘

انجلا نے بدستور بشیر کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ’’کوئی نقصان تو نہیں ہوگا اس سے۔‘‘

ابوداؤد نے برہم ہو کر کہا۔ ’’بشیر بن حسن کی دوا سے نقصان؟ انجلا تم بالکل نادان ہو۔‘‘

انجلا نے ایک لمحہ کے تذبذب کے بعد ناقابل برداشت حد تک کڑوی دوا حلق میں انڈیل لی۔

بشیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ’’یہ شیشی میں یہیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر دانتوں میں دوبارہ تکلیف ہو تو اتنی دوا اور پی لینا۔ دونتوں کے علاوہ یہ معدے کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ آج تمہیں بھوک بہت لگے گی۔‘‘

بشیر اور ابوداؤد کے چلے جانے کے انجلا نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے ربیعہ کی طرف دیکھا۔ اور وہ ہنس پڑی۔

تھوڑی دیر منہ بسورنے کے بعد انجلا خود بھی ہنس رہی تھی۔ اور میریا پریشان سی ہو کر رہی تھی۔ ’’تم دونوں پاگل ہو۔‘‘

اگلے دن میریا اپنے خاوند کے سامنے بشر بن حسن کی تعریف کرتے ہوئے

کہہ رہی تھی ”یہ طبیب واقعی بہت قابل ہے۔“

(۵)

یہ قلعہ ایک بلند ٹیلے پر واقع تھا۔اس کی چاردیواری دو آدمیوں کے برابر اُونچی تھی ۔دروازے والی دیوار کے ساتھ ساتھ دومنزلہ مکانات تھے ۔ نچلی منزل میں سپاہیوں کی کوٹھڑیاں اور بالائی منزل پر فوجی افسروں کی رہائش کے لئے مکانات تھے ۔اس دیوار کے سامنے دوسری دیوار کے ساتھ ساتھ گھوڑوں کے اصطبل تھے ۔ تیسری طرف ایک مسجد تھی_اور چوتھی طرف پرانے مکانات کے کھنڈر تھے۔

بالائی منزل کے ایک سرے پر دو بہترین کمروں میں ابوداؤد اور اس کے بچوں کو جگہ دی گئی ۔وہ کمرہ جس میں ابوداؤد کی بیوی اور لڑکیوں کے بستر تھے کافی کشادہ تھا۔اور اُس کی کھڑکیاں اور روشندان باہر کی طرف کھلتے تھے ۔مکانات کی یہ منزل چونکہ فصیل سے قریباً دگنی بلندی پر تھی اس لئے ان کھڑکیوں میں سے سرسبز وادی اور اس وادی سے پرے حد نظر تک بلند پہاڑیوں کا ایک سلسلہ دکھائی دیتا تھا۔وادی کے درمیان ایک چھوٹی سی ندی کا چمکتا ہوا پانی نظر آتا تھا۔

اس کمرے میں آمدورفت کے دو دروازے سے ابوداؤد کے کمرے میں کھلتے تھے اور اس سے آگے ایک کشادہ برآمدہ تھا جس کا رُخ صحن کی طرف تھا۔ابوداؤد کے کمرے کے دائیں ہاتھ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں اُس کا زخمی کوچوان ٹھہرا ہوا تھا اور اُس کے بائیں ہاتھ بدر بن مغیرہ اور بشر بن حسن کے کمرے تھے اور اُن سے آگے فوج کے عہدہ داروں کی کوٹھڑیاں تھیں ۔

بدر بن مغیرہ کو دن کیوقت ابوداؤد کے پاس بیٹھنے کے لئے بہت کم فرصت ملتی تھی ۔وہ علی الصباح گھوڑے پر سوار ہوکر سرحدی چوکیوں کی دیکھ بھال کے لئے نکل

جاتا بعض اوقات وہ رات کے وقت بھی باہر رہتا لیکن اُس کی غیر حاضری میں بشرین حسن پوری توجہ سے ابوداؤد کی میزبانی کے فرائض انجام دیتا۔ بشیر ایک بلند پایہ طبیب ہونے کے علاوہ ایک اعلیٰ درجہ کا عالم بھی تھا۔ وہ تاریخ، فلسفہ اور دوسرے علوم میں ابوداؤد کے کمال سے متاثر ہونے بغیر نہ رہ سکا۔ دن کے وقت اُسے بھی دور دور تک مریضوں کو دیکھنے کے لئے جانا پڑتا۔ لیکن شام کو وہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ جاتا اور سونے سے پہلے ابوداؤد کے ساتھ مختلف موضوعات پر بحث کرتا رہتا۔ وہ کھانا بھی ابوداؤد کے ساتھ اس کے کمرے میں کھاتا۔

بدر بھی جب اپنے دورے سے واپس آتا تو فرصت کے لمحات ابوداؤد کے ساتھ گزارتا۔ رات کے وقت بشیر اور ابوداؤد دیر تک باتیں کرتے رہتے لیکن بدر کھانے کے بعد زیادہ دیر باتیں کرنے کا عادی نہ تھا۔ وہ عام طور پر تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلا جاتا۔ ربیعہ، انجلا اور میریا اپنے کمرے میں کھانا کھا لیتیں۔

ربیعہ کے کان دوسرے کمرے میں ابوداؤد کے ساتھ باتیں کرنیوالوں کی طرف صرف اس وقت متوجہ ہوتے جب اسے بدر کی آواز سنائی دیتی۔ اُسے روبصحت دیکھ کر بدر نے تیمارداری کے لئے اس کے کمرے میں آنا ترک کر دیا تھا۔ تاہم جب بھی وہ ابوداؤد کے کمرے میں داخل ہوتا اس کا پہلا سوال یہ ہوتا۔ ”آپ کی بیٹی کیسی ہے؟“

ربیعہ یہ محسوس کرتی کہ اس کی ابتدائی توجہ محض رحم کے جذبات کے پیداوار تھی۔ انجلا ہر ماحول میں بے تکلف ہو جانے کی عادی تھی جب دوسرے کمرے میں ابوداؤد کے ساتھ صرف ماحول میں بے تکلف ہو جانے کی عادی تھی جب

دوسرے کمرے میں ابوداؤد کے ساتھ صرف بشیر ہوتا وہ اپنے باپ سے کوئی پوچھنے یا کسی اور بہانے سے دروازہ کھول کر ان کے کمرے میں چلی جاتی۔ کڑوی دوا چکھنے کے بعد اُسے دانتوں کی تکلیف سے مکمل آرام ہو چکا تھا۔ تاہم نوجوان طبیب کے ساتھ اس کی دلچسپی بڑھی گئی۔

ابو داؤد کا کوچوان تندرست ہو چکا تھا۔ ایک رات جب دوسرے کمرے میں بدر اور بشیر، داؤد کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، ابو داؤد نے کہا۔ ''میرا کوچوان واپس اپنے وطن جانا چاہتا ہے۔ اس کے بال بچے قسطلہ میں ہیں اور میں نے اسکے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں غرناطہ جاتے ہیں تمہیں واپس بھیج دوں گا۔ یہ بھی بال بچوں سمیت قسطلہ سے ہجرت کرنا چاہتا تھا لیکن میری عجلت کی وجہ سے یہ اُنہیں اپنے ساتھ نہ لا سکا۔ اب غرناطہ پہنچنے میں ہمیں دیر لگی جائے گی اور اس بے چارے کو اپنے بچوں کی متعلق بہت تشویش ہے۔ اس لے میرا خیال ہے کہ اسے یہیں سے رخصت کروں۔ کیا آپ اس کے سفر کا بندوبست کر دیں گے؟''

بدر جواب دیا۔ ''میرے آدمی اسے سرحد کے پار پہنچا دیں گے لیکن یہ ضروری ہے کہ میری سرگرمیوں کے متعلق یہ وہاں جا کر کوئی بات ظاہر نہ کرے۔''

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ''کسی اور آدمی کے متعلق کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی لیکن اس کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ بیس سال سے میرے پاس ہے اور میں اسے بارہا آزما چکا ہوں۔ یہ میری زندگی کے ہر راز سے واقف ہے اور اگر یہ میرا ایک راز بھی میرے دشمنوں پر ظاہر کر دیتا تو آج آپ مجھے یہاں نہ دیکھتے۔ اب بھی میں اپنی آدھی دولت اس کے گھر چھوڑ آیا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بیس سال کے بعد بھی مجھے اپنی امانت واپس مل جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی

عیسائی بیوی اور لڑکی کی بہ نسبت اس پر زیادہ اعتماد کرتا ہوں اور میرے ساتھ اس کی عقیدت میری کسی ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ مجھے عیسائی حکومت کا بدترین دشمن سمجھ کر مجھ پر جان دیتا ہے جب یہ چودہ برس کا تھا اس کے باپ کو قسطلہ کے گورنر نے بغاوت کے الزام میں پھانسی پر لٹکا دیا تھا اور اس نے وہ دلخراش منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ کے ساتھ اسے کتنی عقیدت ہے۔آج یہ مجھ سے یہ کہتا تھا کہ اگر خدا نے چاہا تو میں اپنے بچوں کو میرے پاس غرناطہ میں چھوڑ کر آپ کو مجاہدوں کی فوج میں شامل ہو جاؤں گا۔''

بدر بن مغیرہ نے کہا۔'' مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں لی بہر حال وہ جب چاہے گا اسے میرے آدمی سرحد کے پار پہنچا دیں گے۔''

''اسے اپنے بچوں کے متعلق بہت پریشانی ہے۔میرا خیال ہے کہ اسے صبح ہی بھیج دوں۔''

انجلا اور میریا دروازے سے کان لگا کر یہ باتیں سن رہی تھیں اور دونوں حیران ہو کر ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

بدر بن مغیرہ اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ابو داؤد اور بشیر حسب معمول دیر تک باتیں کرتے رہے۔میریا بیقراری کے ساتھ اپنے کمرے میں ٹہلنے لگی۔اُسے معلوم تھا کہ قسطلہ میں کوچوان کی بیوی ہے نہ بچے ہیں۔ اُسے اس بات کی پریشانی تھی کہ ابو داؤد کہیں سچ مچ عیسائی حکومت کا دشمن ثابت نہ ہو۔

آدھی رات کے قریب ربیعہ کی آنکھ لگ گئی لیکن انجلا اور میریا دیر تک آپس میں کھُسر پھُسر کرتی رہیں۔میریا بار بار اپنے شوہر کے یہ الفاظ دہرا رہی تھی کہ وہ اپنی عیسائی بیوی اور لڑکی کی بہ نسبت اپنے کوچوان کو زیادہ قابل اعتماد سمجھتا ہے۔

انجلا نے اُسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''ابا جان اتنے نادان نہیں کہ انہیں یہ بھی احساس نہ ہو کہ ہم اس کمرے میں اُن کی باتیں سن سکتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے کسی مصلحت کی بنا پر ایسا کہا ہے۔''

میریا نے کہا۔ ''بیٹی مجھے ایک مسلمان پر کوئی اعتبار نہیں۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ اپنا وطن چھوڑنے میں غلطی کی ہے۔ اب اگر یہ غرناطہ جا کر ہمیں زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش کرے تو ہم کیا کرسکتی ہیں۔''

''امی میں جانتی ہوں، ابا کو مذہب کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ جب آپ اُن سے ان باتوں کی وجہ پوچھیں گی تو آپ کی تسلی ہو جائے گی۔''

''اور جب تک میری تسلی نہیں ہوتی مجھے نیند نہیں آئے گی۔ لیکن یہ طبیب اُٹھنے کا نام نہیں لیتا۔ ذرا دروازہ کھول کر اپنے باپ کو آواز دو۔''

''نہیں ماں ٹھہرو! وہ ابھی اُٹھ کر چلے جائیں گے۔''

جب بشیر چلا گیا تو میریا دروازہ کھول کر ہوا کے سرکش جھونکے کی طرح ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئی اور ابوداؤد پر برس پڑی۔ ''ہاں تو میں اور میری بیٹی تمہارے کوچوان سے بھی گئی گزری ہیں۔''

'' آہستہ بولو۔'' ابوداؤد نے جلدی سے اُٹھ کر باہر کی طرف کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے معلوم تھا کہ تم میری باتیں سُن کر آپے سے باہر ہو جاؤ گی لیکن خدا کی لئے تھوڑی دیر صبر کرو۔ میں ابھی تمہاری تسلی کر دوں گا۔ چلو میں تمہارے کمرے میں چلتا ہوں۔ یہاں باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔ کوئی سُن لے گا تو ہم سب کے لئے بُرا ہوگا۔''

''خدا کے لئے ہمیں قسطلہ بھیج دو۔معلوم نہیں کہ غرناطہ پہنچ کر تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ تم ہمیں وہاں کسی تاجر کے ہاتھ بیچ ڈالو ۔''

ابو داؤد نے جلدی سے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے اس کا منہ بند کیا اور اسے دھکیلتا ہوا اس کے کمرے میں لے آیا اور جلدی سے دروازہ بند کرنے کے بعد بولا۔ ''انجلا تم یہ دریچے بند کردو۔کسی نے ہماری باتیں سُن لیں تو ہماری خیر نہیں،'' پھر وہ میریا سے مخاطب ہو کر بولا۔

''خدا کے لئے تھوڑی دیر خاموش رہو۔میں ابھی تمہاری تسلی کردیتا ہوں۔''

اس ہنگامے نے ربیعہ کو نیند سے بیدار کردیا تھا اور وہ لیٹے لیٹے آنکھیں بند کئے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

جب انجلا نے کمرے کے دریچے بند کردیے تو ابو داؤد نے میریا کو دھکیل کر اس کے بستر پر بٹھاتے ہوئے کہا۔''بیوقوف عورت! میں تمہیں غرناطہ کی ملکہ بنانے کے خواب دیکھ رہا ہوں اور تم ہم سب کی تباہی کے اسباب پیدا کر رہی ہو۔ٹھہرو! میں کوچوان کو ابھی یہاں بلا لاتا ہوں۔اگر تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں رہا تو شاید وہ تمہاری تسلی کرسکے۔''

میریا نے قدرے نادم ہو کر کہا۔''لیکن تم ہمیں ان کے سامنے ذلیل کیوں کرتے ہو۔''

ابو داؤد نے کہا۔''میریا غور سے سنو! کوچوان کو میں ایک اہم مہم پر بھیج رہا ہوں اور اس مہم میں کامیابی کے بعد شاید میں یہاں سے غرناطہ جانے کا ارادہ ملتوی کردوں۔فرڈی نینڈ کی نظر میں میری یہ کامیابی غرناطہ کی فتح سے کم نہیں ہوگی اور

جب وہاں جا کر میں یہ کہوں گا کہ اس مہم میں تم بھی میرے ساتھ شریک تھیں تو مجھے یقین ہے کہ ملکہ ازابیلا کی نظر میں تمہارا درجہ قسطلہ کی تمام عورتوں سے بلند ہوگا۔

میریا نے ذرا اور نرم ہو کر پوچھا۔ ''یہاں آپ کس کامیابی کی توقع رکھتے ہیں؟ ''

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ''تمہیں معلوم ہے کہ فرڈی نینڈ سرحدی کو ابوالحسن سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔''

''تو آپ اُسے۔۔۔۔۔؟''

''ہاں اگر قسطلہ والوں کو یہ علم ہو جائے کہ سرحدی عقاب اپنے پہاڑوں اور جنگلوں کی بجائے اِس غیر محفوظ قلعے میں رہتا ہے تو وہ فوراً یہاں حملہ کر دیں گے اور کوچوان کو میں اسی مقصد کے لئے بھیج رہا ہوں۔ میں تمہاری تسلّی کے لئے اُسے یہاں بُلا لیتا ہوں۔''

میریا نے کہا۔ ''نہیں مجھے یقین ہے کہ وقت آنے پر ہم بھی ان پر احسان کر سکیں گے۔ جب ہماری طرح یہ لوگ ہمارے رحم و کرم پر ہوں گے تو میں بھی فرڈی نینڈ سے ان کی جان بخشی کروا سکوں گا۔''

ربیعہ کا دل دھڑک رہا تھا لیکن اُسے آنکھیں کھول کر دیکھنے یا بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انجلا بولی۔ ''ابا جان! انھوں نے ہماری جان بچائی ہے۔ وہ ہماری ساتھ انتہائی خلوص سے پیش آتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے بدترین دشمن بھی ہوتے تو بھی وہ ہماری طرف سے نیک سلوک کے حقدار تھے اور وہ طبیب جو صبح و شام ربیعہ کو دیکھنے کے لئے آتا ہے سرحدی عقاب کا ساتھ ہونے کے باجود ایک فرشتہ ہے۔ کیا آپ اس کے تمام احسان فراموش کر دیں گے۔''

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ''اس کے متعلق شاید تمہیں معلوم نہیں کہ فرڈی نینڈ اپنی آدھی دولت دے کر بھی اُسے کی دوستی خرید نے کی کوشش کرے گا۔ مجھے یقین ہے کہ فرڈی نینڈ کے پاس وہ قید ہو کر جائے گا۔اس کے ہاتھ میں طلائی بیڑیاں ہوں گی اور فرڈی نینڈ اپنے وزیر اعظم یا لارڈ بشپ سے کہے گا کہ میرے معزز قیدی کے لئے اپنی کرسیاں خالی کر دو ۔وہ ایک بار قسطلہ کے ولی عہد کو موت کے منہ سے بچا چکا ہے ۔قرطبہ اور اشبیلیہ کے گورنر اُسے اپنا محسن خیال کرتے ہیں۔وہ ان شر پسندوں کے ساتھ رہ کر اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہے۔اس کا صحیح مقام یہ جنگل نہیں بلکہ قسطلہ ک اشاہی دربار ہے اور میں اس کے احسانات کے بدلے، اس کی مرضی کے خلاف بھی اُسے ایک لمحہ کے اندر ہی اندر اُڑا کر کہیں سے کہیں لے گیا۔

لیکن ربیعہ کی حلات اس سے مختلف تھی ۔ اس کے خیالات کے محل مسمار ہو رہے تھے ۔وہ بدر بن مغیرہ کو فرڈی نینڈ کے دربار میں پا بہ جولاں دیکھ رہی تھی ۔ اُس کی اُمید کے کنول مرجھا رہے تھے۔اُس کے آسمان تمناّ کے روشن ستارے ایک ایک کر کے گر رہے تھے ۔وہ مایوسیوں کے بوجھ کے نیچے دی جاری تھی ۔اس کا دم گھٹ رہا تھا۔وہ چلانا چاہتی تھی کاش وہ چلا سکتی ۔کاش وہ کچھ کہہ سکتی لیکن اس میں آنکھیں کھول کر دیکھنے کی تاب نہ تھی۔

ابوداؤد نے کہا۔ ''میں کوچوان کو بلاتا ہوں۔''

میریا نے جواب دیا۔ '' مجھے آپ پر اعتبار ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پریشان کیا۔''

''میں اُسے چند باتیں سمجھانا چاہتا ہوں۔اور ایسی باتوں کے لئے یہ کمرہ محفوظ ہے۔'' تھوڑی دیر بعد ابوداؤد کوچوان کو اپنے ساتھ لے آیا اور دروازہ بند کرنے کے

بعد آہستہ سے بولا۔ ربیعہ! ربیعہ!!‘‘

ربیعہ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اُس نے کہا۔ ’’یہ اچھا ہے کہ ربیعہ سو رہی ہے۔ انجلا! اس پر کوئی بات ظاہر نہ کرنا۔‘‘ پھر تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد وہ کوچوان کی طرف متوجہ ہوا۔ ’’یاد رکھو! اگر تم فرڈی نینڈ کا نائٹ بننا چاہتے ہو تو یہ کام ہوشیاری سے کرو۔ تمہاری ذرا سی کوتاہی یہ سارا کام بگاڑ دے گی۔ تم سیدھے سرحد کے گورنر کے پاس جاؤ اور اس کو یہ کہو کہ میں نے محض احتیاط کی وجہ سے تمہیں کوئی تحریر نہیں دی۔ میں کوشش کروں گا کہ جمعہ کی رات سرحدی عقاب یہیں رہے۔ اگر وہ یہاں ہوا تو اس کمرے کی دونوں کھڑکیوں میں شمعیں روشن ہوں گی جسے ہمارے آدمی بہت دور سے دیکھ سکیں گے۔ اگر صرف ایک کھڑکی میں شمع روشن ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ یہاں نہیں ہے اور حملہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر رات طوفانی ہو تو بھی ہم یہ کوشش کریں گے کہ وہ ایک یا دو کھڑکیوں سے ہمارے کمرے میں روشنی دیکھ کر صورت حال کا اندازہ کر سکیں۔ اگر ہمارے کمرے کی دونوں کھڑکیاں بند ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آگے بڑھنے میں خطرہ ہے۔ انہیں یہ بھی بتا دینا کہ اگر وہ اس روز آدھی رات سے قبل اس قلعے پر حملہ نہ کر سکے تو ہم سب کی زندگیاں خطرے میں ہوں گی اور دیکھو سرحد عبور کرنے سے پہلے کسی پر یہ راز ظاہر نہ کرنا۔ تم نے آج تک شاید کسی کوچوان کو بادشاہ کا نائٹ بنتے نہ دیکھا ہو لیکن اس مہم کو سرانجام دینے کے بعد تم فرڈی نینڈ کے دربار میں اپنے لیے عزت کی بڑی کرسی خالی پاؤ گے۔‘‘

کوچوان نے کہا۔ ’’میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ اگر میرا آقا غرناطہ کا بادشاہ بن جائے تو میں فرڈی نینڈ کا نائٹ بننے پر اس کے دروازے کا پہریدار بننے کو ترجیح

دوں گا۔''

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ''مجھے تم سے یہی توقع تھی۔اگر میرے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا تو میرے وفا داروں میں سب سے پہلے تمہارا گھر روشن ہوگا۔تم میرے محل کے پہرے دار نہیں ہوگے۔ بلکہ میرے دربار کی زینت بنو گے۔تم میرے تاج کا ہیرا کا بنو گے۔اب جا کر آرام کرو علی الصباح تمہارے سفر کا بندوبست ہو جائے گا۔ انہیں یہ ضرور بتانا کہ قلعے کی حفاظت کے لیے پچاس سے زیادہ سپاہی نہیں ہوتے۔''

کوچوان کے چلے کے بعد ابو داؤد نے پھر ایک بار تمام دروازے بند کئے اور کرسی پر بیٹھ کر دیر تک انجلا اور میریا سے باتیں کرتا رہا۔یہ تینوں اپنے آپ کو غرناطہ کا بادشاہ، ملکہ اور شہزادی تصور کر کے مستقبل کے عیش و آرام کے اسباب و وسائل پر بحث کر رہے تھے۔لیکن ربیعہ کو ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔کوچوان کے ساتھ ابو داؤد کی گفتگو اسے پریشانی کی آخری حد تک پہنچا دینے کے لیے کافی تھی۔وہ یہ جان چکی تھی کہ سرحدی عقاب کے لیے ایک قفس تیار ہو رہا ہے۔اس کی زندگی خطرے میں ہے۔وہ اس قفس کو توڑنا اور اس خطرے کو روکنا چاہتی تھی۔اپنے باپ کی بد طینتی اور خباثت کا اسے آج پہلی بار علم ہوا تھا اور اب وہ زیادہ شدت کے ساتھ یہ محسوس کرنے لگی کہ وہ اس دنیا میں بالکل تنہا ہے۔صرف سرحد کا یہ باغی نوجوان ایک ایسا شخص تھا جسے بہت کم جاننے یا سمجھنے کے باوجود بھی وہ یہ خیال کرتی تھی کہ وہ اس سے قریب تر ہے۔

چند ساعت پہلے جب وہ سمجھتی تھی کہ سرحد کا یہ باغی دنیا کے ہر خطرے سے آزاد ہے تو اس کے متعلق سوچتے ہوئے وہ ایک خوف سا محسوس کرتی۔ایک ایسا خوف جو ایک سیاح کسی پہاڑ کی دلکش لیکن خطرناک بلندیوں کی طرف قدم اٹھاتے

ہوئے محسوس کرتا ہے۔ بدر بن مغیرہ اس کے لیے بیک وقت ایک دل کش نخلستان ایک آتش فشاں پہاڑ اور برف کا ایک مہیب تو دہ تھا۔ اس سے قربت کا تصور اس کے لیے جس قدر دل کش تھا، اسی قدر خوفناک تھا۔ لیکن اب اپنے باپ کے ناپاک ارادوں سے واقف ہونے کے بعد بدر بن مغیرہ اس کے لیے ایک ایسا درخت تھا جس کی شاخوں پر وہ اپنا آشیانہ بنا چکی تھی۔ یہ درخت حوادث کے سیلاب کا سامنا کر رہا تھا۔ وہ اسے گرنے سے بچانا چاہتی تھی۔ وہ اپنے نازک ہاتھوں سے سخت زمین کھود کر اس کی جڑوں پر مٹی ڈالنا چاہتی تھی۔

ابو داؤد اپنے کمرے میں چلا گیا اور ربیعہ چند بار کروٹیں بدلنے کے بعد سو گئی ۔

ربیعہ کا اضطراب

(۱)

صبح ربیعہ کی آنکھ کھلی تو اس کا جسم ٹوٹ رہا تھا۔ اس کے سر میں درد تھا۔ کھڑکیوں کے راستے باہر کی روشنی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ اس نے بستر سے اٹھ کر جلدی جلدی وضو کیا اور نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ بستر میں لیٹ گئی۔

بشیر بن حسن ایک دن قبل اس کی پٹیاں کھول کر یہ مشورہ دے چکا تھا کہ اب اس کی ٹانگ کی رہی سہی تکلیف چلنے پھرنے سے ٹھیک ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ وہ صبح وشام قلعے سے باہر تھوڑی دور گھوم آیا کرے۔ تازہ ہوا میں سیر کرنے سے اس کی جسمانی کمزوری بہت جلد رفع ہو جائے گی۔

ابو داؤد کوچوان کو رخصت کرنے کے بعد سیدھا اس کے کمرے میں آیا اور بولا ”ربیعہ! تم ابھی تک سو رہی ہو! جاؤ انجلا کے ساتھ تھوڑی دور ٹہل آؤ۔ میریا تم بھی ان کے ساتھ جاؤ!

ابو داؤد جب ربیعہ نے کوئی جواب نہ دیا تو انجلا نے کہا۔ ”شاید ربیعہ کی طبیعت خراب ہے، چلئے امی! ہم گھوم آئیں۔“

میریا نے کہا۔ ”شام کو دیکھا جائے گا۔ اس وقت میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔“

ابو داؤد نے ربیعہ سے پوچھا۔ ”کیوں ربیعہ! کیا بات ہے؟ اچھی ہو نا!“

ربیعہ نے ابو داؤد کی طرف دیکھے بغیر مغموم آواز میں جواب دیا ”اچھی ہوں“۔

''نہیں نہیں، تمہاری آنکھیں سرخ ہیں۔''

''میرا جسم ٹوٹ رہا ہے۔''

ابو داؤد نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔''شاید تمہیں بخار ہے۔ میں ابھی طبیب کو لاتا ہوں''۔

ربیعہ نے کہا۔''نہیں نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ طبیب کو لانے کی ضرورت نہیں۔ ابا جان! میں چاہتی ہوں کہ ہم فوراً غرناطہ چلے جائیں۔''

''لیکن جب تک تم اچھی طرح چل پھر نہیں سکتیں ہمیں یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔''

ابو داؤد یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر بعد بشیر بن حسن کو اپنے ساتھ لے آیا۔

بشیر نے ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا۔''میرے خیال میں رات آپ سو نہیں سکیں۔''

ابو داؤد، میریا اور انجلا نے چونک کر ربیعہ کی طرف دیکھا اور اس نے ان کی پریشانی کی وجہ سمجھتے ہوئے کہا۔''میرے خیال میں میں آج رات بہت زیادہ سوئی ہوں۔ صبح جب میری آنکھ کھلی تو میرا سر چکرا رہا تھا۔''

''ممکن ہے کہ زیادہ سونے سے آپ کی طبیعت خراب ہوگئی ہو۔ بہر حال میں دوا بھیج دیتا ہوں۔ شام کے وقت آپ سیر کے لیے ضرور جائیں۔ بستر پر پڑے رہنے سے بھی جسم پر برا اثر پڑتا ہے۔''

ابو داؤد نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔''میری بیوی کو بھی سر درد کی تکلیف ہے''۔

بشیر نے میریا کی نبض دیکھنے کے بعد کہا۔''آپ بھی اگر بہت کم نہیں سوئیں تو

ربیعہ کی طرح بہت زیادہ سوئی ہوں گی۔آپ اگر صبح وشام سیر کے لیے جایا کریں تو ایسی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"مجھے تو واقعی ہی نیند نہیں آئی"۔

بشیر نے کہا۔"میں دوا بھیج دیتا ہوں۔جب بھی آپ کو کم خوابی کی تکلیف ہو اس میں سے ایک گولی کھالیا کریں۔"

شام تک ربیعہ کی طبیعت ٹھیک ہو چکی تھی۔ابو داؤد کے اصرار پر وہ اینجلا اور میریا کے ساتھ سیر کے لیے چلی گئی۔وہ ابھی تک ایک ٹانگ پر زیادہ بوجھ دے کر چلتی تھی۔قلعے سے باہر بشیر بن حسن کسی مریض کو دیکھ کر واپس آرہا تھا۔اس نے انہیں دیکھ کر گھوڑا روکا اور کہا۔

"اگر آپ دونوں ٹانگوں پر یکساں بوجھ ڈالنے کی کوشش کریں تو پرسوں تک آپ اچھی طرح چلنے لگیں گی۔آج زیادہ دور نہ جائیں۔"

اینجلا نے کہا۔"نیچے وادی میں ہمیں کوئی خطرہ تو نہیں؟"

بشیر نے کہا۔"مہمانوں کو یہاں کوئی خطرہ نہیں"۔

(۲)

دو دن اور ربیعہ سخت بے چین رہی۔وہ بدر بن مغیرہ کو آنے والے خطرات سے باخبر کرنا چاہتی تھی لیکن اسے یہ بھی احساس تھا کہ وہ یہ کام اپنے باپ کو خطرے میں ڈالے بغیر نہیں کر سکتی۔انتہائی غور و فکر کے بعد اس کے ذہن میں ایک تدبیر آئی اور اس نے بدر بن مغیرہ سے ملنے کا ارادہ کیا۔بشیر بن حسن سے پوچھنے پر اسے پتہ چلا کہ وہ جنگل میں اپنے مستقر کی طرف گیا ہوا ہے اور شاید دو دن تک واپس نہیں آئے گا۔جمعہ میں چار دن باقی تھے اور ربیعہ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتی رہی کہ وہ چند دن

اور اپنے مستقر سے نہ لوٹے۔

دو دن وہ انجلا کے ساتھ صبح و شام سیر کے لیے جاتی رہی ۔ پہلی صبح بشیر بن حسن جو بہت سویرے سویرے سیر کے لیے نکل جاتا تھا انہیں واپس آتے ہوئے ملا ۔ انجلا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''دیکھئے اب تو ربیعہ کی چال میں کوئی نقص نظر نہیں آتا''۔

بشیر نے جواب دیا ''بس اب چلنے پھرنے سے ٹھیک ہو جائیں گی''۔

انجلا نے کہا۔ ''ابا جان کہتے تھے کہ وہ ہفتہ کے روز سے یہاں روانہ ہو جائیں گے۔''

''ہاں! غرناطہ سے آپ کے سفر کے لیے نئی بگھی منگوائی ہے۔

''آپ اس ویرانے میں پریشان نہیں ہوتے؟'' انجلا نے ذرا جرأت سے کام لیتے ہوئے سوال کیا۔

''میں شہروں میں انسانوں کی بھیڑ کو پسند نہیں کرتا۔''

''آپ بہت سویرے سیر کو جاتے ہیں''۔

''ہاں بہت سویرے اٹھنے کا عادی ہوں''۔

بشیر بن حسن یہ کہہ کر چل دیا اور انجلا کچھ دیر مڑ کر اس کی طرف دیکھتی رہی ۔ ربیعہ نے کہا۔ ''چلو انجلا''۔

انجلا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور قدرے نادم سی ہو کر بولی ۔ ''ربیعہ کیا تمہارے خیال میں یہ ایک دلچسپ آدمی نہیں''۔

ربیعہ نے جواب دیا۔ ''اگر وہ بھی تمہارے متعلق یہی خیال کرے تو مجھ کو افسوس ہوگا انجلا زندگی میں تمہارا راستہ اس کے راستے سے بہت مختلف ہے ۔ یہ دو

متوازی لکیریں ہیں جو کبھی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ملتیں۔‘‘

انجلا نے اپنی پریشانی کو ہنسی میں چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔’’ ربیعہ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ مجھے تمہارے ہم مذہب طبیب کے ساتھ محبت ہوگئی ہے؟‘‘

’’نہیں انجلا! محبت تمہارے بس کی بات نہیں۔ مجھے یہ تسلی ہے کہ تم اس مقدس جذبے سے محروم ہو لیکن کانٹوں میں الجھنے سے فائدہ نہیں۔ بعض کانٹے بہت عجیب ہوتے ہیں۔ الجھنے والے کا دامن تار تار ہو جاتا ہے اور اسے خبر تک نہیں ہوتی۔‘‘

’’ربیعہ! ربیعہ! تمہارا خیال غلط ہے۔ میں محبت کے جذبے سے محروم نہیں۔ میں جس کسی کو اپنے دل کا مالک بناؤں گی تو اس کے لیے سب کچھ قربان کردوں گی۔ لیکن وہ ایسا انسان نہیں ہوگا جو میرا ہم مذہب نہ ہو، جسے شہروں سے نفرت ہو۔ میں اتنی احمق نہیں کہ برف کے تودے میں آگ کی چنگاری تلاش کروں۔ اگر میں نے بشیر میں کوئی دلچسپی لی ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ تمہارا معالج ہے۔ اگر تم برا مانتی ہو تو میں اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گی۔ میں آئندہ تمہارے ساتھ سیر کے لیے بھی نہیں آؤں گی۔‘‘

ربیعہ نے کہا۔’’نہیں نہیں انجلا! میں مذاق کر رہی تھی۔‘‘

(۳)

ربیعہ کی بے قراری میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ جمعے میں دو دن باقی تھے۔ ربیعہ نے اٹھ کر فجر کی نماز ادا کی تو انجلا ہاتھ منہ دھو کر سیر کے لیے تیار کھڑی تھی۔ میریا ہر رات سونے سے پہلے یہ کہا کرتی تھی کہ میں بھی صبح سیر کے لیے تمہارے ساتھ چلوں گی لیکن جب صبح اسے جگایا جاتا تو وہ دردِ سر یا کسی اور تکلیف کا بہانہ کر کے پڑی رہتی۔ تاہم جانے سے پہلے وہ انجلا کو یہ ہدایت ضرور کرتی کہ بیٹی بہت

دور نہ جانا، یہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔

آج بھی ربیعہ اور انجلا نے اتمام حجت کے لیے اسے جگایا لیکن جب وہ اٹھنے کی بجائے کروٹ بدل کر پھر سو رہی تو انجلا نے اپنے دل میں ایک طرح کی خوشی محسوس کرتے ہوئے کہا۔ ''چلو ربیعہ آج ہم وادی عبور کر کے اس پہاڑی پر چڑھیں گی''۔

یہ پہاڑی وہی تھی جہاں بشیر عام طور پر سیر کے لیے جایا کرتا تھا۔ وادی کے گھنے درختوں میں سے گزرنے اور ندی عبور کرنے کے بعد پہاڑی کی چڑھائی میں ربیعہ انجلا کی تیز رفتاری کا ساتھ نہ دے سکی۔ اس نے قریباً ایک تہائی بلندی پر پہنچ کر کہا۔ ''انجلا میں تھک گئی ہوں۔ اگر تمہیں شوق ہے تو تم اوپر تک ہو آؤ۔ میں یہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کرتی ہوں۔''

''بہت اچھا، میں ابھی آ جاؤں گی۔'' انجلا یہ کہہ کر بھاگتی ہوئی پہاڑی پر چڑھنے لگی۔ اس نے راستے میں بشیر کو نہیں دیکھا تھا اور اسے یہ امید تھی کہ وہ اس وقت پہاڑی کی چوٹی پر موجود ہوگا۔ ہر قدم کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔

ربیعہ ایک پتھر پر بیٹھ کر دیر تک انجلا کی طرف دیکھتی رہی۔ جب وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو وہ نیچے وادی کا دل کش منظر دیکھنے لگی۔ اچانک اسے اپنے دائیں ہاتھ کچھ فاصلے پر ایک سوار دکھائی دیا۔ گھوڑا اپنی مرضی سے آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور سوار بلند آواز سے عربی زبان کا ایک گیت گا رہا تھا۔ سوار کی سفید قبا دیکھ کر ربیعہ کا دل دھڑکنے لگا اور وہ ایک لمحہ سوچنے کے بعد وادی کی طرف چل پڑی۔ اسے یہ خدشہ تھا کہ اگر سوار ندی کے کنارے پہنچ گیا تو وہ اس کا راستہ نہیں روک سکے گی۔

اس نے کچھ فاصلہ معمولی رفتار سے طے کیا لیکن درختوں کے قریب پہنچ کر وہ تیزی سے بھاگنے لگی اور ندی کے قریب پہنچ کر پگڈنڈی کے کنارے ایک درخت کے نیچے کھڑی ہوگئی ۔ جوں جوں سوار کی آواز نزدیک سنائی دے رہی تھی اس کے دل کی دھڑکن میں اضافہ ہو رہا تھا۔

جب سوار بالکل قریب آ گیا تو ربیعہ نے چاہا کہ درخت کی اوٹ سے نکل کر پگڈنڈی پر کھڑی ہو جائے لیکن اس کی ہمت نے ساتھ نہ دیا اور وہ درخت کی اوٹ سے سر نکال کر پگڈنڈی کی طرف دیکھنے لگی ۔اس کا خیال صحیح نکلا۔ یہ سوار بدر بن مغیرہ کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔اس کے سر پر خود کی بجائے سفید عمامہ تھا۔

باوجود اس بات کے کہ سرحدی عقاب اس کی طرف متوجہ نہ تھا، ربیعہ اسے ایک نظر سے زیادہ نہ دیکھ سکی ۔ حیاء پریشانی اور احساس مرعوبیت کے باعث وہ ایک لحہ کے لیے کوئی فیصلہ نہ کر سکی ۔لیکن جب وہ گزر گیا تو وہ کوتاہی کے فرض کے احساس سے چونک اٹھی ،اس نے اپنے دل میں کہا۔ ''شاید ایسا موقع پھر نہ ملے ۔ جمعہ میں صرف دو دن باقی ہیں ۔'' ''ٹھہریئے!'' اس نے جلدی سے پگڈنڈی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

لیکن شرم و حیا میں ڈوبی ہوئی خفیف سی آواز بدر بن مغیرہ کے کانوں تک نہ پہنچ سکی ،وہ چند گز آگے جا چکا تھا ۔ وہ زمین جس نے ایک لحہ پیشتر ربیعہ کے پاؤں پکڑ رکھے تھے اب اسے ندی کی طرف دھکیل رہی تھی ۔وہ ندی کی طرف بڑھی ۔ ہر قدم پر اس کی رفتار تیز ہو رہی تھی یہاں تک کہ وہ بھاگنے لگی ۔

''ٹھہریئے! ٹھہریئے! ٹھہریئے!!'' رفتار کے ساتھ ربیعہ کی آواز بھی بلند ہوتی گئی ۔سوار نے مڑ کر دیکھا اور گھوڑے کی باگ کھینچ لی ۔ ربیعہ کا چہرہ حیا سے تمتما اٹھا

اوراس کے پاؤں پھرایک بارزمین سے پیوست ہوکررہ گئے۔

بدؔر نے قدرے حیران ہوکرکہا۔ ’’آپ......اکیلی‘‘۔

ربیعہ فوراً کوئی جواب نہ دے سکی۔بدؔر اپنانیزہ زمین پرگاڑ کرگھوڑے سے اترااور قدرے توقف کے بعد بولا۔’’آپ پریشان ہیں،آپ نے مجھےآوازدی تھی۔‘‘

ربیعہ نے جھجکتے ہوئے سر اٹھا کراس کی طرف دیکھا۔بدر کی مسکراہٹ میں تشویش، ہمدردی اورشفقت پا کروہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھی۔اس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔’’میں......میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔‘‘

’’کہیے......!‘‘

بدؔر نے پہلی بار غور سے اس کی طرف دیکھا۔وہ صحت، شباب، حسن اور پاکیزگی کا پیکرمجسم تھی اوراس کے چہرے پرحیا کی سرخ وسفیدلہریں بدؔر بن مغیرہ کو متاثر کیے بغیر نہ رہ سکیں۔

’’آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھیں؟‘‘بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔

ربیعہ کی آنکھیں جن میں محبت اوراطاعت کے سمندر بند تھے آہستہ آہستہ اوپر اٹھیں۔اس نے کہا۔’’میں اینجلا کے ساتھ سیر کے لیے آئی تھی۔وہ اس پہاڑی پر چڑھ گئی ہے۔‘‘

بدؔر نے کہا۔’’آپ پریشان نہ ہوں یہاں اسےکوئی خطرہ نہیں۔‘‘

’’میں اس کے لیے پریشان نہیں ہوں۔میں آپ سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ آپ کا یہ قلعہ سرحد کے بالکل قریب ہے،اگرنصرانیوں کوخبر ہوگئی کہ آپ یہاں رہتے ہیں تو......‘‘

’’آپ فکرنہ کریں۔ہم اپنے مہمانوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔‘‘

''نہیں،نہیں میرا یہ مطلب نہیں مجھے.....آپ کے متعلق تشویش ہے۔آپ اندلس کے مسلمانوں کی آخری امید ہیں''اگر نصرانیوں کو پتہ چل گیا کہ آپ یہاں رہتے ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ.....''

''آپ میری فکر نہ کریں۔میں نصرانیوں کو کئی بار سبق دے چکا ہوں''۔

''تاہم مختصر سی فوج کے ساتھ آپ کا اس غیر محفوظ قلعے میں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔آپ کی جان بہت قیمتی ہے۔مجھے ڈر ہے کہ ہمارا نوکر واپس جا کر یہ نہ بتا دے کہ آپ جنگل کی بجائے یہاں رہتے ہیں۔''

''آپ کے والد نے تو مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ بہت قابل اعتماد آدمی ہے''۔

ربیعہ نے پریشان سی ہو کر کہا۔''میرے والد بہت خوش اعتقاد ہیں۔ممکن ہے کہ ہمارا نوکر راستے میں پکڑا گیا ہو اور اس نے لالچ میں آ کر یا دھمکی سے مرعوب ہو کر انہیں سب کچھ بتا دیا ہو۔ایسے معاملات میں احتیاط ضروری ہے۔''

ربیعہ کے لہجے میں نصیحت سے زیادہ التجا تھی۔ایک مسلمان لڑکی کی تشویش اور ہمدردی بدر کی توقع کے خلاف نہ تھی۔اس نے ربیعہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔''یہ قلعہ غرناطہ کی حدود میں ہے اور جب تک نصرانی غرناطہ سے باقاعدہ جنگ چھیڑنے کا ارادہ نہیں کرتے وہ اس پر حملہ نہیں کریں گے اور اگر انہیں یہ علم ہو جائے کہ میں کبھی کبھی یہاں قیام کرتا ہوں تو بھی مجھے یقین نہیں کہ وہ فوری اقدام کی جرأت کریں گے۔اگر آپ کو اپنے متعلق پریشانی ہے تو بھی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہسپانیہ کے مسلمانوں کا خون اس قدر منجمد نہیں ہوا کہ وہ اپنے مہمانوں کی حفاظت نہ کر سکیں۔جب تک آپ لوگ غرناطہ نہیں پہنچ جاتے میرے سپاہی آپ کی حفاظت کریں گے۔''

ربیعہ نے مضطرب سی ہو کر کہا۔ ''آپ نے مجھے غلط سمجھا۔ مجھے اپنے متعلق کوئی پریشانی نہیں میں صرف آپ کے متعلق سوچ رہی تھی اور صرف میں ہی نہیں قسطلہ بلکہ اندلس کی ہر مسلمان لڑکی صبح و شام سرحدی عقاب کی سلامتی کی دعائیں مانگتی ہے۔ آپ اس بدنصیب قوم کا آخری سہارا ہیں۔'' ربیعہ کی آواز رک گئی اور اس کی حسین آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے۔

بدر بن مغیرہ نے قدرے متاثر ہو کر کہا۔ ''قوم کی بیٹیوں کو ایسے خدشات کا اظہار نہیں کرنا چاہیے جو مردوں کو عافیت پسند بنا دیتے ہیں۔ تاہم میں آپ کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھ دیا لیکن ربیعہ نے جلدی سے کہا ''ٹھہریئے''۔

بدر نے رکاب سے پاؤں نکالتے ہوئے کہا۔ ''شاید میں آپ کو تسلی نہیں دے سکا۔ دیکھئے نصرانیوں کا کوئی حملہ میرے لیے غیر متوقع نہیں ہو سکتا۔ وہ کسی محاذ پر مجھے سویا ہوا نہیں پائیں گے۔ یہ قلعہ اتنا غیر محفوظ نہیں جتنا آپ خیال کرتی ہیں''۔

ربیعہ نے قدرے تامل کے بعد کہا۔ آپ خوابوں پر یقین رکھتے ہیں؟

''ہاں میں بعض خوابوں کی حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔ میں نے بچپن میں اپنے والد کے متعلق ایک خواب دیکھا تھا اور وہ صحیح ثابت ہوا لیکن اس کے بعد میں نے اپنے ہر خواب کی تعبیر اپنی تلوار سے لکھی ہے۔ اگر آپ نے میرے متعلق کوئی خواب دیکھا ہے تو اس کی تعبیر کے لیے بھی میں اپنی تلوار پر بھروسہ کروں گا۔''

ربیعہ نے پرامید ہو کر کہا۔ ''مجھے آپ کی تلوار پر بھروسہ ہے۔ اندلس کے ہر مسلمان کو آپ کی تلوار پر بھروسہ ہے اور میں نے جو خواب دیکھا ہے اس تعبیر صرف آپ کی تلوار سے لکھی جا سکتی ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دشمنوں نے اچانک

آپ کے قلعہ پر حملہ کر دیا ہے۔آپ کے سپاہیوں کے مقابلہ میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔میں رات کی تاریکی میں قلعے کے اندر اور باہر خوفناک نعرے سن رہی تھی ۔مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ قلعہ کی دیوار توڑ کر اندر داخل ہو چکے ہیں۔خوف کے باعث میری آنکھ کھل گئی۔ہو سکتا ہے کہ یہ خواب میری توہمات کا نتیجہ ہو لیکن آپ سے اس کا ذکر کئے بغیر مجھے چین نہیں آ سکتا تھا۔''

بدر بن مغیرہ نے کہا۔''میں آپ کا شکر گزار ہوں۔اگر آپ کا خواب صحیح ہو تو آپ انشاءاللہ قلعے کے اندر ان کے نعرے سننے کی بجائے قلعے سے باہر ان کی چیخیں سنیں گی۔''

ربیعہ نے دبی زبان سے ''آمین'' کہا اور اس کا مغموم چہرہ مسرت سے چمکنے لگا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔''اس خواب کی تعبیر کے لیے شاید آپ کا چند دن اور یہاں ٹھہرنا ضروری ہو۔میں آپ کے والد سے کہوں گا شاید وہ چند دن اور سفر کا ارادہ ملتوی کرنے پر رضامند ہو جائیں''۔

ربیعہ نے خوش گوار دھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے اپنے دل میں کہا۔''آپ کی یہ عنایت شاید میرے کسی اور خواب کی تعبیر ہے''۔

بدر بن مغیرہ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے۔'' آپ شاید اپنی بہن کا انتظار کریں گی۔میں جاتا ہوں''۔

بدر نے گھوڑے پر بیٹھ کر اپنا نیزہ تھام لیا۔ربیعہ نے جھجکتے ہوئے کہا''مجھے ڈر ہے کہ آپ میری باتوں کو کہیں مذاق نہ سمجھ لیں۔میری سوتیلی ماں، انجلا اور میرا والد بھی میری باتوں پر ہنسا کرتے ہیں۔خدا کے لیے ان سے میرے خواب کا ذکر نہ

کریں۔''

''شاید آپ کو تسلی دینے کے لیے الفاظ کافی نہ ہوں''۔ بدر نے یہ کہتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد چند بار سیٹی بجائی۔ اس کے جواب میں آس پاس کے گھنے درختوں میں چھپے ہوئے چند پہرے دار اس کے گرد جمع ہو گئے۔

بدر نے ایک شخص سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''سلیمان! تم ابھی جنگل کی طرف روانہ ہو جاؤ، میں آج شام سے پہلے پہلے اپنی آدھی فوج کو اس پہاڑ کے عقب میں جمع دیکھنا چاہتا ہوں۔ قلعہ کے سپاہیوں میں سے کسی ان کی آمد کی خبر نہیں ہونی چاہیے۔''

بدر بن مغیرہ کے ہاتھ کا اشارہ پا کر پہرے دار جس طرح درختوں کی آڑ سے نمودار ہوئے تھے اسی طرح غائب ہو گئے۔ اس نے مسکراتے ہوئے ربیعہ کی طرف دیکھا اور۔ اب آپ کو اطمینان ہے؟ جب تک آپ یہاں ہیں میری آدھی فوج اس قلعہ کے گرد پہرا دے گی''۔

ربیعہ نے اضطراری طور پر آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''خدا کے لیے یہ نہ سمجھئے کہ مجھے اپنا خوف ہے۔ میرا اضطراب صرف آپ کے لیے ہے۔ آپ قوم کی پونجی ہیں۔ آپ اندلس کے مسلمانوں کا سرمایۂ حیات ہیں ۔کاش میں آپ کو اپنے خواب سے متاثر کرنے کی بجائے کچھ اور کر سکتی۔ کاش میں ان سرفروشوں میں سے ایک ہوتی جو آپ کے دروازے پر پہرا دیتے ہیں لیکن میں صرف ایک تو ہم پرست لڑکی ہوں جس کے پاس آپ کے لیے خوابوں اور دعاؤں کے سوا کچھ نہیں۔'' ربیعہ کی آواز بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ بدر بن مغیرہ کے لیے دیر تک یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیے۔ انتہائی سادگی،

عجز اور انکسار کے باوجود ربیعہ کے چہرے پر ایک ایسی متانت، سنجیدگی اور وقار تھا کہ بدر بن مغیرہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔اس نے نادم سا ہو کر کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میرے الفاظ سے صدمہ پہنچا، میرا مقصد یہ نہ تھا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اچھا خدا حافظ!''۔

ربیعہ گھوڑے کی باگ چھوڑ کر ایک ہٹ گئی۔ بدر نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ندی میں ڈال دیا۔ ربیعہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بار بار خدا حافظ! خدا حافظ!! کہہ رہی تھی۔

(۴)

انجلا ربیعہ کو راستے میں چھوڑ کر پہاڑی کی چوٹی پر پہنچی تو بشیر بن حسن اسے سامنے چند قدم کے فاصلے پر نیچے اترتا دکھائی دیا۔ وہ سانس درست کرنے کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ جب بشیر قریب آیا تو وہ رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ پونچھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بشیر نے اچانک اس کی طرف دیکھا تو چند قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ پھر کچھ سوچ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

بشیر نے کہا'' آج آپ اکیلی آ گئیں''۔

انجلا نے جواب دیا...... ''ربیعہ میرے ساتھ تھی وہ نیچے رہ گئی ہے۔ میں اس پہاڑی کی چوٹی پر پہنچنا چاہتی تھی۔ مجھے امید نہ تھی کہ آپ یہاں ہوں گے۔ یہ چڑھائی بہت دشوار تھی۔''

'' آپ نے بہت ہمت کی''۔ بشیر کے الفاظ میں ایک روکھا پن تھا اور انجلا محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی۔ تاہم اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''میری ہمت یہاں تک پہنچ کر جواب دے چکی ہے۔ یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ آپ مل گئے۔ اگر آپ کو تکلیف نہ

ہوتو چوٹی تک میرا ساتھ دیں۔“

”چلئے!“

”شکریہ! مجھے ڈر تھا کہ کہیں واپسی پر راستہ نہ بھول جاؤں“۔

”یہ راستہ اس قدر پیچیدہ نہیں“۔بشیر نے بے پروائی سے جواب دیا۔

بشیر خاصی رفتار کے ساتھ اس کے آگے آگے جا رہا تھا اور سانس پھول جانے کے باعث انجلا خواہش کے باوجود اس سے کوئی بات نہ کر سکی۔

پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر انجلا بری طرح ہانپ رہی تھی۔اس کا چہرہ پسینے سے شرابور تھا۔بشیر بن حسن نے ایک بلند اخلاق طبیب کی شان استغنا کے ساتھ ایک بار مڑ کر اس پیکر رعنائی کی طرف دیکھا اور پھر منہ پھیر کر نیچے سرسبز وادی کی طرف دیکھنے لگا۔

انجلا نے رومال سے پسینہ پونچھتے اور تنفس پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔”آپ کو شاید چڑھائی محسوس بھی نہیں ہوئی۔میرا تو برا حال ہو رہا ہے۔“

بشیر نے بدستور نیچے کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔”میں پہاڑوں پر چڑھنے کا عادی ہوں آپ نے شاید پہلی بار ہمت آزمائی کی ہے“۔

انجلا نے کہا۔یہاں کھڑے ہو کر نیچے کی وادیاں کتنی دلفریب دکھائی دیتی ہیں۔افسوس ربیعہ میرے ساتھ نہ آسکی۔

”اسے ابھی اتنی ریاضت کرنی بھی نہیں چاہیے“۔

انجلا نے ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔”اگر اجازت ہو تو تھوڑی دیر ستا لوں ۔میں بہت تھک گئی ہوں“۔

بشیر نے جواب دیا”جلدی کیجیے آپ کی بہن انتظار کر رہی ہو گی۔“

اینجلا نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''کتنا حسین ہے یہ منظر، آپ ہر روز یہاں آیا کرتے ہیں؟''

''ہاں! لیکن یہ محض اتفاق ہے کہ آج میں یہیں سے واپس جا رہا تھا۔ ورنہ میں سامنے اس پہاڑ کی چوٹی جایا کرتا ہوں''۔

''یہ اتفاق شاید اس لیے تھا کہ قدرت کو آپ کی رہنمائی میں میرا یہاں تک پہنچانا مقصود تھا''۔

''آپ میرے بغیر بھی یہاں آسکتی تھیں۔''

''نہیں، میں سچ کہتی ہوں، میری ہمت جواب دے چکی تھی۔ ہم پرسوں جا رہے ہیں۔ اگر آج آپ راستے میں نہ ملتے تو اس چوٹی پر پہنچنے کی حسرت شاید میں اپنے ساتھ لے جاتی۔''

''یہ کوئی ایسی حسرت نہ تھی جس کے پورا نہ ہونے کا آپ کو افسوس ہوتا۔''

''میں یہ حسین منظر کبھی نہیں بھول سکوں گی۔ میں نے سنا ہے کہ سرحدی عقاب کے جنگل میں نہایت دلفریب مناظر ہیں''۔

''ہاں وہ علاقہ بہت خوبصورت ہے۔''

اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ شہروں میں جانا پسند نہیں کرتے؟

انسان ہمیشہ ایسی جگہ کو پسند کرتا ہے جہاں وہ مفید کام کر رہا ہو۔

''میرے خیال میں آپ ان پہاڑوں اور جنگلوں کی بجائے قسطلہ، اشبیلیہ اور قرطبہ جیسے شہروں میں زیادہ مفید کام کر سکتے ہیں۔ وہاں امراء گورنر اور بادشاہ تک آپ کے قدردان ہوں گے۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں یہ کہوں گی کہ آپ یہاں اپنے جوہر ضائع کر رہے ہیں۔ ابا جان کہتے ہیں کہ اگر آپ قسطلہ چلے جائیں تو

بادشاہ کے دربار میں آپ کو پہلی کرسی ملے گی۔"

آپ کے والد یقیناً مجھے قسطلہ جانے کا مشورہ نہیں دیں گے ۔ میں بدر بن مغیرہ کے ایک معمولی سپاہی کا علاج کر کے تمہارے بادشاہ کے دربار میں بیٹھنے سے زیادہ خوش رہ سکتا ہوں ۔ یہ لوگ کبھی کبھی صرف جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس کا علاج ہو سکتا ہے ۔لیکن تمہارے بادشاہ اور امراء ہمیشہ روحانی اور اخلاقی بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں ۔

انجلا نے مسکراتے ہوئے بشیر کی طرف دیکھا اور کہا" آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ کو عیسائیوں سے نفرت ہے"۔

"ایک طبیب کی حیثیت میں ہر انسان کی خدمت کرنا میرا فرض ہے لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا پہلا فرض یہ ہے کہ ان لوگوں کا ساتھ دوں جو اندلس میں مسلمانوں کی عزت اور آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔آپ کو انسانیت قسطلہ کے ان ایوانوں میں دکھائی دیتی ہے جہاں مسلمانوں کی غلامی کی زنجیریں تیار ہو رہی ہیں اور مجھے انسانیت ان جھونپڑوں میں دکھائی دیتی ہے جن میں رہنے والے غیروں کی غلامی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں"۔

انجلا نے مغموم سی ہو کر کہا۔" کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ دیر تک ہمارے شہنشاہ کا مقابلہ کر سکیں گے"۔

مقابلہ صرف فتح کی امید پر ہی نہیں کیا جاتا ۔بعض حالات میں جنگ کمزور کے لیے ایک فریضہ بن جاتی ہے ۔ہمیں یہ یقین ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں ہمیں کوئی غلام نہیں بنا سکتا۔خیر اب چلیئے دیر ہو رہی ہے۔

انجلا نے کہا۔" میرے خیال میں اگر آپ قسطلہ کے شاہی طبیب کے

عہدے پر فائز ہوں تو آپ بادشاہ کو خوش کر کے اسے مسلمانوں کی آزادی پر حملہ کرنے سے باز رکھ سکتے ہیں۔

''آزادی خوشامد سے نہیں بلکہ خون سے خریدی جاتی ہے۔''

انجلا نے کہا۔''طبیب کی حیثیت میں آپ بادشاہ کے خوشامدی نہیں بلکہ محسن بن سکتے ہیں''۔

بشیر نے قدرے ترش لہجے میں کہا۔''ہمارے لیے اب تمہارے مغرور بادشاہ کا محسن بننے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم اس کے ہاتھ سے استبداد کی تلوار چھین لیں اور جب وہ ہمارے رحم و کرم پر ہو تو ہم اپنے بزرگوں کے اخلاق پر عمل کرتے ہوئے اس کی خطائیں معاف کر دیں۔ میں اپنی قوم کی دائمی زندگی کے لیے ایک سپاہی بن کر لڑنے کو اس سے عارضی زندگی کی بھیک مانگنے پر ترجیح دیتا ہوں ۔آپ یہاں مہمان ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے خواہ مخواہ یہ بحث شروع کر دی ۔ہسپانیہ اور قسطلہ کا مقابلہ اب باتوں سے نہیں تلوار سے ہوگا۔''

بشیر آہستہ آہستہ پہاڑی سے نیچے اترنے لگا۔انجلا اٹھ کر اس کے پیچھے چل دی۔وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہی تھی۔''کاش میں یہ بحث نہ چھیڑتی''۔

دونوں دیر تک خاموش رہے لیکن جب وہ پہاڑی سے اتر کر درختوں میں سے گزر رہے تھے انجلا نے تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اس قدر خفا ہو جائیں گے ۔خدا جانتا ہے کہ میں آپ کی دشمن نہیں ۔آپ خواہ کچھ کریں میری دعائیں آپ کے ساتھ ہوں گی ۔ مجھے معاف کر دیجئے۔

بشیر بن حسن نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے

تھے۔

اس نے متاثر ہو کر کہا۔ ”نادان لڑکی تم رو رہی ہو؟“۔

مجھے معاف کر دیجئے۔ اس نے پھر کہا۔

”لیکن میں ان آنسوؤں کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔ اگر یہ نصرانیوں کی طرف سے ایک فاتح کی دوستی کا پیغام دینا چاہتے ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ یہ موتی رائیگاں جائیں گے اور اگر یہ اس لیے ہیں کہ تم ہماری جدو جہد کو بے فائدہ سمجھتی ہو تو بھی ہمدردی کا یہ پیغام قبل از وقت ہے اور اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ بشیر بن حسن کی جان اس قدر قیمتی ہے کہ وہ موت حیات کی اس کشمکش میں اپنی قوم کا ساتھ نہ دے تو بھی تم غلطی پر ہو۔“

انجلا نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ ”مجھے عیسائیوں یا مسلمانوں اور ان کے بادشاہوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں صرف آپ کی خیر چاہتی ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میری باتوں سے صدمہ پہنچا۔ میں نادان ہوں۔ آپ میری باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیں۔“

”انجلا! انجلا!!“ ربیعہ کی آواز آئی۔

انجلا کی خاموشی پر بشیر بن حسن نے جواب دیا۔ آپ کی بہن یہاں ہے۔ پھر وہ انجلا سے مخاطب ہوا۔ چلو انجلا! تمہاری بہن بلاتی ہے۔

انجلا بشیر کے آگے آگے چلنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد انجلا، ربیعہ اور بشیر قلعے کا رخ کر رہے تھے۔

ندی عبور کرنے کے بعد انہیں ابوداؤد ملا اور اس نے انجلا اور ربیعہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”تم نے آج بہت دیر لگائی“۔

ربیعہ نے کہا۔ ابا جان! ہم نے آج پہاڑی پر چڑھنے کا ارادہ کیا تھا۔ میں

زیادہ دور نہ جا سکی۔ اینجلا اکیلی چوٹی پر سے ہو آئی ہے۔



ربیعہ کے خواب کی تعبیر

(۱)

جمعہ کے دن کا بیشتر حصہ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن نے ابو داؤد کی صحبت میں گزارا۔ان کی باتوں سے ابو داؤد کو یہ اطمینان ہو چکا تھا کہ وہ رات اس قلعہ میں گزاریں گے لیکن گزشتہ دو دن سے وہ اس بات پر حیران تھا کہ قلعہ کے بہت سے سپاہی اچانک غائب ہو چکے ہیں۔

دوپہر کے وقت جب وہ بدر اور بشیر کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔اس نے کہا'' قلعے میں سپاہیوں کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے۔میرا خیال ہے جب آپ یہاں ہوں تو آپ کی حفاظت کا پورا انتظام ہونا چاہیے''۔

بدر نے بے پروائی سے جواب دیا۔'' اپنے لیے ہم کبھی سپاہیوں ی ضرورت محسوس نہیں کی''۔

'' آپ کی شجاعت میں کلام نہیں لیکن اس قلعے کی حفاظت کے لیے بھی سپاہیوں کی اچھی خاصی تعداد کا ہونا ضروری ہے۔نصرانیوں کی طرف سے اچانک حملے کا خدشہ نہ ہو تو بھی آپ کو ہوشیار رہنا چاہیے''۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا'' آپ فکر نہ کریں خطرے کے مقابلے کے یے آپ یہاں کافی سپاہی موجود پائیں گے۔اس قلعہ میں میرا قیام بالکل عارضی تھا۔ کل آپ غرناطہ روانہ ہوں گے اور میں انشاءاللہ اپنے پہاڑوں اور جنگلوں میں پہنچ جاؤں گا''۔

تو شاید اسی خیال سے آپ نے سپاہیوں کو دو دن پہلے روانہ کر دیا ہے۔

''ہاں یہاں وہ بیکار پڑے تھے''

اس کے بعد دیر تک مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی۔

مغرب کی نماز کے بعد جب یہ لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے ایک سوار گھوڑا بھگاتا ہوا قلعے میں داخل ہوا اور مسجد کے دروازے کے سامنے آرکا۔ بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھ کر وہ گھوڑے سے اترا اور تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھا۔

بدر بن مغیرہ نے اس کی بات کا انتظار کیے بغیر پوچھا۔ ''کہو خیر تو ہے...... تم بہت پریشان ہو''۔

سپاہی نے کہا۔ ''بادشاہ کے بھائی اور ان کے ساتھ غرناطہ کی فوج کے چند عہدیدار آپ سے ملنے کے لیے آئے تھے اور آپ کی قیام گاہ میں ٹھہر کر آپ کا انتظار کرنے کی بجائے وہ اس طرف آرہے ہیں''۔

''وہ یہاں سے کتنی دور ہوں گے؟''۔

''یہاں سے آٹھ دس کوس دور ہوں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ رات کا کھانا آپ کے ساتھ کھائیں گے۔''

بدر بن مغیرہ نے بشیر بن حسن کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ آپ ان کے قیام اور طعام کا بندوبست کریں۔ میں ان کی پیشوائی کے لیے جاتا ہوں۔

تھوڑی دیر بعد جب بدر بن مغیرہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا قلعے سے باہر نکل رہا تھا۔ ابو داؤد تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچا۔ کچھ دیر گہری سوچ میں کمرے کے اندر ٹہلتا رہا۔ پھر اس نے درمیانی دروازہ کھول کر میریا کے کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا۔ میریا ذرا ادھر آؤ۔

میریا کرسی سے اٹھ کر اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔

ربیعہ اور انجلا ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں۔ ربیعہ نے آہستہ سے کہا۔

''انجلا! ابا جان آج صبح سے پریشان ہیں''۔

انجلا نے ربیعہ کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا'' ان کی پریشانی کی وجہ شاید کل کا کٹھن سفر ہو لیکن ربیعہ مجھے تم ان سے زیادہ پریشان دکھائی دیتی ہو۔ جب ہم قسطلہ سے غرناطہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو تم بہت خوش تھیں لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں غرناطہ کی نسبت یہ ویران قلعہ زیادہ پسند ہے''۔

''مجھے غرناطہ سے محبت ہے۔ مجھے فکر ہے کہ ابا جان کہیں کل غرناطہ جانے کا ارادہ بدل نہ دیں''۔

''تمہیں معلوم ہے کہ ابا جان غرناطہ جانے کا ارادہ تبدیل نہیں کریں گے۔ سرحدی عقاب نے ہماری لیے غرناطہ سے نئی بگھی منگوائی ہے۔ تمہاری پریشانی کی وجہ کچھ اور ہے۔ ربیعہ تم مجھ سے اپنے دل کی بات نہیں چھپا سکتیں۔ سچ کہو تمہیں اس بات کا غم نہیں کہ سرحدی عقاب کا نشیمن غرناطہ سے دور ہو گا''۔

ربیعہ کے چہرے پر حیا کی سرخ و سفید لہریں رقص کرنے لگیں، وہ انجلا کو کوئی جواب نہ دے سکی۔ انجلا نے پھر کہا'' ربیعہ ہم دونوں ایک کشتی میں سوار ہیں لیکن میں بشیر بن حسن کا نام لیتی ہوں تو تم مجھے ملامت کرتی ہو اور تمہاری اپنی حالت یہ ہے کہ یہاں سے رخصت ہونے کے تصور سے تمہارا چہرہ مرجھایا جاتا ہے۔، سچ کہو! تمہیں سرحدی عقاب سے محبت نہیں؟''۔

''انجلا! میں یہ کیسے کہہ سکتی ہوں کہ مجھے اس سے نفرت ہے لیکن میری دنیا اس کی دنیا سے مختلف ہے۔ بدر بن مغیرہ اندلس کے آسمان پر چودھویں رات کا چاند ہے اور میں ان لاکھوں تماشائیوں میں سے ایک ہوں جو اس کی آب و تاب سے

متاثر ہونے کے باوجود اسے آسمان سے اتار کر اپنے جھونپڑے کی زینت بنانے کا خیال دل میں نہیں لا سکتے۔ بشیر بن حسن بھی اندلس کے آسمان کا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے اور تمہاری دلچسپی اگر اسے دیکھنے تک محدود رہتی تو میں یقیناً اعتراض نہ کرتی، لیکن انجلا! تم اس ستارے کو آسمان سے نوچ اپنے دامن کی زینت بنانا چاہتی ہو اور ان بلندیوں سے آنکھیں بند کر لیتی ہو جو تمہارے اور اس کے درمیان حائل ہیں۔ میں تمہاری آنکھیں کھول دینا اپنا فرض سمجھتی ہوں''۔

انجلا کا خوبصورت چہرہ مرجھا گیا۔ اس نے اپنے ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ ''اپنی گذشتہ بدسلوکیوں کے باوجود میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ دنیا میں تم سے زیادہ میرا خیر خواہ کوئی نہیں۔ لیکن برا نہ ماننا تم ایک شاعرہ ہو۔ میں نے اسے آسمان پر نہیں اسی زمین پر دیکھا ہے اور مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی کہ میں اسے چاہتی ہوں۔ میں اگر اسے اپنے دامن کی زینت نہ بنا سکی تو بھی اس کے دامن کی طرف ہاتھ بڑھاتے جھجک محسوس نہیں کروں گی۔ ربیعہ! جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا تو میرے دل نے گواہی دی تھی کہ وہ میرا ہے۔ جب میں نے اس کی آواز سنی تھی تو میں نے محسوس کیا تھا کہ میرے کان اس آواز سے مانوس ہیں۔ جب تک میری آنکھیں اسے دیکھتی رہیں گی اور میرے کان اس کی آواز سنتے رہیں گے، میرا دل یہ کہتا رہے گا کہ وہ میرا ہے، وہ میرا ہے۔ ربیعہ! سچ کہو تم بدر بن مغیرہ کے متعلق یہی کچھ محسوس نہیں کرتیں کہ وہ ایک مرد ہے اور تم ایک عورت ہو......؟''

ربیعہ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''انجلا! تم یہ محسوس نہیں کرتیں کہ تم عیسائی ہو اور وہ ایک مسلمان اور اندلس میں عیسائیت اور اسلام کی جنگ

جاری ہے''۔انجلا نے جواب دیا۔''مجھے اس کی پرواہ نہیں۔میں اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کروں گی اور اگر میں اسے اپنی طرف نہ لاسکی تو مجھے اس کی طرف جانے میں کوئی تامل نہیں ہوگا''۔

ربیعہ نے کہا۔''انجلا! فرض کرو۔اگر آج ہی غرناطہ اور قسطلہ کی سلطنتوں میں باقاعدہ جنگ چھڑ جائے تو تمہارے اور بشیر بن حسن کے درمیان تمام راستے مسدود نہیں ہو جائیں گے''۔

''ہوسکتا ہے کہ عارضی وقفہ کے لیے ہمارے درمیان تمام راستے مسدود ہو جائیں لیکن اس جنگ کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ تمام اندلس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے اور ہمارے درمیان منافرت کی رہی سہی دیواریں نابود ہو جائیں''۔

ربیعہ نے کہا۔انجلا! کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ بشیر بن حسن جیسا سپاہی اپنی قوم کی شکست اور تباہی کے بعد تم سے عشق کرنے کے لیے زندہ رہے گا۔

انجلا کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔اس نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔''ربیعہ! فرض کرو اگر حالات اسے قسطلہ جانے پر مجبور کردیں اور اس کے لیے اپنی زندگی کے باقی دن وہاں گزارنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو تو کیا پھر بھی میرے اور اس کے درمیان منافرت کی دیواریں حائل رہیں گی؟''

ربیعہ نے جواب دیا''یہ اسے قسطلہ جانے پر مجبور کردینے والے حالات پر منحصر ہے۔ایک قیدی کی حیثیت سے وہ اپنی دشمن کی کسی لڑکی سفارش پر رہا ہو کر ذلت کی زندگی بسر کرنا گوارا نہیں کرے گا۔البتہ ایک فاتح کی حیثیت میں شاید وہ تمہاری محبت کی زنجیریں پہننا منظور کرلے لیکن تم یہ کیسے معلوم کیا کہ حالات اسے قسطلہ جانے پر مجبور کردیں گے۔''

انجلا نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ ''ایک پھول کا صحیح مقام باغ ہے ۔شاید وہ خود ہی زیادہ عرصہ اس ویرانہ میں رہنا پسند نہ کرے''۔

ربیعہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ساتھ کمرے کا دروازہ کھلا اور ابو داؤد اور میریا ان کے کمرے میں داخل ہوئے ۔ابو داؤد کے ہاتھ میں دو جلتی ہوئی شمعیں تھیں جب اس نے دونوں دریچوں میں یہ شمعیں رکھ دیں تو ربیعہ نے معصومانہ انداز میں کہا۔ابا جان! کمرے میں فانوس سے پہلے ہی کافی روشنی ہے ۔ یہ شمعیں جلانے سے کیا فائدہ؟

ابو داؤد نے پریشان ہو کر کہا'' ربیعہ تمہیں زیادہ روشنی سے نفرت ہے؟''

نہیں ابا جان! لیکن یہ ہوا سے بجھ جائیں گی ۔اگر آپ کہیں تو میں کھڑکیاں بند کر دوں؟

نہیں تازہ ہوا کے لیے کھڑکیوں کا کھلا رہنا ضروری ہے۔پھر اس نے میریا کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''اگر یہ بجھ جائیں تو نہیں فوراً دوبارہ جلا دینا ۔میرے کمرے میں اور شمعیں پڑی ہیں جب یہ ختم ہو جائیں تو ان کی جگہ اور لا کر رکھ دینا۔'' ابو داؤد یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

(۲)

عشاء کی نماز کے وقت بدر بن مغیرہ، شاہ غرناطہ کے بھائی الزغل اور غرناطہ کی فوج کے دو نامور سالار موسیٰ اور الزیغری کے ہمراہ قلعے میں داخل ہوا۔غرناطہ کے پندرہ سپاہی اور معمولی عہدہ دار بھی ان کے ساتھ تھے۔

چونکہ قلعہ کی مسجد میں مؤذن اذان دے رہا تھا اس لیے یہ لوگ گھوڑے سے

اترتے ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ابوداؤد اور بشیر بن حسن نے مسجد کے دروازے پر انہیں خوش آمدید کہا۔الزغل نے بشیر بن حسن کے ساتھ گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے ابوداؤد کی طرف دیکھا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔"یہ ابوداؤد ہیں۔میں راستے میں آپ کے سامنے ان کا ذکر کر چکا ہوں"۔

الزغل نے ابوداؤد کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا"بدر نے آپ کی بہت سی خوبیاں بیان کی ہیں لیکن میرے نزدیک آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہمارا سرحدی عقاب آپ کا عقیدت مند ہے"۔

ابوداؤد نے مسکراتے ہوئے کہا۔"میری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ میں ایک انتہادرجہ کے فیاض طبع نوجوان کا مہمان ہوں جس نے اپنے بے کس مہمان کی بے جا تعریف بھی مہمان نوازی کے فرائض میں شامل کر لی ہے۔وہ حادثہ جس کے باعث مجھے چند دن کے لیے سرحدی عقاب کی ہم نشینی نصیب ہوئی ہے میری زندگی کا ایک انتہائی خوش گوار واقعہ ہے۔غرناطہ کا رجل عظیم جسے میں دور سے دیکھ لینا بھی اپنی خوش قسمتی خیال کرتا آج میرے سامنے ہے۔اگر یہ گستاخی نہ ہو تو میں اس مقدس ہاتھ پر بوسہ دینا چاہتا ہوں جسے صدیوں کے بعد موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی تلوار اٹھانے کی سعادت حاصل ہوئی ہے"۔

الزغل ان باعمل انسانوں میں سے تھا جو خوشامد سے بہت پریشان ہوتے ہیں لیکن ابوداؤد کا لب ولہجہ اسے متاثر کیے بغیر نہ رہ سکا۔اس کے ساتھ ہی دو گرم گرم آنسو جو ابوداؤد کی آنکھوں سے انتہائی ضرورت کے وقت ٹپکا کرتے تھے الزغل کے ہاتھ پر گر پڑے۔

قریباً اسی قسم کے جذبات کا اظہار ابو داؤد نے موسیٰ اور الزبغری سے متعارف ہوتے وقت بھی کیا۔ یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے۔ امامت کے فرائض ابو داؤد نے انجام دیئے۔

نماز کے بعد یہ لوگ بالائی منزل کے ایک کمرے میں کھانا کھا رہے تھے ابو داؤدان پر اثر ڈالنے کے لیے اپنے دماغ اور زبان کی تمام صلاحیتوں سے کام لے رہا تھا۔ الزغل جو خود بھی بہت سے علوم میں غیر معمولی استعداد رکھتا تھا، ابو داؤد کے تبحر علمی سے بہت متاثر ہوا اور جب اس نے اپنی ان خفیہ سرگرمیوں کا ذکر کیا جن کا مقصد قسطلہ کی ظالم حکومت کا تختہ الٹنا تھا تو الزغل نے کہا ''خدا کا شکر ہے کہ آپ نے اپنی سرگرمیوں کے لیے وہ جگہ منتخب کی ہے جہاں آپ کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ غرناطہ میں آپ ہمارے لیے بہت کچھ کرسکیں گے۔ بدر بن مغیرہ نے آپ کے متعلق جو کچھ مجھے بتایا ہے اس سے میرا اندازہ ہے کہ آپ نوجوانوں کو متاثر کرنا جانتے ہیں۔ میں غرناطہ میں ایک ایسا نوجوان آپ کے سپرد کروں گا جسے راہ راست پر لانا ہمارے لیے اندلس کی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے سے کم نہیں۔ میری مراد اپنے بھتیجے اور اندلس کے ولی عہد عبداللہ سے ہے۔ وہ پرلے درجے کا وہمی، ڈرپوک، خوشامد پسند اور جلد باز نوجوان ہے۔ وہ تعمیر سے زیادہ تخریب میں خوش ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کی اصلاح کرسکیں تو یہ قوم کی بہت بڑی خدمت ہوگی''

۔

ابو داؤد نے اپنی مسرت کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے جوب دیا۔ ''غرناطہ کے نوجوانوں کی اصلاح کے لیے آپ کی آنکھ کا اشارہ کافی ہے۔ تاہم جو خدمت میرے سپرد کی جائے گی میں اسے بخوشی سرانجام دوں گا''۔

الزغل نے کہا۔ ''ابو عبداللہ کو آنکھ کے اشارے کی جگہ چابک کی ضرورت ہے اور میں یہ سمجھتا ہو کہ وہ چابک آپ کے پاس ہے۔آپ غرناطہ کب جا رہے ہیں؟''

''تو جب تک آپ وہاں پہنچیں گے میں بھی آجاؤں گا۔میرا بھائی آپ جیسے با کمال آدمی کو اپنے بیٹے کا اتالیق بنانے پر اعتراض نہیں کرے گا لیکن ابو عبداللہ پر یہ ظاہر نہ کیجئے کہ آپ نے یہ ذمہ داری میری ایما پر قبول کی ہے۔وہ میری ہر بات کو شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔''

''آپ اس کی فکر نہ کریں۔''

اس کے بعد الزغل موسیٰ اور الزیغری ابو داؤد سے قسطلہ کی فوجی تیاریوں کے متعلق سوالات پوچھتے رہے اور وہ انہیں حقیقت سے آگاہ کرنے کی بجائے خوش کرنے کے ارادے سے جوابات دیتا رہا۔

آدھی رات کے قریب جب یہ لوگ اٹھنے کا ارادہ کر رہے تھے قلعے کے چاروں طرف نقاروں کی گونج سنائی دی۔اور یہ لوگ پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔الزغل نے جواب طلب نگاہوں سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور باقی لوگوں کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔

بدر بن مغیرہ کے چہرے پر حیرانی یا اضطراب کا شائبہ تک نہ تھا۔'' آپ گھبرائیں نہیں''۔اس نے اطمینان کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہا۔میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔بشیر بھی اٹھا لیکن بدر بن مغیرہ نے کہا۔''آپ مہمانوں کے پاس بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں''۔

بدر بن مغیرہ دروازے کے قریب پہنچا تو ایک پہریدار بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔''نصرانیوں نے حملہ کر دیا ہے۔''

یہ سنتے ہی سب نے اٹھ کر تلواریں نکال لیں لیکن بدر بن مغیرہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''نصرانیوں نے گذشتہ بیس برسوں میں اس سے بڑی حماقت نہ کی ہوگی۔ آپ اطمینان سے بیٹھے رہیں۔ رات کے وقت ان کی بڑی سے بڑی فوج بھی اس قلعے کے قریب نہیں آ سکتی۔ میں اپنی گزشتہ تمام زندگی میں شاید کسی غیر متوقع حملے کے لیے اس قدر تیار نہ تھا۔''

ابو داؤد نے کہا۔ ''لیکن قلعے میں تو آج میں نے بیس پچیس سے زیادہ سپاہی نہیں دیکھے''۔

قلعے کی حفاظت اس کی چاردیواری سے بہت دور کی جاتی ہے۔ خوش قسمتی سے آج میرے نصف سے زیادہ سپاہی یہاں موجود ہیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔

موسیٰ نے کہا۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ میرے ہی کسی سپاہی کے تیر کا نشانہ نہ بن جائیں۔ میں شاید خود بھی باہر لڑنے والوں کی راہنمائی کے لیے نہ جا سکوں۔ میں صرف قلعہ کے پہریداروں کو چند ہدایات دینا چاہتا ہوں۔

الزغل نے مطمئن ہو کر کہا۔ ''تو آپ کو اس حملے کی توقع تھی''۔

اس سوال پر ابو داؤد چونک کر بدر کی طرف دیکھنے لگا۔ بدر نے جواب دیا۔ '' مجھے قدرت کی طرف سے ایک اشارہ ہوا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے اسے وہم نہیں سمجھا۔''

بشیر بن حسن نے بدر کے ساتھ جانے پر اصرار کیا لیکن مین نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ میرے بہت سے سپاہی صرف اس لیے تیروں کی باش میں کھڑے ہو سکتے ہیں کہ تم ان کے زخموں کا علاج کر سکتے ہو۔ تم یہیں ٹھہرو اور زخمی ہونے والوں

کے لیے مرہم پٹی کا سامان تیار کرو۔

بدر بن مغیرہ باہر نکل گیا۔ ایک ساعت کے بعد وہ واپس آیا اور بولا۔ ''آپ اگر چاہیں تو بے فکر ہو کر سو سکتے ہیں۔ نصرانی اس قلعہ سے دو کوس کے فاصلہ پر غیر متوقع استقبال دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن اگر ان میں دس آدمی بھی بچ کر نکل گئے تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔ میں آپ میں سے کسی اس شاندار فتح میں حصہ دار بننے سے نہیں روکنا چاہتا لیکن پوچھنے سے پہلے آپ کا باہر نکلنا مناسب نہیں۔ صبح کی روشنی میں آپ قیدیوں کو اکٹھا کرنے اور بھاگنے والوں کو تیروں کو نشانہ بنانے میں میرے ساتھیوں کی مدد کر سکیں گے''۔

یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ ابو داؤد کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ ذرا اپنے کمرے میں جائیں اور باہر کھلنے والے دریچے بند کروا دیں، ورنہ روشنی بجھا دیں اور بچوں کو ہدایت کریں کہ کوئی دریچے کے سامنے کھڑا نہ ہو۔ مجھے پہریداروں نے اطلاع دی ہے کہ حملہ آوروں کی ایک بھٹکی ہوئی ٹولی قلعہ کے قریب دیکھی گئی ہے۔ اگرچہ قلعہ کو ان لوگوں سے کوئی خطرہ نہیں۔ تاہم یہ اندیشہ ضرور ہے کہ ان میں کوئی روشنی دیکھ کر تیر چلا دے۔''

مجھے امید نہ تھی کہ وہ ایسی غلطی کریں گی۔ یہ کہہ کر ابو داؤد بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔

الزغل نے ہنستے ہوئے کہا۔ ایک اچھا عالم شاذونادر ہی ایک اچھا سپاہی ثابت ہوتا ہے۔

(۳)

ابو داؤد تھوڑی دور جا کر سوچ میں پڑ گیا اور اس کی رفتار کم ہونے لگی۔ بدر بن

مغیرہ کی باتوں سے اسے یقین ہو چکا تھا کہ اس کی دعوت پر حملہ کرنے والوں کی تباہی یقینی ہے۔اس لیے روشنی جلانے یا بجھانے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں حملہ آوروں کے ساتھ اس کا نوکر بھی نہ ہو جسے اس نے سرحد کے گورنر کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا تھا۔بظاہر اس بات کا امکان بہت کم تھا تاہم اسے تشویش تھی اوراس سے زیادہ تشویش اس بات کی تھی کہ کہیں حملہ آور فوج کا سپہ سالار گرفتار ہونے پر بدر بن مغیرہ کے سامنے اس کا بھانڈا نہ پھوڑ دے۔اس مرحلہ پر وہ اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے رہا تھا کہ سرحد کے گورنر نے اسے فرڈی نینڈ کا خاص آدمی سمجھ کر اس کی ہدایات پر ضرور عمل کیا ہو گا اور کسی فوجی عہدہ دار پر اس کا راز افشا نہیں کیا ہو گا۔

وہ ہر قدم پر طرح طرح کے خدشات محسوس کرتا اور انہیں جھٹلاتا اپنے کمرے کے قریب پہنچا تو ایک نئے خیال نے اس کے جسم پر کپکپی طاری کر دی۔اس نے سوچا ۔"کیا یہ ممکن نہیں کہ سرحد کا گورنر شہرت اور ناموری کے شوق میں خود ہی اس فوج کے ساتھ چلا آیا ہو اور وہ گرفتار ہونے کے بعد بدر بن مغیرہ اور رالزنل کے سامنے یہ کہہ دے کہ تمہارا مجرم میں نہیں ہوں، ابو داؤد ہے جس نے مجھے اس قلعہ پر حملہ کی دعوت دی ہے؟"

وہ انتہائی پریشانی کی حالت میں اپنے بچاؤ کے مختلف طریقے سوچ رہا تھا کہ اسے کسی کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔وہ جلدی سے دروازہ کھول کر اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ساتھ والے کمرے سے ایک اور چیخ کے بعد کسی کے گرنے کی آواز آئی۔ اتنی دیر میں وہ عقبی کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ایک لمحہ کے لیے اس کا خون منجمد ہو کر رہ گیا۔اینجلا اور میریا فرش پر بے ہوش پڑی تھیں۔

انجلا کے سینے میں ایک تیر پیوست تھا۔ ربیعہ سکتے کے عالم میں اس کے قریب کھڑی تھی۔ ابوداؤد نے انتہائی پریشانی کے عالم میں ربیعہ کی طرف دیکھا اور اس نے اضطراری حالت میں دریچوں کی طرف اشارہ کیا۔ ابوداؤد نے شمعیں اٹھا کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کھڑکیاں بند کر دیں اور انجلا اور میریا کی طرف متوجہ ہوا ۔"میریا! انجلا!!" اس نے دونوں کو یکے بعد دیگرے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

انجلا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں لیکن میریا بے ہوش تھی۔

ربیعہ نے کہا" ابا جان! طبیب کو بلا لیجئے ۔ انجلا زخمی ہے اور امی جان صدمے سے بے ہوش ہوگئی ہیں۔ انجلا دریچے کے سامنے سے گزر رہی تھی کہ باہر سے کسی نے تیر چلا دیا۔ آپ جلدی کریں۔ انجلا کا خون بہہ رہا ہے"۔

ابوداؤد اٹھ کر بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔

(۴)

تھوڑی دیر بعد ابوداؤد کے ساتھ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن کمرے میں داخل ہوئے۔ بشیر نے انجلا اور میریا پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد دونوں کو یکے بعد دیگرے اٹھا کر ان کے بستروں پر لٹا دیا۔ اتنی دیر میں ایک نوکر اس کے دواؤں کا تھیلا لے کر پہنچ گیا۔

بشیر نے تھیلا کھول کر ایک شیشی نکالی اور دوا کے چند قطرے اپنے رومال پر چھڑک کر ابوداؤد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔" آپ اپنی بیوی کو یہ دوا سنگھا دیجئے۔ وہ ابھی ہوش میں آجاء گی"۔

اس کے بعد وہ انجلا کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بشیر بن حسن نے زخم کا جائزہ لینے کے بعد تیر کی طرف ہاتھ

بڑھایا۔اینجلا دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑ کر چلانے لگی۔ ’’نہیں نہیں‘‘۔

بشیر بن حسن نے کہا۔ ’’دیکھو یہ تیر جتنی دیر سے نکالا جائے گا اتنی ہی تم کو زیادہ تکلیف ہو گی۔تم ڈرو نہیں۔میرا ہاتھ نہیں پکڑو ورنہ مجھے بے ہوش کرنے کی دوا دینی پڑے گی‘‘۔

بشیر بن حسن نے بدر بن مغیرہ اور اپنے نوکر کی طرف اشارہ کیا۔اینجلا نے چلا کر کہا ’’نہیں ہیں،میرے ہاتھ پاؤں مت پکڑیئے۔میں کچھ نہیں کروں گی‘‘۔

بشیر نے کہا۔ ’’میرا پہلے ہی خیال تھا کہ تم بہادر لڑکی ہو۔صرف ایک لمحہ کے لیے آنکھیں بند کر لو.....گھبراؤ نہیں‘‘۔

لیکن اینجلا اطاعت،محبت اور عقیدت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔اب کے بشیر بن حسن نے تیر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔اس نے اپنے ہونٹ بھینچ لیے اور ایک ہلکی سی جھرجھری کے بعد بے اختیار اس کے ہاتھ زخم کی طرف بڑھے لیکن بشیر کے ہاتھ کی ایک ہی جنبش میں تیر زخم سے باہر آ چکا تھا۔بشیر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ’’زخم زیادہ گہرا نہیں۔انشاء اللہ بہت جلد آرام آجائے گا‘‘۔

اس اثناء میں میریا کو ہوش آ چکا تھا۔اس نے ایک لمحہ کے لیے آنکھیں کھولنے کے بعد پھر بند کر لیں اور پھر چیخ مار کر اپنے بستر سے اٹھی ’’میری بیٹی!میری اینجلا!‘‘ کہتی ہوئی اینجلا کے بستر کی طرف بھاگی۔ ’’اینجلا تم ٹھیک ہو نا!میری بیٹی بچ جائے گی نا،بتایئے خدا کے لیے بتایئے!‘‘ وہ نیم دیوانگی کی حالت میں بشیر بن حسن کو بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہی تھی!

بشیر بن حسن نے کہا۔ ’’دیکھئے مجھے پٹی باندھنے دیجئے۔آپ کی یہ ہمدردی اس

کی تکلیف میں اضافہ کر رہی ہے"۔

بشیر بن حسن کو چھوڑ کر میریا بدر بن مغیرہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ "خدا کے لیے میری لڑکی کی جان بچایئے!"

ابو داؤد نے آگے بڑھ کر میریا کا بازو پکڑ لیا اور کھینچ کر زبردستی بستر پر لٹاتے ہوئے کہا۔ "میریا دیوانی نہ بنو۔ صبر سے کام لو۔ انجلا بہت جلد تندرست ہو جائے گی۔ زخم بہت معمولی ہے۔"

میریا نے چلا کر کہا "تمہارے سینے میں دل نہیں پتھر ہے۔ انجلا زندہ رہے یا مر جائے تمہیں اس سے کیا، تمہیں تو غرناطہ......"

میریا "غرناطہ" کہہ کر رک گئی۔ ابو داؤد نے محسوس کیا کہ قضا کا ہاتھ اس کے گلے تک پہنچ کر رک گیا ہے۔ وہ سراپا التجا بن کر اپنی بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا اور میریا کی نگاہیں یہ ظاہر کرنے لگیں کہ وہ اس خطرناک موضوع پر مزید روشنی نہیں ڈالے گی تو ابو داؤد نے بلند آواز میں کہا۔ "ہاں ہاں! مجھے غرناطہ کی فکر ہے۔ غرناطہ کو ایسے وحشیوں کی یلغار سے بچانا ہر مسلمان کا فرض ہے جو لڑکیوں پر تیر چلانے میں بھی شرم محسوس نہیں کرتے اور انجلا کے زخمی ہونے کا میرے غرناطہ جانے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تمہیں یہ تو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ جب باہر سے حملے کا خطرہ ہو تو روشن کمرے کی کھڑکیاں نہیں کھولی جاتیں اور تم سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ تم انجلا کو کھڑکی کے سامنے کھڑی ہونے سے منع کرو اور ربیعہ تم تو ایک عقل مند لڑکی ہو۔ تم نے ہی انجلا کو منع کر دیا ہوتا"۔

ربیعہ نے مرجھائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ابا جان! انجلا میرے ساتھ باتیں کر رہی تھی میرے بستر سے اٹھ کر یہ اپنے بستر کی طرف جا رہی تھی کہ اسے کھڑکی میں

سے تیر آ لگا۔"

ابو داؤد کی تمام شاطرانہ صلاحیتیں سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آ چکی تھیں۔ میریا کو اس کی آنکھوں کی ایک خوفناک چمک اکثر مرعوب کر دیا کرتی تھی۔ وہ خاموش تھی لیکن یہ واقعہ معمولی نہ تھا۔ وہ اپنی سہمی ہوئی آنکھوں سے یہ کہہ رہی تھی کہ میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔ میں صرف میدان خالی ہونے کا انتظار کر رہی ہوں۔ جس انہماک کے بشیر بن حسن اینجلا کے زخم کی مرہم پٹی کر رہا تھا اس سے کہیں زیادہ توجہ کے ساتھ ابو داؤد اپنی بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

بدر بن مغیرہ نے اس کارروائی کے دوران میں چند بار ربیعہ کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی تک سراسیمگی کی حالت میں انجلا کے بستر کے قریب کھڑی تھی اور انجلا کے زخمی ہونے سے زیادہ وہ اس بات سے متاثر تھی کہ دشمن کے اچانک حملے کے باوجود بدر یا بشیر کے چہرے پر ذرہ برابر خوف یا اضطراب نہ تھا۔ اس نے جھجکتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلعہ دشمن کے تیروں کی زد میں آ چکا ہے"۔

بدر بن مغیرہ خود اس سے کچھ کہنے کے لیے بیقرار تھا۔ ربیعہ کی آواز نے اسے فوراً متوجہ کر لیا اور اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کا کوئی بھٹکا ہوا سپاہی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر یہاں تک آ پہنچا اور اپنی موت کو یقینی سمجھ کر اس نے اس طرف تیر چلا دیا ہے۔ اگر اب تک وہ مارا نہیں جا چکا تو گرفتار ضرور ہو چکا ہوگا۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع ملی تھی کہ دشمن کے سواروں کی ایک ٹولی قلعے کے قریب دیکھی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ انہی میں سے ایک ہو۔ مجھے آپ کی بہن کے زخمی ہونے کا افسوس ہے۔ اگر میری طرف سے تھوڑی سی کوتاہی نہ ہوتی اور میں بروقت آپ کے کمرے کے کھڑکیاں بند کروا دیتا تو شاید یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ آپ

بیٹھ جائیں، گھبرائیں نہیں آپ کی بہن بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گی‘‘۔

ربیعہ چند قدم پیچھے ہٹ کر اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔ بدر نے بشیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ’’میں ذرا مہمانوں کو تسلی دے آؤں‘‘۔

بشیر نے کہا۔ ’’بس میں بھی قریباً فارغ ہو چکا ہوں۔ اب صرف انہیں دوا پلانی ہے‘‘۔

(۵)

کمرے سے نکلتے وقت بدر بن مغیرہ، ربیعہ کے بستر کے قریب رکا، اور دبی زبان میں بولا۔ ’’آج کی فتح ایک شریف خاتون کے خواب کی تعبیر ہے۔ اگر اجازت ہو تو بادشاہ کے بھائی کے سامنے اس کا نام ظاہر کر دوں‘‘۔

ربیعہ نے گھبرا کر پہلے کمرے کے دوسرے کونے میں اپنے ماں باپ اور پھر ملتجی نگاہوں سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ’’نہیں نہیں ۔خدا کے لیے نہیں۔‘‘ پھر وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگی جو دنیا و مافیہا سے بے خبر میریا کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے سانپ اپنے شکار کی طرف دیکھ رہا ہو۔

بدر نے کہا۔ ’’تو مجھے الزغل کے سامنے جھوٹ بولنا پڑے گا۔ مجھے اس غیر متوقع حملے کے لیے اتنی بڑی تیاری کی کوئی اور وجہ بتانی پڑے گی‘‘۔

ربیعہ نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے آنکھیں اوپر اٹھائیں اور اس کے منہ سے بے اختیار یہ نکل گیا۔ ’’میرا خواب صرف آپ کے لیے تھا‘‘۔

اس ایک فقرے میں ربیعہ نے تمام وہ رنگین داستانیں بیان کر دیں جو ابتدائے آفرینش سے حوا کی بیٹیاں فرزندان آدم کو سناتی چلی آئی ہیں۔ بولتے وقت اسے ان الفاظ کی گہرائیوں کا اندازہ نہ تھا لیکن دل کو لطیف اور خوش گوار دھڑکنوں

نے اسے فوراً آگاہ کر دیا کہ وہ ایک بہت بڑی چھلانگ لگا چکی ہے۔اس کی آنکھیں جھک گئیں،اس کا چہرہ حیا سے تمتما اٹھا۔

بدر جا چکا تھا لیکن وہ یہی محسوس کر رہی تھی کہ وہ ابھی تک اس کے سامنے کھڑا اس کی طرف گھور رہا ہے اور صرف وہی نہیں کمرے کی ہر شے اسے گھور رہی ہے۔ اپنے رگ و پے میں ایک تو ارتعاش محسوس کرتے ہوئے وہ بستر سے اٹھی اور انجلا کے بستر کے قریب آکھڑی ہوئی۔

بشیر بن حسن نے پیالی دوا ڈالی تو اس نے کہا۔"لایئے میں پلا دیتی ہوں"۔

بشیر بن حسن اور اس کا نوکر باہر جانے لگے تو ابو داؤد نے کہا۔"ٹھہریئے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں"۔

بشیر نے کہا"آپ آرام کریں"۔

"نہیں اب صبح ہونے والی ہے اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ علی الصباح حملہ کریں گے۔اگرچہ میری تربیت سپاہیانہ نہیں ہے لیکن میرے جیسے آدمی کو سرحدی عقاب کی قیادت میں لڑنے کا موقع بار بار نہیں ملے گا۔اگر میں نیزے اور تلوار کا صحیح استعمال نہ کر سکوں تو کم از کم قیدیوں کو گننے میں آپ کے ضرور کام آسکوں گا"۔

بشیر نے کہا۔"میرے خیال میں ابھی ان کے جانے میں کچھ دیر ہے۔آپ اتنی دیر بچوں کا دل بہلائیں۔میں آپ کو وقت پر بلا لوں گا"۔

اتنی دیر میں الزغل کی صحبت میں بیٹھوں گا۔ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا بار بار نصیب نہیں ہوتا۔

دراصل ابو داؤد الزغل کی صحبت میں بیٹھنے سے زیادہ اپنی بیوی کی قہر آلود نگاہوں سے دور رہنا چاہتا تھا۔اسے یقین تھا کہ وہ کمرہ خالی ہونے کا انتظار کر رہی

ہے اور اس کے بعد قسطلہ کی عام فہم زبان کے تیروں کی بارش رکنے کا نام نہیں لے گی ۔میریا نے نگاہوں کے جال بچھائے لیکن وہ اٹھ کر چل ہی پڑا تو اس نے کہا ''تمہیں انجلا کا بھی خیال نہیں ۔وہ زخم سے کراہ رہی ہے اور تمہیں سیر کا شوق چرایا ہے''۔

انجلا بھی اپنی ماں کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی ۔وہ اس کی نگاہوں میں آنے والے طوفان کے ابتدائی جھونکے دیکھ چکی تھی ۔اس نے کہا ''ابا جان آپ جائیں، میں بالکل ٹھیک ہوں''۔

ابو داؤد نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا ۔''ربیعہ تم اندر سے دونوں کمروں کے دروازے بند کرلو''۔

بشیر بن حسن نے کہا۔''دروازے بند کرنے کی ضرورت نہیں ۔برآمدے میں کافی سپاہی گشت لگا رہے ہیں ۔ میں انہیں ہدایت کر جاتا ہوں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ اندر سے آواز دے دیں ۔ہاں کھڑکیاں ضرور بند کرلیں اور تسلی رکھیں کہ حملہ آوروں کے قلعے تک پہنچنے کا کوئی امکان نہیں ۔انہیں بہت دور روکا جا چکا ہے''۔

ابو داؤد چلا گیا تو میریا ربیعہ کی طرف بھوکے بھیڑیئے کی طرح دیکھنے لگی ۔ انجلا فوراً صورت حال کی نزاکت بھانپ گئی اور اس نے کراہتے ہوئے کہا۔'' ربیعہ ذرا میرا سر دبا دو ۔مجھے درد ہو رہا ہے''۔

ربیعہ اٹھ کر اس کے سرہانے بیٹھ گئی تو میریا بھی اٹھ کر انجلا کے بستر کے قریب پہنچی اور کہنے لگی ۔''میری بیٹی! کہاں ہوتا ہے تمہیں درد؟'' اور پھر ربیعہ کو بازو سے پکڑتے ہوئے جھنجھوڑ کر بولی ''جاؤ تم''۔

انجلا نے کہا۔''نہیں نہیں امی جان! ربیعہ ایک دعا پڑھتی ہے جس سے میرا سر درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔''

مامتا نے فوراً ہتھیار ڈال دیئے ۔میریا نے ملتجی ہو کر کہا۔ ’’بیٹی ربیعہ! تمہاری دعا میں اثر ہے دعا کرو انجلا کا زخم اچھا ہو جائے ۔ میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گی‘‘

۔

ربیعہ ایسے الفاظ سے فوراً نرم ہو جایا کرتی تھی ۔اس نے کہا ’’امی جان! کیا انجلا کے لیے دعا کرنا بھی آپ پر احسان ہے ۔کیا انجلا میری بہن نہیں‘‘۔

’’ربیعہ تم فرشتہ ہو۔اچھا بیٹھ جاؤ اپنی بہن کے پاس۔‘‘اس نے ایک طرف سمٹتے ہوئے کہا۔

انجلا نے کہا ’’امی جان! آپ آرام کریں‘‘۔

بیٹی جب تک تم تندرست نہیں ہو جاتیں مجھے آرام کہاں؟

’’نہیں امی آپ جائیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔‘‘

میریا نے کہا ’’میں جانتی ہوں کہ تم اپنی بہن کے ساتھ پھر کوئی نہ ختم ہونے والی داستان شروع کرنا چاہتی ہو‘‘۔

ربیعہ نے کہا ’’امی جان آپ سو جائیں ۔وہ کہتے تھے کہ یہ قلعہ بالکل محفوظ ہے‘‘۔

میریا نے اٹھ کر اپنے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ’’خدا کرے کہ وہ واپس جانے پر مجبور ہو جائیں ۔ورنہ ہمیں انجلا کے ساتھ اس حالت میں سفر کرنا پڑے گا‘‘۔

ربیعہ نے کہا ’’وہ کہتے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی شاید زندہ بچ کر نہ جا سکے۔

‘‘

میریا نے مایوس ہو کر کہا۔کون کہتا تھا؟

’’سرحدی عقاب نے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا تھا کہ میں آپ کو تسلی دوں‘‘

۔

تھوڑی دیر بعد جب اونگھتے اونگھتے بستر پر لیٹ گئی تو انجلا نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "ربیعہ تمہیں یقین ہے کہ یہ قلعہ فتح نہیں ہوگا"۔

ربیعہ نہ کہا۔ "مجھے یقین ہے"۔

"ربیعہ ہم شاید چند دن اور یہیں رہیں"۔

"جب تک تم سفر کے قابل نہیں ہوتیں ہمیں یہیں رہنا پڑے گا"۔

انجلا نے یہ جاننے کے لیے کہ اس کی ماں جاگ رہی ہے یا نہیں اسے آہستہ سے آواز دی اور اس کی طرف کوئی جواب نہ پا کر ربیعہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی "میں نے سر درد کا بہانہ کیا تھا"۔

ربیعہ نے جواب دیا "مجھے معلوم ہے"۔

تمہیں کیا معلوم ہے؟

تم مجھے ماں کے غضب سے بچانا چاہتی تھیں۔

خدا کا شکر ہے کہ ابا جان باہر نکل گئے ورنہ امی آسمان سر پر اٹھا لیتیں۔

ربیعہ نے کہا۔ "انجلا تمہیں زخم کی وجہ سے تکلیف تو ہو گی؟"

"نہیں جس زخم پر ان کے ہاتھ مرہم رکھیں وہاں درد نہیں ہو سکتا۔ ربیعہ سچ کہو تمہیں اس بات کی خوشی نہیں کہ ہمارا سفر ملتوی ہو جائے گا"۔

اس نے جواب دیا "مجھے تمہارے زخمی ہونے کا افسوس ہے"۔

"کیا تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ نہیں تھی کہ کل کا سفر ملتوی ہو جائے؟"

یہ بیہودہ باتیں ہیں۔ میں کیسے یہ خواہش کر سکتی تھی کہ تم زخمی ہو جاؤ۔

انجلا نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ''ربیعہ جب وہ تمہارے علاج کے لیے آیا کرتا تھا تو میں یہ محسوس کیا کرتی تھی کہ تم میرا حق چھین رہی ہو۔ سچ پوچھو تو مجھے زخمی ہونے کا کوئی افسوس نہیں۔ وہ آج بہت پریشان تھا اور میں اس سے زیادہ کچھ اور نہیں چاہتی تھی کہ وہ میرے لیے پریشان ہو۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرا زخم اچھا ہوتا دیکھ کر اس کی پریشانی ختم ہو جائے گی۔''

''میرے خیال میں اس کی پریشانی دلچسپی ہو جائے گی۔''

''لیکن تم تو کہا کرتی ہو کہ میرے اور اس کے راستے مختلف ہیں۔''

''آئندہ میں یہ نہیں کہوں گی۔''

''ربیعہ میں تمہیں اس وقت دیکھ رہی تھی جب تمہارا عقاب آہستہ آہستہ تم سے کچھ کہہ رہا تھا اور تمہاری آنکھیں زمین میں گڑی جا رہی تھیں۔ تمہارا چہرہ حیا سے سرخ ہو رہا تھا۔''

تو تم اس حالت میں بھی میری ہی طرف دیکھ رہی تھیں؟

ہاں! کیا کہہ رہا تھا وہ؟

کچھ نہیں، وہ کہہ رہا تھا کہ قلعہ محفوظ ہے۔

نہیں وہ کچھ اور کہہ رہا تھا۔ میرے کان بہت تیز ہیں۔ بتاؤں وہ کیا کہہ رہا تھا

۔

بتاؤ؟

وہ یہ کہہ رہا تھا کہ ''خدا کا شکر ہے تمہیں چند دن اور یہاں رہنا پڑے گا''۔

''جھوٹی کہیں کی''۔ انجلا ہنس پڑی۔

(۶)

الزغل، موسیٰ اور الزبغری صبح کی روشنی میں محاذ جنگ کا نقشہ دیکھ کر بدر بن مغیرہ کے انتظامات پر حیران تھے۔ حملہ آوروں میں بہت کم ایسے تھے جنہیں جان بچا کر بھاگنے کا موقع ملا۔ بدر بن مغیرہ کے تیر اندازوں نے حملہ آوروں کو وادیوں اور کھڈوں میں گھیر رکھا تھا۔

عیسائی اگر تیروں کی بارش میں کسی وادی سے نکلنے ہمت کرتے اور کسی دوسری وادی میں پہنچ کر ایک لمحہ کے لیے اطمینان کا سانس لیتے تو دوسرے لمحہ انہیں تیروں کی زیادہ خطرناک بارش کا سامنا کرنا پڑتا۔ پو پھٹتے ہی جب بدر بن مغیرہ اپنے مہمانوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکلا تو قلعے کے نقارے پر چوٹ پڑی اور آن کی آن میں چاروں طرف بیسویں نقارے بجنے لگے۔ پھر آس پاس کے جنگلوں میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دیں اور آن کی آن میں کوئی تین ہزار سوار قلعے کے دروازے کے سامنے جمع ہو گئے۔

الزغل نے کہا۔ ''اگر میں جادو کا قائل ہوتا تو یہ کہتا کہ تم بہت بڑے جادوگر ہو۔ یہ فوج کہاں سے آئی''۔

''یہ سوار رات کے وقت محفوظ مقامات پر چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے رات کی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ ان کا کام اب شروع ہوگا۔ میرے تیر اندازوں نے مختلف جگہوں پر حملہ آوروں کے ریوڑ گھیر رکھے ہیں اور یہ نیزہ باز اب انہیں ایک جگہ جمع کریں گے۔''

دوپہر تک بدر بن مغیرہ کے ساتھ دشمن کے بقیۃ السیف آدمیوں کو گھیر کر ایک وادی میں جمع کر چکے تھے۔

ابو داؤد بھی زرہ اور خود پہن کر اپنی سپاہیانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کر چکا تھا۔ اسے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ حملہ آور فوج کا سپہ سالار مارا جا چکا ہے اور سرحد کا گورنر اس حملہ میں شریک نہیں تھا تاہم اسے ایک پریشانی اب بھی تھی اور اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے وہ بے تحاشا ادھر اُدھر بھاگ رہا تھا اور اس بھاگ دوڑ میں دشمن کے تین آدمیوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار چکا تھا۔

جب قیدیوں کو لمبی لمبی قطاروں میں کھڑا کیا گیا تو اس نے ایک ایک آدمی کو اچھی دیکھا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ بازوں کے ایک گروہ میں شامل ہو گیا۔

ایک وادی کے گھنے جنگل میں سے گزرتے ہوئے اچانک اسے چند پیادہ سپاہی قیدیوں کی ایک ٹولی کو گھیرے میں لیے آتے دکھائی دیئے۔ وہ اپنے دستہ سے الگ ہو کر گھوڑا بھگاتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔ پندرہ بیس قیدیوں پر نگاہ دوڑانے کے بعد اس کی نگاہ ایک شخص پر مرکوز ہو کر رہ گئی اور اس نے جلدی سے خود کا نقاب ذرا اور نیچے کھسکا لیا۔ یہ قیدی اس کا کوچوان تھا۔ سپاہی اس کے ہاتھ کا اشارہ پا کر رک گئے۔ اس نے ایک نوجوان سے اس گروہ کا افسر معلوم ہوتا تھا سوال کیا ”کیا آپ نے اس شخص کو دشمن کی فوج کے ساتھ گرفتار کیا ہے؟“

ہاں! اس نے جواب دیا ”یہ ایک درخت پر چڑھ کر چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔“

”بڑا ملعون ہے یہ“ یہ کہتے ہوئے وہ گھوڑے سے نیچے اتر پڑا۔ گھوڑے کی باگ ایک سپاہی کے ہاتھ میں دے کر کوچوان کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر بلند آواز میں بولا۔ ”مجھے یہ خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ میرا اپنا نوکر اتنا نمک حرام اور منافق ہو سکتا ہے۔ کہو اس قلعے کی طرف تم نے دشمن کی فوج کی راہنمائی نہیں کی؟ تم زخمی تھے اور انہوں نے تمہیں اپنے قلعے میں پناہ دی اور تمہارا علاج کیا اور تم انے

احسانات کا یہ بدلہ دے رہے ہو۔اب کیا منہ لے کر ان کے سامنے جاؤ گے؟ تم نے مجھے بھی شرمسار کیا"۔

کوچوان جو خود کے باعث اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا اس کی آواز پہچان کر بھونچکا سارہ گیا۔ یہ آواز اس کے آقا کی تھی لیکن الفاظ کسی اور کے تھے۔ معاً اس کے دل میں خیال آیا کہ شاید مصلحت اسی میں ہو، اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا" میرے آقا آپ جانتے ہیں کہ میں بے قصور ہوں۔ میں......"

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن ابو داؤد نے اچانک پوری قوت کے ساتھ اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

نوجوان افسر نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔" تم کون ہو؟ قیدی کو قتل کرنا ہمارے دستور کے خلاف ہے۔ تمہیں سرحدی عقاب کے سامنے اس کا جواب دینا پڑے گا"۔

ابو داؤد نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔" آپ فکر نہ کریں میں اس کا جواب دے لوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا خود اتار دیا اور پھر کہا" شاید آپ مجھے پہچانتے ہوں ۔"

نوجوان افسر نے کہا۔ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ آپ ہمارے امیر کے مہمان ہیں۔ میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے اس شخص کو کسی معقول وجہ کے بغیر قتل نہیں کیا ہو گا لیکن اس وقت وہ جنگی قیدی تھا۔

ابو داؤد نے کہا" یہ شخص بیس سال سے میرا ملازم تھا۔ میں انتہائی مصیبت کی حالت یں قسطلہ سے فرار ہوا۔ وہ ہمارا پیچھا کر رہے تھے تو سرحدی عقاب نے ہماری

جانیں بچائیں۔ چند دن یہ بھی ہمارے ساتھ ان کا مہمان رہا۔ میں نے اسے گھر جانے کی رخصت دے دی تو یہ نصرانیوں کی فوج کی راہنمائی کرتا انہیں یہاں تک لے آیا۔ مجھے پکڑوا کر یہ زیادہ سے زیادہ چند درہم حاصل کرسکتا تھا لیکن اگر خدانخواستہ آپ مدافعت کے لیے تیار نہ ہوتے تو اس شخص کی جان بھی خطرے میں تھی جو اندلس کے مسلمانوں کا آخری سہارا ہے۔ اگر یہ عیسائی ہوتو میں یقیناً اسے قتل نہ کرتا لیکن یہ مسلمان تھا۔ ایسے شخص کے لیے دنیا کے کسی قانون میں رحم کی گنجائش نہیں۔ بتائیے اگر آپ میں سے کوئی میری جگہ ہوتا تو اس شخص کے ساتھ کیا سلوک کرتا؟''۔

نوجوان افسر نے لاجواب سا ہو کر کہا۔ ''معاف کیجئے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ مسلمان تھا۔ بے شک ایسے آدمی کی سزا یہی ہوسکتی ہے۔''

ابوداؤد سپاہیوں سے پہلے بدر بن مغیرہ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اپنے نوکر کے قتل کا واقعہ اس انداز سے اس کے سامنے بیان کیا کہ وہ اس کی نیک نیتی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن جب بشیر بن حسن کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو وہ تھوڑی دیر کے لیے ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا رہا۔ تاہم ابوداؤد نے خود اس کے ساتھ یہ قصہ چھیڑ کر اس کے شکوک رفع کر دیئے۔

(۷)

بدر بن مغیرہ نے تمام قیدیوں کو ایک تنگ وادی میں جمع کر کے ان کے گرد تیر اندازوں کا پہرہ بٹھا دیا اور ایک دستہ ایک سوا جو اسیروں اور زخمیوں کے گھوڑے جمع کرنے میں مصروف تھا باقی تمام سواروں کو جوابی حملہ کے لیے تیاری کا حکم دیا۔

ظہر کی نماز کے بعد اس نے الزغل سے کہا ''میرا تھوڑا سا کام باقی ہے۔ آپ

قلعہ میں آرام کریں میں انشاء اللہ فارغ ہوتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔اس چھوٹی سی مہم کی راہنمائی کے لیے میں آپ کی شخصیت بہت بڑی سمجھتا ہوں ۔اس لیے آپ کو تکلیف نہیں دیتا ۔اس کے علاوہ غرناطہ نے ابھی تک قسطلہ کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ نہیں کیا ہے۔میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو تیاری کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت مل جائے اور دشمن کو یہی غلط فہمی رہے کہ ان کی جنگ سر دست ہمارے ساتھ ہے"۔

الزغل نے کہا "تم کس جگہ حملہ کرنا چاہتے ہو۔"

بدر نے جواب دیا "میں کوئی خاص مقام معین نہیں کیا۔دشمن کا خیال تھا کہ ہم سو رہے ہیں ۔ہم نے انہیں یقین دلایا ہے کہ ہم جاگ رہے تھے ۔ ہماری اس مہم میں لڑائی کم ہوگی اور سفر زیادہ ہوگا۔"

الزغل نے اپنی قبا اور عمامہ اتار کر ایک سپاہی کو دیتے ہوئے کہا ۔ مجھے ایک سپاہی کے لباس کی ضرورت ہے ۔ہم سب تمہارے ساتھ جائیں گے ۔آج کے دن تم ہمارے سپہ سالار ہو۔وہ دن آنے والا ہے جب تم غرناطہ کا جھنڈا اٹھاؤ گے لیکن آج میں سرحدی عقاب کا جھنڈا اٹھاؤں گا۔ بدر گھبراؤ نہیں میں صرف حکم دینا ہی جانتا حکم ماننا بھی جانتا ہوں ۔"

موسیٰ او الزیغری اور ان کے ساتھیوں نے الزغل کی تقلید کی ہے اور بدر کے سپاہیوں کا لباس پہن کر اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئے ۔

تھوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ تین ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا اور اپنا امتیازی نشان قائم رکھنے کے لیے سفید قبا اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھا۔

شام کے وقت فرڈی نینڈ کی مملکت کے سرحدی شہروں اور قصبوں کے

باشندے اپنے فاتح سپاہیوں پر پھول نچھاور کرنے کی بجائے سرحدی عقاب کے طوفانی حملے کا سامنا کر رہے تھے۔

اگلی صبح سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد یہ فوج سرحد کے ایک وسیع وعریض علاقے کو تاخت وتاراج کر کے واپس عقابوں کی وادی میں پہنچ چکی تھی۔ بعض سواروں کے آگے مویشیوں کے ریوڑ تھے اور بعض اپنے گھوڑوں پر مال غنیمت لادے ہوئے تھے اور یہ فوج تاجروں کا ایک بہت بڑا قافلہ معلوم ہوتی تھی۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے مستقر پر پہنچ کر اعلان کیا کہ اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ غرناطہ کے بیت المال میں بھیجا جائے گا۔ اس کے بعد اس نے پانچ سو تازہ دم سواروں کو ایک نوجوان کی قیادت میں سرحدی قلعہ کی طرف کوچ کرنے کے لیے تیار کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ قیدیوں کو ہانک کر سرحد کے پار پہنچا آئیں اور ایک خاص ایلچی کو بشیر بن حسن کے نام یہ پیغام دے کر بھیج دیا کہ دشمن کے وہ زخمی جو چلنے پھرنے کے قابل نہ ہوں گھوڑوں پر سرحد کے پار پہنچا دیئے جائیں اور جن کی حالت زیادہ خراب ہو ان کا علاج کیا جائے۔ میں ایک دو دن یہیں رہوں گا۔

اس کے بعد جب بدر بن مغیرہ، الزغل، موسیٰ اور الزبغری کے ساتھ غرناطہ کے آئندہ اقدامات پر بحث کر رہا تھا تو الزغل نے کہا۔ ''فرڈی نینڈ باقاعدہ لڑائی شروع کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا اور اگر وہ اس قلعہ پر قبضہ کر لیتا تو باقاعدہ لڑائی چھڑ چکی تھی۔ اسے مزید تیاری کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ تمہاری اس شاندار کی فتح کی خبر سن کر غرناطہ کے لوگوں کے حوصلے بہت بلند ہو جائیں گے۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں خود غرناطہ کے لوگوں کو تمہاری اس شاندار فتح کی خبر سناؤں۔ اس کے بعد تم غرناطہ پہنچ جاؤ۔ اہل غرناطہ نے برسوں سے اپنی قوم کے کسی فاتح سپاہی کا استقبال نہیں کیا اور

غرناطہ کے شعرا زندوں سے مایوس ہو کر قبروں میں سونے والے سپاہیوں کے متعلق قصائد لکھتے ہیں، تمہیں دیکھ کر وہ یقیناً یہ خیال کریں گے کہ قدرت نے ان کے لیے حوادث کے سیلاب کا رخ بدلنے والا سپاہی بھیج دیا ہے اور عوام کا جوش و خروش دیکھ کر میرا بھائی فوراً اعلان جنگ کر دے گا۔ وہ پہلے ہی سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار ہے۔ لیکن اسے ڈر ہے کہ قوم اس کا ساتھ نہیں دے گی"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "گزشتہ ملاقات کے بعد سے میں اپنے آپ کو غرناطہ کی فوج کا ایک سپاہی سمجھتا ہوں۔ اس محاذ پر میری پیہم جنگ کا مقصد صرف ایک تھا اور وہ یہ کہ جب تک اہل غرناطہ خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے ہم فرڈی نینڈ کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھیں لیکن اب مجھے وہ دن دور نظر نہیں آتا جب وہ پوری قوت کے ساتھ غرناطہ پر حملہ کر دے گا۔ ارغون کی ملکہ اور قسطلہ کے بادشاہ نے اپنی شادی کے دن یہ حلف اٹھایا تھا کہ وہ غرناطہ فتح کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے اور اب تک تیاریوں میں مصروف ہیں۔ غرناطہ کو بچانے کی واحد صورت یہ ہے کہ ان کے حوصلے ہمیشہ کے لیے پست کر دیئے جائیں"۔

الزغل نے کہا۔ "حقیقت یہ ہے کہ ہم صخرہ پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور میں اس مقصد کے لیے آپ کو لینے آیا تھا"۔

بدر نے کہا۔ میری فوج کے تمام سپاہی حاضر ہیں۔ میں ابھی آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔

الزغل نے کہا۔ نہیں آپ کے سپاہیوں کا اس محاذ پر رہنا ضروری ہے۔ سر دست آپ انہیں کسی قابل اعتماد آدمی کی قیادت میں سونپ کر غرناطہ پہنچ جائیں۔ شاید آپ کے پہنچنے سے ایک دو دن بعد ہی ابوالحسن جنگ کے اکھاڑے میں کودنے

کے لیے تیار ہو جائیں۔

موسیٰ نے کہا۔میرے خیال میں اگر یہ فوج کے چند دستوں کے ساتھ غرناطہ پہنچیں تو لوگوں پر اس کا خوشگوار اثر ہو گا اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ابتدائی جنگوں میں غرناطہ کی فوج کے طوفانی دستوں کی قیادت ان کے سپرد کر دی جائے۔ان کی موجودگی میں لوگوں کا حوصلہ بہت بڑھ جائے گا۔اس کے بدلے ہم اس سرحد کی حفاظت کے لیے اپنی فوج کے کچھ سپاہی یہاں بھیج دیں گے۔

بدر نے کہا۔''ہمارا مقصد دشمن پر فتح پانا ہے اور میں ہر اس محاذ پر پہنچتا رہوں گا جہاں میری ضرورت ہو گی۔سردست مجھے یہ اطمینان ہے کہ اگر میں دو ہزار سپاہی بھی یہاں سے لے جاؤں تو بھی ہمارا یہ مورچہ کمزور نہیں ہو گا۔تاہم مجھے آپ کی اس تجویز سے اتفاق میں ہے کہ یہاں سپاہیوں کی تعداد میں کمی نہ آئے۔اگر یہاں سے ایک ہزار تجربہ کار سپاہی نکالے جائیں تو ان کی جگہ غرناطہ سے اتنے ہی نئے سپاہی بھرتی کر کے بھیج دیئے جائیں۔اس صورت میں یہ علاقہ ہمیں ایک دفاعی مرکز کا کام دے گا اور دوسرے ہم سرحد پر چھیڑ چھاڑ جاری رکھ کر فرڈی نینڈ کی توجہ ایک سے زیادہ محاذوں پر بانٹ سکیں گے''۔

الزیغری نے سوال کیا'' آپ کو یقین ہے کہ فرڈی نینڈ اس تازہ شکست کے بعد غرناطہ سے پہلے اس علاقے کو فتح کرنا ضروری خیال کرے گا؟''

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔''مجھے یقین ہے کہ گزشتہ تجربات نے اسے بہت دور اندیش بنا دیا ہو گا۔اسے یہ یقین ہو چکا ہے کہ اگر خدانخواستہ وہ باقی تمام اندلس پر قبضہ کر لے تو بھی اسے برسوں تک ان چٹانوں کے ساتھ ٹکرانا پڑے گا۔تاہم اگر وہ ایسا فیصلہ کرے تو یہ مسلمانان اندلس کے لیے ایک نیا شگون ہو گا۔ہم کم از کم دس

برس تک اس کی تمام قوت اس محاذ پر مبذول رکھ سکیں گے اور اگر اہل غرناطہ خودکشی کا پورا ارادہ نہیں کر چکے تو اتنی مدت میں وہ کروٹ ضرور بدلیں گے"۔

الزبغری نے سوال کیا "اگر گستاخی نہ ہو تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس کتنی فوج ہے؟"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ "اب تک جتنے سپاہی آپ نے دیکھے ہیں اتنے ہی اور رہوں گے"۔

موسیٰ نے کہا "فرض کیجئے کہ حالات ہماری یا آپ کی توقع سے زیادہ آپ کو غرناطہ میں ٹھہرنے پر مجبور کر دیں تو آپ کے سالاروں میں سے کوئی ایسا ہے جو آپ کی غیر موجودگی میں ایسی ہوشیاری سے کام لے سکے جو آپ نے کل دشمن کے غیر متوقع حملہ کا مقابلہ کرنے میں دکھائی ہے۔ میرا مطلب ہے کوئی ایسا شخص جس کی موجودگی میں آپ کے سپاہیوں کو آپ کی غیر حاضری کا احساس نہ ہو"

اس میں شک نہیں کہ میرے سپاہی مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن یہ خدا کا فضل ہے کہ میرے پاس دس سے زیادہ آدمی ایسے ہیں جن میں ہر ایک میری جگہ لے سکتا ہے۔

الزغل نے کہا۔ "آپ کی نظر میں ان میں سے بہترین کون ہے؟"

"میرا نائب منصور بن احمد"۔

"منصور بن احمد وہ نوجوان تو نہیں جو آپ کے ساتھ مشکی گھوڑے پر سوار تھا؟"

نہیں وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ وہ قرطبہ گیا ہوا ہے۔

قرطبہ؟ کیا وہ قرطبہ کا باشندہ ہے؟

نہیں وہ اشبیلیہ کا باشندہ ہے اور قرطبہ کے دورے پر گیا ہوا ہے۔

دورے پر؟

”نئے سپاہی بھرتی کرنے کے لیے“۔

اور وہ اشبیلیہ سے خود یہاں کیسے پہنچا؟

جس طرح دوسرے سپاہی پہنچے ہیں۔ اسے بشیر بن حسن لایا تھا۔

اگلے دن الزغل اور اس کے ساتھیوں نے بدر بن مغیرہ سے یہ وعدہ لے کر کہ وہ ایک ہفتہ کے بعد ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ غرناطہ پہنچ جائے گا وہاں سے کوچ کیا
۔



قوم اور اس کا سپاہی

(۱)

سرحدی عقاب ایک ہزار سواروں کے ہمراہ غرناطہ میں داخل ہوا۔اس کی تازہ فتح کی خبر سلطنت کے ہر شہر میں پہنچ چکی تھی۔اہل غرناطہ کو برسوں کی آرزوؤں کے بعد اس کی صورت دیکھنے کا موقع ملا تھا۔برسوں کے بعد انہوں نے ایک فاتح کا جلوس نکالا۔موسیٰ اور غرناطہ کی فوج کے چند بڑے بڑے عہدہ دار جنہوں نے غرناطہ سے ایک منزل آگے پہنچ کر بادشاہ کی طرف سے اس کا استقبال کیا تھا اس کے ہمرکاب تھے۔غرناطہ کے تاجدار ابوالحسن، اس کا ولی عہد ابوعبداللہ محمد اور بادشاہ کا بھائی ابوعبداللہ الزغل شاہی محل کے دروازے کے برج پر کھڑے اس کا شاندار جلوس دیکھ رہے تھے۔لوگوں کا جوش وخروش اس زمانے کی یاد تازہ کر رہا تھا۔جب اندلس کے مجاہد شمال میں شاندار فتوحات حاصل کرنے کے بعد واپس آیا کرتے تھے۔

لوگ مکانوں کی چھتوں سے پھولوں کی بارش کر رہے تھے۔بدر بن مغیرہ حسب معمول سفید قبا میں ملبوس تھا۔لیکن آج اس کے چہرے پر نقاب نہ تھا۔اس کے دائیں ہاتھ موسیٰ اور بائیں ہاتھ الزبغری سوار تھا۔غرناطہ کی فوج کے ایک اور جانباز سپاہی نعیم رضوان نے اس کے گھوڑے کی باگ تھام رکھی تھی اور سب سے آگے ایک مجاہد اپنے ہاتھ میں سرحدی عقاب کا ہلالی پرچم اٹھائے چل رہا تھا۔

یہ جلوس پھولوں کی سیج روندتا ہوا قلعے کے دروازے کے سامنے رکا۔ابوالحسن نے الزغل کی طرف دیکھا اور مسرت کے آنسو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔’’مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ وہ ہمارا ہے۔‘‘پھر وہ ابوعبداللہ کی طرف متوجہ ہوا۔’’بیٹا تمہیں اس کے استقبال کے لیے باہر جانا چاہیے تھا‘‘۔

مجھے؟ ابو عبداللہ نے حیران ہو کر کہا۔

ہاں تمہیں۔ یہ تمہارا فرض تھا کہ سب سے پہلے تم اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتے۔

لیکن شاہی گھرانے کا وقار۔

ابوالحسن نے کہا۔ شاہی گھرانے کا وقار ہمیشہ ایسے مجاہدوں کی تلوار کا شرمندۂ احسان ہوا کرتا ہے۔

الزغل نے کہا۔ ''آپ دربار میں جائیں۔ اسے وہاں لانے کے لیے میں خود جاتا ہوں''۔

ابوالحسن نے کہا۔ ''نہیں اب جب ابوعبداللہ نے شاہی گھرانے کے وقار کا سوال اٹھایا ہے اس کا قائم رہنا ضروری ہے۔ بدر بن مغیرہ کی پیشوائی کے لیے میں خود چلتا ہوں۔ آپ دربار میں جمع ہونے والے تمام امراء کو حکم دیجئے کہ وہ بھی باہر آ جائیں اور میرے لیے پھولوں کا ایک ہار بھی بھیج دیجئے اور موسیٰ کو یہ کہلا بھیجئے کہ وہ تھوڑی دیر اور جلوس کو دروازے پر روکے۔''

لوگ قلعے کے دروازے کے سامنے بدر بن مغیرہ کے گرد گھیرا ڈالے فلک شگاف نعرے لگا رہے تھے۔ موسیٰ نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر راستہ صاف کیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ یہ جلوس آگے روانہ ہو شاہی ایوان کا ناظم بھاگتا ہوا قلعہ سے باہر نکلا اور موسیٰ کے قریب پہنچ کر بولا۔ ''شاہی فرمان ہے کہ معزز مہمان کو تھوڑی دیر کے لیے یہاں روکا جائے''۔

''تھوڑی دیر بعد ابوالحسن امرائے سلطنت کے ساتھ دروازے پر نمودار ہوا اور لوگ تصویر حیرت بنے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ابوالحسن کو سیڑھیوں سے نیچے اترتا دیکھ کر موسیٰ اور الزیغری گھوڑوں سے اتر پڑے۔ نعیم رضوان نے جو بدر بن مغیرہ کے

گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے تھا اس کی طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا ''بادشاہ سلامت خود تشریف لا رہے ہیں'' بدر بن مغیرہ نے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی۔''

(۲)

اتنی دیر میں ابوالحسن اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے مصافحہ کرنے کی بجائے اسے گلے لگانے کے بعد اس کی گردن میں پھولوں کا ہار ڈال دیا اور پھر علمبردار کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر اسے بوسہ دیتے ہوئے بولا۔ ''موسیٰ! اہل غرناطہ کو خوشخبری دو کہ آج سے ہمارے محل پر سرحدی عقاب کا پرچم لہرائے گا۔ ہمارے پرچم بوسیدہ ہو چکے تھے۔ بدر بن مغیرہ ہمارے لیے ایک نیا پرچم لے کر آیا ہے۔ ہماری تلواریں زنگ آلود ہو چکی تھیں قدرت نے انہیں نئی چمک عطا کرنے والا بھیج دیا۔ ہم اپنے معزز مہمان کی تشریف آوری کے لیے ان کے شکر گزار ہیں''۔

موسیٰ سیڑھیوں پر کھڑا ہو کر ہجوم کی طرف متوجہ ہوا۔ لوگ ایک دوسرے کو خاموشی کی تلقین کرنے لگے۔ وہ موسیٰ کو غرناطہ کی زبان۱ سمجھتے تھے۔ جب اس نے ہاتھ بلند کیے تو لوگ دم بخود



فٹ نوٹ:۱: موسیٰ بن ابی غسان کی شعلہ بیانی اور آتش نوائی کے قصے اب تک مشہور ہیں۔ جہاں تک شجاعت کا تعلق ہے اس کی شخصیت ہندوستان کے سلطان ٹیپو اور ترکی کے انور پاشا کے سے مختلف نہیں۔ اسپین کے مورخین نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ جب اندلس میں مسلمانوں کی کشتی طوفان حوادث میں ڈگمگا رہی تھی موسیٰ کی شخصیت ان کے لیے روشنی کا مینار تھی۔ اندلس کے مسلمانوں کے زوال کی داستان اس وقت مکمل ہوئی جب اس اولوالعزم مجاہد کی تلوار ٹوٹ چکی تھی۔ دارالحمراء کی دیواریں اس وقت متزلزل ہوئی جب یہ آہنی ستون گر چکا تھا۔ اس کی ولولہ انگیز تقریروں نے کئی بار غرناطہ کے لوگوں کو خواب

غفلت سے جگایا۔ اس کی تلوار انہیں بار ہا فتح اور آزادی کی شاہراہ تک لے گئی لیکن وہ اس قوم کو تباہی سے نہ بچا سکا جس کے اکابرین میں سے اکثر خودکشی کا فیصلہ کر چکے تھے۔

☆☆☆

ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ موسیٰ نے تقریر شروع کی:۔

''غرناطہ کے لوگو! آج تمہارے درمیان وہ اولوالعزم مجاہد کھڑا ہے جس نے اندلس کی تاریخ میں اپنا نام نوک شمشیر سے لکھا ہے جس نے مٹھی بھر مجاہدین کے ساتھ کئی بار فرڈی نینڈ کی ٹڈی دل افواج کو شکست دی ہے۔ بدر بن مغیرہ تمہارا سرحدی عقاب، تمہارے لیے ایک پیغام لے کر آیا ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ وہ جماعت جو اپنی عزت اور آزادی کے لیے خون میں نہانے اور آگ میں کودنے کے لیے تیار ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی''۔

قرطبہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ میں ہماری عظمت کے جھنڈے اس لیے سرنگوں ہو گئے کہ ہم خود وہ راستہ اختیار کر چکے تھے جو قوموں کو اوج کمال سے قعر مذلت کی طرف لے جاتا ہے۔ ہمارے اسلاف نے ان شہروں میں اپنے خون سے جو نقش ونگار بنائے تھے، انہیں ہم نے اپنے آنسوؤں سے

دھوڈالا۔مسلمانو! اگر تم نے اہل قرطبہ کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی تو یادرکھو مستقبل کے مورخ صرف ماضی کے کھنڈروں میں تمہاری داستان کے بکھرے ہوئے اوراق تلاش کیا کریں گے۔

قرطبہ اور اشبیلیہ کی عظیم الشان سلطنتیں کسی دشمن کی قوت نے ہمارے ہاتھ سے نہیں چھینیں، انہیں ہم نے خود کھویا ہے۔ ہماری ترقی اور فلاح کا راز اس شاہراہ عظیم پر چلنے میں تھا جو ہمیں محمد مصطفےٰ نے دکھائی تھی۔اس شاہراہ پر چلتے ہوئے ہم عرب کے ریگزاروں سے نکل کر ہسپانیہ کے مرغزاروں تک آپہنچے۔اسی شاہراہ پر چلتے ہوئے ہم نے قیصر اور کسریٰ کے تاج پاؤں تلے روند ڈالے۔یہ شاہراہ ہمیں افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں اور کوہ البرز کی برفانی چوٹیوں تک لے گئی۔

ہمارا تنزل اس وقت شروع ہوا جب ہم یہ شاہراہ چھوڑ چکے تھے۔اسلام نے ہمارے لیے قدرت کے انعامات کا دروازہ کھولا تھا۔لیکن ہم نے اپنے ہاتھوں سے رحمت کا یہ دروازہ بند کر دیا۔ اسلام نے ہمیں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا تھا لیکن ہم خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو گئے۔اسلام نے ہمیں

ایک ہونے کی تعلیم دی تھی لیکن ہم جماعتوں اور
فرقوں میں بٹ گئے ۔اسلام نے نسلیت کے بت
توڑ کر اسلامی اخوت کی بنیاد ڈالی تھی اور عربی اور
عجمی کو ایک صف میں کھڑا کیا تھا لیکن ہم نے اس
بت کو دوبارہ اپنی آستینوں میں جگہ دی ۔ہم نے
ایک خدا کی رسی چھوڑ دی اور نسلیت اور وطنیت کے
بتوں کے سامنے سر جھکا دیا۔دنیا کے ہر گوشے میں
ایک نسل اور وطن کے مسلمانوں کی تلواریں اور
دوسری نسل اور وطن کے مسلمانوں کی تلواروں کے
ساتھ ٹکرائیں۔عربی نے عجمی اور عجمی نے عربی کا گلا
کاٹا۔ترکی اور ایرانی ایک دوسرے کے مقابلہ میں
صف آرا ہوئے اور اسلام کی چٹان ریت کا انبار
بن کر رہ گئی۔تاریخ شاہد ہے کہ ہماری اجتماعی قوت
ایک ایسا سیلاب تھا جو مزاحمت کی ہر دیوار کو بہا کر
لے گیا لیکن جب ہم میں نسلیت کا فتنہ بیدار ہوا،
ہمیں دنیا کی حقیر ترین اقوام کے ہاتھوں بدترین
شکست دیکھنی پڑیں۔اس کے باوجود ہم نے ان
واقعات سے عبرت حاصل نہ کی۔

غرناطہ کے مسلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں
کیا صدیوں کی حکومت کے بعد قرطبہ، اشبیلیہ اور

اندلس کے دوسرے شہروں کا ہمارے ہاتھ سے چھن جانا اس لیے نہ تھا کہ ہم میں نسلیت کا فتنہ بیدار ہو چکا تھا۔مقام عبرت ہے کہ جب عیسائیوں کی افواج ان شہروں کا محاصرہ کر ہی تھی اندلس کے مسلمانوں میں عربی ہسپانوی اور بربری ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے کی کوشش کر رہے تھے،اندلس کے شہر ایک ایک کر کے ہمارے قبضہ سے نکل گئے ۔مسلمان اس قوم کے غلام بنا دیئے گئے جس پر انہوں نے صدیوں حکومت کی تھی ۔آج صرف غرناطہ کی چھوٹی سی سلطنت ہمارے قبضہ میں رہ گئی ہے ۔یہ ہمارا آخری حصار ہے اور دشمن اس پر بھی قبضہ کرنے کی فکر میں ہے ۔لیکن ہمیں ابھی تک ہوش نہیں آیا۔ہم میں ابھی تک نسلیت کا فتنہ موجود ہے ۔ہم اب بھی ہسپانوی،عربی اور بربری کا فرق مٹانے کے لیے تیار نہیں۔

اندلس کے وہ مسلمان جو عیسائیوں کی غلامی میں بدترین اذیتیں برداشت کر رہے ہیں اس امید پر زندہ ہیں کہ غرناطہ کے مسلمان ان کی مدد کے لیے پہنچیں گے ۔تم ان کا آخری سہارا ہو لیکن اگر خدا نخواستہ تم اپنی حفاظت بھی نہ کر سکے ۔تو اندلس کے

مسلمانوں کی تاریخ آنے والی نسلوں کے لیے ایک
عبرت ناک داستان بن کر رہ جائے گی۔اور سیاح
ان اجڑی ہوئی عمارات کو دیکھ کر یہ کہیں گے کیا
انہیں تعمیر کرنے والے واقعی مسلمان تھے۔

فرڈی نینڈ نے ہم سے خراج مانگا ہے اور ہم
نے اسے یہ جواب دیا ہے کہ ہمارے دارالضرب
میں صرف تلواریں بنتی ہیں اور یہ جواب اس یقین
کے ساتھ ہم نے دیا ہے کہ ہماری تلواریں ہماری
آزادی کی حفاظت کرسکتی ہیں۔"

موسیٰ کی تقریر کے بعد لوگ شور مچانے لگے کہ ہم سرحدی عقاب سے کچھ سننا چاہتے ہیں۔ابوالحسن نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"آپ ضرور کچھ کہیں۔میرے محل کے سامنے کبھی اتنے آدمی اکٹھے نہیں ہوئے۔"

بدر بن مغیرہ تذبذب کی کی حالت میں ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ موسیٰ نے بازو سے پکڑ کر اسے سیڑھیوں پر کھڑا کر دیا۔

بدر بن مغیرہ کے لیے اتنے آدمیوں کے سامنے تقریر کرنا ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔چند لحات کے لیے وہ تذبذب کی حالت میں لوگوں کی طرف دیکھتا رہا ۔بالآخر اس نے جھجکتے ہوئے ابتدا کی:۔

"زندہ دالان غرناطہ! موسیٰ بن ابی غسان
کی تقریر کے بعد میں کسی اور تقریر کی ضرورت نہیں
سمجھتا اور شاید تم بھی خواب غفلت سے جاگنے کے

لیے صور اسرافیل کے بعد کسی اور ہنگامے کی ضرورت محسوس نہ کرو۔میرا یہ دعویٰ ہے کہ جوقوم اپنے دورانحطاط میں بھی ابوموسیٰ جیسا مجاہد پیدا کر سکتی ہے اسے کوئی نہیں مٹا سکتا لیکن یہ ضروری ہے کہ تم جس شخص کو اپنا راہنما سمجھو اس کی آواز پر صدق دل سے لبیک کہو۔وہ جو کہے اس پر عمل کرو۔ یاد رکھو! دنیا کا بڑے سے بڑا طبیب ایسے مریض کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا جو مرنے پر تلا ہوا ہو۔تم اپنے گردو پیش سے اچھی طرح واقف ہو۔تمہارے افق پر چاروں طرف مصائب کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔قرطبہ اور اشبیلیہ میں ہماری سطوت کے محل مسمار ہو چکے ہیں۔اس ملک میں آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد ہماری قوم کے لاکھوں افراد ایک ایسے دشمن کی غلامی کی چکی میں پس رہے ہیں جس کے دل میں ہمارے لیے نہ رحم ہے اور نہ انصاف۔آج صرف غرناطہ ہمارا آخری حصار رہ گیا ہے اور اگر ہم نے ان غلطیوں کا اعادہ کیا جو قرطبہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ وغیر میں ہمارے بھائیوں سے سرزد ہو چکی ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ کسی دن یہ بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ جب شمال کے

عیسائی امراء ہمارے خلاف متحد ہو رہے تھے۔ان شہروں میں ہمارے ایک دوسرے سے برسر پیکار تھے۔ایک کافر دوسرے کافر کر گلے لگا رہا تھا لیکن ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا گلا کاٹ رہا تھا۔ ہمارے دشمنوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ تمام کفر ایک ہے لیکن ہم یہ ثابت نہ کر سکے کہ اگر تمام کفر ایک تو تمام اسلام بھی ایک ہے۔وہ فتوحات کے شوق میں متحد ہو گئے لیکن ہمیں اپنی شکست کا خوف بھی متحد نہ کر سکا۔مراکشی مسلمان بربری مسلمان کا دشمن بنا رہا۔اور بربری مسلمان اندلسی مسلمان کے خون کا پیاسا رہا۔نتیجہ یہ ہوا کہ یہ شہر ایک ایک کر کے ہمارے ہاتھ سے نکل گئے۔

دشمنان اسلام پھر ایک بار متحد ہو رہے ہیں ۔اب ان کی نظر غرناطہ پر ہے۔اگر خدانخواستہ ہم غرناطہ کی حفاظت بھی نہ کر سکے تو اندلس میں مسلمانوں کا صرف نام رہ جائے گا۔یہ سب باتیں ابو موسیٰ تم سے کہہ چکا ہے۔میں صرف ایک بات تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ اب الفانسو کی بجائے فرڈی نینڈ ہمارے ساتھ تلوار کی زبان سے ہمکلام ہونا چاہتا ہے اور ہمیں یہ ثابت کرتا ہے کہ مسلمان آج

بھی تلوار کی زبان بولنا جانتا ہے ۔ اہل غرناطہ!

قوموں کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے

جب قلم کی بجائے تلوار کی زبان زیادہ صحیح ہوتی ہے

اورتمہارے لیےوہ وقت آچکا ہے"۔

بدر بن مغیرہ کی تقریر کے جب لوگ نعرے لگا رہے تھے ابو الحسن نے اس سے کہا۔"میں آپ کے ساتھ باتیں کرنے کے لیے بے قرار ہوں۔جلوس کے اختتام پر ابوموسیٰ آپ کو میرے پاس لے آئے گا"۔

(۳)

سرحدی عقاب کی آمد سے دس دن بعد غرناطہ کے باشندے ہزاروں کی تعداد میں شہر سے باہر کھڑے ہو کر ابو الحسن کی فوج کو خدا حافظ کہہ رہے تھے۔برسوں کے بعد غرناطہ کی فوج پہلی بار اپنی سلطنت کے کسی امیر کی سرکوبی کی بجائے دشمن کے خلاف کسی محاذ پر جا رہی تھی۔برسوں کے بعد ہسپانوی، بربری اور عربی مسلمان امراء اور سپاہی ایک امیر کے جھنڈے تلے جمع ہوئے تھے۔

ابو الحسن نے کوچ کا حکم دینے سے پہلے فوج کا معائنہ کرنے کے بعد بدر بن مغیرہ سے کہا۔"بدر! تم نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا ہے۔خدا کی قسم! اگر عربی، بربری اور ہسپانوی مسلمان اسی طرح دوش بدوش کھڑے رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ قیامت کے دن ہمیں اپنے اسلاف کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ہم پھر ایک بار فرانس تک پہنچیں گے"۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔"مجھے یقین ہے کہ جب تک آپ کی تلوار نیام سے باہر رہے گی۔اہل غرناطہ میں انتشار پیدا نہیں ہوگا۔ان لوگوں کو ایک صف میں

کھڑا کرنے کے لیے ایک متحدہ محاذ کی ضرورت تھی ۔ جب تک ہماری تلواریں نصرانیوں کے ساتھ ٹکراتی رہیں گی اس وقت تک مسلمان گھریلو جھگڑوں کی طرف توجہ نہیں دیں گے"۔

الزغل اس مہم میں اپنے بھائی کا ساتھ دینے پر مصر تھا لیکن بعض وجوہات کی بنا پر ابوالحسن نے دارالسلطنت کی حفاظت اوراس سے زیادہ اپنے بیٹے کی نگرانی کے لیے اپنے بھائی کو دارالخلافہ میں چھوڑنا مناسب خیال کیا۔

موسیٰ ابن ابی غسان اس کا نائب سالار تھا اور ہراول کے طوفانی دستوں کی قیادت بدر بن مغیرہ کے سپرد تھی۔

ابوالحسن نے سرحد کے چند علاقے مسخر کرنے کے بعد صخرہ کا محاصرہ کرلیا اور جب غرناطہ میں اس شہر کے محاصرہ کی خبر پہنچی تو عوام میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی ۔ صخرہ کا عیسائی حاکم مسلمانوں پر اپنے وحشیانہ مظالم کے باعث فرڈی نینڈ کے تمام عمال سے زیادہ بدنام تھا۔اہل غرناطہ برسوں سے صخرہ سے بھاگ کرغرناطہ میں پناہ لینے والے مسلمانوں کی مظلومیت کی داستانیں سن رہے تھے صخرہ کے محاصرہ کی خبر سن کرانہوں نے مساجد میں ابوالحسن کی فتح اور درازیٔ عمر کے لیے دعائیں کیں ۔

ابوالحسن کا خیال تھا کہ صخرہ کا محاصرہ طول کھینچے گا لیکن چار دن کے بعد رات کے تیسرے پہر شہر کے باغی مسلمانوں کی ایک جماعت نے پہریداروں پر حملہ کر کے شہر کا ایک دروازہ کھول دیا اورابوالحسن کی فوج جسے وہ پہلے ہی اپنے اس ارادے سے باخبر کر چکے تھے معمولی مزاحمت کو کچلنے کے بعد شہر پر قابض ہوگئی۔

اس جنگ میں زخمیوں کی تعداد بہت کم تھی ۔انہیں ابوالحسن کے حکم سے گورنر کے محل کے ایک کشادہ کمرے میں پہنچا دیا گیا۔دوپہر کے وقت ابوالحسن،موسیٰ، بدر

اور چند اور سالاروں کے ساتھ زخمیوں کو دیکھنے کے لیے آیا۔ چند جراح جوان زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہے تھے ادب سے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے لیکن ایک شخص جو انتہائی انہماک کے ساتھ ایک سپاہی کے ایک سر اور گردن کے زخموں پر پٹی باندھ رہا تھا، ابو الحسن کے قریب پہنچنے پر بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ لباس سے بھی وہ ایک طبیب یا جراح کی بجائے سپاہی معلوم تھا۔ اس کی زرہ چمک رہی تھی۔

ابو الحسن نے ایک ثانیہ کے لیے زخمی کی طرف دیکھا اور طبی دستہ کے سالار کو آواز دے کر کہا ''اس آدمی کو آپ کی توجہ کی ضرورت ہے''۔

طبی دستے کا سالار بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور زرہ پوش کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے بولا۔ ''میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ یہ ہمارا کام ہے''۔

جب زرہ پوش نے اس پر بھی سنی ان سنی کر دی تو اس نے ذرہ ترش ہو کر کہا۔ ''اگر آپ کو میرا لحاظ نہیں تو کم از کم بادشاہ سلامت کی موجودگی کا لحاظ ضرور ہونا چاہیے ۔سپاہی کا مقام میدان جنگ ہے یہ جگہ نہیں۔''

زرہ پوش نے ایک ثانیہ کے لیے گردن اوپر اٹھائی اور جواب دیا۔

''آپ میرا وقت ضائع نہ کیجئے۔ زخمی کی حالت بہت نازک ہے''۔

بدر بن مغیرہ زرہ پوش کی آواز سن کر چونک پڑا لیکن چونکہ آنکھوں کے سوا اس کا چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا اس لیے وہ زرہ پوش کو فوراً نہ پہچان سکا۔ طبی دستے کا سالار سٹ پٹا گیا اور اس نے کہا۔ ''اگر آپ کو پٹی باندھنے کا شوق ہے تو باہر جا کر دشمن کے کسی مقتول پر طبع آزمائی کریں''۔

زرہ پوش نے پٹی کو آخری گرہ دیتے ہوئے کہا ''مجھے پٹی باندھنے کا شوق نہیں، زخمیوں کا علاج کرنے کا شوق ہے''۔

ابو الحسن کی حیرت دل چسپی میں تبدیل ہو چکی تھی لیکن طبیب کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اس نے زخمی کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایک اور طبیب کو آواز دے کر کہا۔ ''اسے باہر لے جاؤ۔ یہ کوئی جنونی قسم کا آدمی معلوم ہوتا ہے''۔

دوسرا طبیب آگے بڑھا لیکن ابو الحسن کا اشارہ پا کر اس نے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل نہ کی۔

طبی دستہ کے سالار نے زخمی کی پٹی کھولنے کی کوشش کی لیکن زرہ پوش نے اس کا ہاتھ روکتے ہوئے کہا۔ ''اگر آپ نے پٹی کھول دی تو اس کی موت یقینی ہے۔ میں آپ کے کام میں دخل نہ دیتا لیکن آپ کو شاید یاد نہیں کہ آپ نے اسے نا قابل علاج سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔''

اس دوران میں بدر بن مغیرہ کے تمام شکوک دور ہو چکے تھے۔ آواز کے علاوہ وہ زرہ پوش کا تھیلا بھی پہچان چکا تھا۔ وہ ان ہاتھوں سے مانوس تھا جو کئی بار اس کے اپنے زخموں پر مرہم رکھ چکے تھے۔ اس کی حیرانی مسرت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس نے طبی دستے کے سالار سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''آپ پریشان نہ ہوں۔ میں انہیں جانتا ہوں۔ بشیر! تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟''۔

زرہ پوش نے خود کا نقاب اوپر سرکا دیا اور اٹھ کر ادب کے ساتھ ابو الحسن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

موسیٰ نے چونک کر کہا۔ ''بشیر بن حسن!......آپ یہاں کب آئے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میں آج ہی یہاں پہنچا ہوں۔''

موسیٰ نے ابو الحسن سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''یہ بشیر بن حسن ہیں۔ یہ ہمارے

عقاب کے پروں کی رکھوالی کرتے ہیں''۔

ابوالحسن نے گرم جوشی کے ساتھ بشیر بن حسن سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔'' میں آپ کی تعریف سن چکا ہوں''۔

بشیر بن حسن نے ابوالحسن کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔'' معاف کیجئے میری طرف سے آداب بجالانے میں کوتاہی ہوئی زخمی کی حالت خراب تھی''۔

طبی دستے کا سالار پریشانی، ندامت اور بے کسی کی حالت میں کھڑا تھا۔بشیر بن حسن نے اس سے مخاطب ہو کر کہا''میں بے جا مداخلت کا مجرم ہوں لیکن یہ شخص بازار میں بے ہوش پڑا تھا اور سپاہی اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ آئے تھے۔ مجھے اس میں زندگی کے آثار دکھائی دیئے اور اسے یہاں اٹھا لایا۔آپ چونکہ بے حد مصروف تھے اس لیے آپ اس پر توجہ نہ دے سکے''۔

طبی دستہ کے سالار نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔''بشیر بن حسن کے سامنے اپنی کمتری کا اعتراف کرنا بھی میرے لیے باعث فخر ہے۔ جب آپ اسے یہاں لائے تھے تو میری نگاہ میں اس کی حالت مایوس کن تھی۔ اسے طبیب سے زیادہ معجزہ کرنے والے کی ضرورت تھی اور اندلس میں فقط بشیر بن حسن کے نام کے ساتھ ایسے معجزات وابستہ کئے جاتے ہیں۔ ہمارے پاس چند اور زخمی بھی آپ کی توجہ کے محتاج ہیں''۔

ایک اور نوجوان جراح نے آگے بڑھ کر کہا۔''میں نے آپ کو قرطبہ میں دیکھا تھا لیکن خود کے باعث آج میں پہچان نہ سکا''۔

بشیر بن حسن نے کہا۔''مجھے ڈر تھا کہ خود کے بغیر آپ کو میری اجنبیت اور زیادہ محسوس ہو گی۔اس کے علاوہ زخمیوں میں ہمارے چند ساتھی بھی ہیں۔ مجھے خطرہ تھا

کہ وہ مجھے دیکھ کر شور مچائیں گے اور آپ میں سے بعض زخمیوں کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو جائیں گے اور میں بھی اس زخمی کی حالت پر پوری توجہ نہیں دے سکوں گا“۔

ابوالحسن نے کہا۔ ”ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس بات کا احساس نہیں کیا۔“ آپ دوسرے زخمیوں کو دیکھیں اور فارغ ہو کر مجھ سے ضرور ملیں“۔

ابوالحسن، بدر بن مغیرہ اور موسیٰ چلے گئے اور بشیر بن حسن دوسرے زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول ہو گیا۔ اندلس کے باقی شہروں کی طرح غرناطہ میں بھی اس کے نام کی شہرت پہنچ چکی تھی۔ طبی دستہ کے تمام افراد اس کے ساتھ مصافحہ کرنے، ہم کلام ہونے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے۔ ان کے احساس مرعوبیت کی ایک وجہ یہ تھی کہ بشیر بن حسن سرحدی عقاب کا ساتھی تھا۔

طبی دستے کا سالار دیر تک اپنے طرز عمل پر پریشان رہا۔ بالآخر اس نے بشیر بن حسن سے کہا ”میں ابھی تک معذرت کے لیے موزوں الفاظ سوچ رہا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ نے میرے متعلق بہت بری رائے قائم کی ہو گی“۔

بشیر نے جواب دیا۔ ”آپ پریشان نہ ہوں ممکن ہے کہ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو ایک اجنبی کے ساتھ زیادہ سختی سے پیش آتا“۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ زخمی جس کی بشیر بن حسن نے سب سے پہلے مرہم پٹی کی تھی، نیم بے ہوشی کی حالت میں آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔ بشیر بن حسن نے اپنے تھیلے سے ایک دوا نکال کر پیالی میں ڈالتے ہوئے ایک طبیب سے کہا۔ ”یہ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آ جائے گا۔ جب آنکھیں کھولے آپ فوراً اسے یہ دوا پلا دیں۔ دوا پیتے ہی اسے نیند آ جائے گی۔ شام کے وقت میں خود آ کر اس کی حالت دیکھوں گا۔ اس

وقت آپ یہ خیال رکھیں کہ کوئی اسے جگانے یا اس کے ساتھ بات کرنے کی کوشش نہ کرے“۔

(۴)

دوپہر کے وقت جب بدر بن مغیرہ کو تنہائی میں بشیر کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملا تو اس نے اپنے دوست کی غیر متوقع آمد کی وجہ پوچھی۔بشیر بن حسن نے جواب دیا ”میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں غرناطہ سے ابوالحسن کی فوج کی روانگی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھوں لیکن مجھے اس وقت اطلاع ملی جب یہ فوج غرناطہ سے کوچ کر چکی تھی۔تاہم میں نے خیال کیا کہ میں جنگ کے دوران میں ضرور پہنچ جاؤں گا...... ابو داؤد بھی مجھے غرناطہ تک اپنے ساتھ لے جانے پر بضد تھا۔منصور بن احمد نے میری درخواست اور ابو داؤد کی سفارش پر مجھے اجازت دے دی۔غرناطہ پہنچ کر مجھے پتہ چلا کہ آپ صخرہ کا محاصرہ کر چکے ہیں۔میں یلغار کرتا ہوا آج صبح یہاں پہنچا تو یہ شہر فتح ہو چکا تھا۔“

بدر بن مغیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔”اور میں زخمی نہ تھا اس لیے تمہاری ادویات دوسروں کے کام آئیں۔سچ کہو تمہاری یہ بھاگ دوڑ میری وجہ سے نہ تھی“۔

”تمہاری سلامتی میری زندگی کا ایک مقصد ہے“۔

”ایک فرد کی سلامتی میرے خیال میں ایسا بلند مقصد نہیں جس پر فخر کیا جا سکے“

۔

بشیر بن حسن نے محبت بھری نگاہوں سے اپنے دوست کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”بدر! تم میرے لیے ایک فرد نہیں ایک قوم ہو اور اگر میں ایک طبیب کی زبان

استعمال کروں تو میں یہ کہوں گا کہ تم ہسپانیہ کے جسد نا تو اں میں ایک دھڑکتا ہوا دل ہو"۔

بدر نے کہا "یہ ایک شاعر کی زبان ہے"۔

بشیر نے جواب دیا۔ "خدا کا شکر ہے کہ میں شاعر نہیں۔ میں نے الزغل کے دستر خوان پر غرناطہ کے چند شعراء سے ملاقات کی ہے۔ وہ تمہاری تعریف میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے"۔

"کیا کہتے تھے میرے متعلق وہ؟"

"بس یہی کہ تم ہوا میں اڑ سکتے ہو، پانی پر چل سکتے ہو، تمہیں دیکھ کر سمندر کی طوفانی لہروں میں سکون آ جاتا ہے اور دریا......"

"دریا کیا......؟"

"مجھے یاد نہیں رہا، شاید وہ یہ کہتے تھے کہ دریا پہاڑوں کی طرف واپس ہو جاتے ہیں"۔

بدر نے کہا "احمق کہیں کے"۔

بشیر بن حسن نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں سب کے سب احمق نہیں تھے۔ ایک نے عقل کی چند باتیں بھی کہی تھیں"۔

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ سرحدی عقاب کا گھوڑا کوہ سرا نوادا کی برف سے زیادہ سفید ہے جب وہ چلتا ہے تو زمین پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس کی تلوار کی چمک سے سورج کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا "بشیر اس زندہ دلی کا باعث یہ فتح ہے یا کچھ اور؟"

بشیر نے جواب دیا ''بدر میں واقعی بہت خوش ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ برسوں کے خوابوں کی تعبیر کا زمانہ شروع ہو چکا ہے؟''

بدر نے سوال کیا ''انجلا کیسی ہے؟''

بشیر نے جواب دیا ''وہ ٹھیک ہے لیکن تم ربیعہ کے متعلق نہیں پوچھا''۔

''اسے کیا ہوا؟''

''واہ تمہیں یہ خبر بھی نہیں''۔ بشیر نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

''بشیر! تم اس کے متعلق کوئی بری خبر تو نہیں لائے۔''

بشیر ہنس پڑا۔

بدر نے کہا ''تم بڑے مسخرے ہو''۔

بشیر نے کہا ''ربیعہ تمہیں سلام کہتی تھی''۔

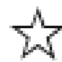
''جھوٹ!''

''اچھا بھائی یہی سمجھ لو کہ وہ تمہاری سلامتی کے لیے دعا کرتی تھی۔''

مجھے یہ مان لینے میں کوئی اعتراض نہیں۔ خیر اب مذاق چھوڑو۔ ابو داؤد کا حال کیا ہے؟

''وہ بہت خوش ہے۔ غرناطہ پہنچتے ہی الزغل نے اسے شہزادہ ابو عبداللہ کا مصاحب خاص بنا دیا ہے۔ اسے رہنے کے لیے قصر الحمراء میں ایک مکان دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں وہ شہزادے کو بہت جلد اپنا گرویدہ بنا لے گا''۔

موسیٰ کی آمد پر ان کی گفت گو کا رخ بدل گیا۔ اس نے اطلاع دی کی ابوالحسن آپ کو بلاتے ہیں۔



نئے عزائم

(۱)

صخرہ کی فتح کے بعد ابوالحسن نے عیسائیوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے وسیع پیانے پر تیاریاں شروع کر دیں۔ سلطنت کے وہ بااثر سردار اور قبائل کے رہنما جو اب تک بربری، عربی اور ہسپانوی مسلمانوں کے اندرونی جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے مشترکہ دشمن کے خلاف متحد ہونے لگے۔ ہسپانوی اور بربری سرداروں کے لیے ابوالحسن ایک حکمران کی بجائے ایک مسلم حکمران بن چکا تھا۔ اس نے صلیب کے پرچم کے مقابلہ میں ہلال کا پرچم بلند کیا تھا۔ علماء کا ایک بااثر طبقہ اس جنگ کو جہاد قرار دے چکا تھا۔ صخرہ کی فتح کے بعد جب ابوالحسن غرناطہ لوٹا تو اس نے پہلی بار یہ محسوس کیا وہ صحیح معنوں میں غرناطہ کا حکمران بن چکا ہے۔ عوام نے فوجی مستقر سے لے کر الحمراء تک اس کے راستے میں پھولوں کی سیج بچھا رکھی تھی۔ رات کے وقت اس نے قصر الحمراء کے بلند مینار پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ تمام شہر میں چراغاں تھا اور لوگ گلیوں اور بازاروں میں مسرت کے نعرے لگا رہے تھے۔ ابوالحسن نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

”رب العزت! میرے کمزور بازوؤں کو طاقت عطا کر۔ مجھے طارق بن زیاد کا عزم اور موسیٰ بن نصیر کا حوصلہ عطا کر۔ میری قوم کو پھر ایک باران مجاہدین کا ولولہ عطا کر جن کے گھوڑے ایک طرف فرانس اور دوسرے طرف چین کے دریاؤں کا پانی پیا کرتے تھے۔ ہماری نا اتفاقی کو اتفاق میں بدل دے۔ اس ریت کے انبار کو تو ایک چٹان بنا سکتا ہے۔ میرے مولیٰ! ان لوگوں کو مایوس نہ کیجیو جو اس معمولی سی فتح پر اس قدر شادمان ہیں۔ میں اس کام کا اہل نہ تھا لیکن اگر تو نے مجھے اس کے لیے منتخب کیا

ہے تو مجھے ہمت، عزم اور استقلال دے اور اگر میں اپنی زندگی میں اسلاف کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس نہ لے سکوں تو ابو اعبداللہ کو یہ توفیق دے۔ ورنہ مجھے یہ توفیق دے کہ میں غرناطہ کی سلطنت کے لیے کوئی صحیح جانشین منتخب کر سکوں"۔

جب ابوالحسن مینار پر کھڑا یہ دعا مانگ رہا تھا، اس کی ولی عہد شہزادہ ابوعبداللہ اپنے نئے اتالیق ابو داؤد کے ساتھ محل کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ چند دن میں استاد اور شاگرد ایک دوسرے سے بہت مانوس ہو چکے تھے اور ابوعبداللہ کا چچا الزغل جس نے ابو داؤد کو اس منصب تک پہنچایا تھا اس بات پر پھولا نہ سماتا تھا کہ اس کا آوارہ مزاج بھتیجا اپنے باکمال اتالیق کے اشاروں پر چلتا ہے اور اس سے ایک لمحہ کے لیے بھی جدا ہونا پسند نہیں کرتا۔ ابو داؤد فطرتاً محتاط تھا۔ اسے یہ احساس تھا کہ اس کے شاگرد کی رگوں میں عربی خون ہے۔ اس لیے اس نے اپنے عزائم اور مقاصد کے اظہار میں عجلت سے کام لینا مناسب نہ سمجھا۔ وہ ایک بے تکلف مصاحب بن کر ابوعبداللہ کے خیالات سے واقفیت حاصل کرتا رہا اور چند ہی دنوں میں یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ وقت آنے پر غرناطہ کے ولی عہد کو اپنا آلہ کار بنا سکے گا۔

ابوعبداللہ سے تنہائی میں پہلی ملاقات کے بعد وہ اسے اپنا گرویدہ بنا چکا تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ دیکھا اور ہتھیلی کی چند لکیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔" شہزادے! تم غرناطہ کی حکمرانی کے لیے پیدا نہیں ہوئے"۔

ابوعبداللہ کے چہرے پر اضطراب کے آثار پیدا ہوئے تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یہ لکیریں تمہارے لیے سکندر کے بخت اور عبدالرحمٰن اعظم کے جاہ و جلال کی شہادت دیتی ہیں۔ اگر میرا علم مجھے دھوکا نہیں دیتا تو پرنیز سے لے جبل الطارق تک تمہاری سطوت کے پرچم لہرائیں گے۔ مراکش اور فرانس کے حکمران تمہارے

باجگذار رہوں گے۔"

ابو عبداللہ کچھ دیر تک اپنے ہاتھ کی طرف دیکھنے کے بعد بولا۔"لیکن میرا چچا مجھے نالائق کہتا ہے"۔

"شہزادے! پھل پکنے اور پھول کھلنے کے لیے ایک وقت معین ہوتا ہے۔ جب تک تمہارے عروج کا وقت نہیں آئے گا تمہارے عزیز اور خیر خواہ ایسی ہی باتیں کرتے رہیں گے لیکن ان مقصد تمہاری بہتری ہے برائی نہیں...... وقت کا انتظار کرو"۔

اس دن سے ابو عبداللہ اپنے آپ کو سکندر اور اپنے اتالیق کو ارسطو سمجھا کرتا تھا۔ دونوں اپنے اپنے خیال کے مطابق کسی موقع کے منتظر تھے...... چند ملاقاتوں کے بعد استاد کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا شاگرد کون سے وقت کا انتظار کر رہا ہے لیکن شاگرد کو اپنے استاد کے ارادوں کے متعلق کوئی علم نہ تھا اور آج ابو عبداللہ کا یہ پیغام سن کر ابو داؤد اپنے مکان سے نکل کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے ایک ہی نظر میں یہ بھانپ لیا کہ اس کا شاگرد کسی نئی پریشانی میں مبتلا ہے۔

(۲)

ابو عبداللہ نے اپنے استاد کی تعظیم کے لیے اٹھتے ہوئے خواجہ سرا کو حکم دیا کہ وہ دروازہ بند کر دے۔ استاد اور شاگرد آبنوس کے کرسیوں پر جو مخمل کے گدیلوں سے آراستہ تھیں بیٹھ گئے۔

ابو داؤد نے کہا "شہزادے! مجھے توقع تھی کہ تم اس وقت غرناطہ کے بازاروں میں مسرت کے ساتھ نعرے لگا رہے ہو گے۔ وہ کون سا خیال تھا جس نے اس وقت غرناطہ کے ولی عہد کو پریشان کر رکھا ہے"۔

ابو عبداللہ نے کہا۔ ''کیا میرے استاد کا بھی یہی حکم ہے کہ میں موسیٰ، الزیغری اور بدر بن مغیرہ کی فتح کے نعرے لگاؤں۔ کیا اس کام کے لیے میرے سوتیلے بھائی کافی نہیں جو آج کے جلوس میں نوکروں کی طرح ان کے گھوڑوں کے آگے آگے پیدل جا رہے تھے؟ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ وہ میرے متعلق جانتے ہیں کہ میں اس قسم کی خوشامد نہیں کر سکتا اور وہ میرے والد کو ایک بار پھر یہ جتانا چاہتے ہیں کہ میں نالائق ہوں''۔

ابو داؤد نے کہا۔ ''تمہارے سوتیلے بھائیوں کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا لیکن الزغل کے متعلق میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ تمہارا بدخواہ نہیں اور اگر وہ بدخواہ بھی ہو تو تمہیں تدبر سے کام لینا چاہیے۔ تم غرناطہ کے ولی ہو اور ولی عہد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تاج پہننے تک اپنے بدترین دشمنوں کو بھی دوست بنائے رکھے۔ ایک بادشاہ اپنے مخالفین کو تلوار سے مرعوب کرتا ہے لیکن ایک ولی عہد یہ نہیں کر سکتا اور اس صورت میں جب کہ تخت کے دعویدار اور بھی موجود ہوں اسے بہت محتاط رہنا چاہیے۔ اگر تمہارا یہ اراد ہو کہ تم کل حکمران بن کر اپنے مخالفین کی گردنیں اڑا دو تو آج یہ ضروری ہے کہ اپنی مرضی کے خلاف بھی ان کے گلے میں پھولوں کے ہار پہناؤ تا کہ ان کی رگوں میں سختی نہ آنے پائے۔ تاہم الزغل کے متعلق مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا مخالف نہیں''۔

ابو عبداللہ نے کہا۔ ''آپ میرے چچا کے متعلق ہمیشہ حسن ظن سے کام لیتے ہیں۔ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ اقتدار چاہتا ہے۔ اس نے میرے باپ کو بھی اپنے ہاتھوں میں کھلونا بنا رکھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی نہیں بن سکتا۔ اس لیے اس کی خواہش یہی ہو گی کہ میرے سوتیلے بھائی کو تخت پر بٹھا کر خود

حکومت کرے''۔

''لیکن خدا سلطان کی عمر دراز کرے، میرا دل تو گواہی دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی ہی میں تمہارے جیسے ہونہار بیٹے کو غرناطہ کا تخت و تاج سونپ دیں گے''۔

ابوعبداللہ نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔''میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کوئی فیصلہ کیا تو چچا کے مشورے کے بغیر نہیں ہوگا اور چچا کا مشورہ کبھی میرے حق میں نہ ہوگا''۔

ابوداؤد نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد کہا۔''شہزادے! تمہارا ہاتھ دیکھ کر میں نے تمہیں ایک بات نہیں بتائی۔ مجھے ڈر لگتا تھا''۔

ابوعبداللہ نے کہا۔''خدا کے لیے ضرور بتایئے''۔

ابوداؤد نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔'' مجھے ڈر ہے کہ یہ بات اگر کسی تیسرے آدمی کے کانوں تک پہنچ گئی تو آپ کے ساتھ مجھے بھی مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا''۔

ابوعبداللہ نے کہا۔'' آپ فکر نہ کریں یہاں کوئی سننے والا نہیں''۔

''میرا علم یہ گواہی دیتا ہے کہ تم اپنے باپ کی زندگی میں غرناطہ کا تخت و تاج سنبھالو گے اس کی مرضی کے خلاف۔ قدرت تمہیں موقع دے گی۔ یہ فیصلہ بہت تلخ ہوگا لیکن تمہیں کرنا پڑے گا۔ اندلس کی تسخیر ابوالحسن کے مقدر میں نہیں تمہارے مقدر میں ہے''۔

ابوعبداللہ نے مسرت، اضطراب اور خوف کے ملے جلے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔''وہ وقت کب آئے گا؟''

ابوداؤد نے جواب دیا۔''بہت جلد، لیکن میری نصیحت یاد رکھو۔ وقت آنے

سے پہلے تمہارا فرض ہے کہ تمہارے باپ اور چچا کے دل میں تمہارے متعلق کوئی شک پیدا نہ ہو وہ الزغل کو یہاں کیوں چھوڑ گئے تھے؟''

ابوعبداللہ نے جواب دیا''میں جانتا ہوں۔انہیں مجھ پر اعتبار نہ تھا۔''

''تو تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم ان کا کھویا ہوا اعتماد دوبارہ حاصل کرو۔ تاج اور تخت کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اگر کسی وجہ سے سلطان یا تمہارے چچا کو تمہارے متعلق کچھ شبہ ہو گیا ہے تو تم ہمیشہ کے لیے میری اعانت سے محروم ہو جاؤ گے۔''

ابوعبداللہ نے کہا۔''میں آپ کی نصیحت پر عمل کروں گا''۔

''تو میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ ابھی اپنے باپ کے پاس جاؤ۔اگر وہ سو نہیں گئے تو انہین فتح کی مبارکباد دو اور یہ بھی کہوں کہ تمہیں اس جنگ میں شریک ہونے کی سعادت سے محروم رہنے کا افسوس ہے۔اس کے بعد علی الصباح فوج کے تمام بڑے بڑے عہدہ داروں سے ملو اور ہو سکے تو ان میں انعامات تقسیم کرو۔سلطان اس بات پر خوش ہو گا اور ان لوگوں میں سے بعض تمہارے کام آئیں گے''۔

''میں ابھی ابا کے پاس جاتا ہوں۔''

اگلے دن ابو الحسن نے الزغل سے کہا۔'' آپ نے ابوعبداللہ کے لیے جو اتالیق مقرر کیا ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں وہ کوئی قابل آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے آج ابوعبداللہ کے خیالات میں کافی تبدیلی محسوس کی ہے۔وہ اس بات پر ناراض ہو رہا تھا کہ میں اسے جنگ میں ساتھ کیوں نہیں لے گیا''۔

الزغل نے جواب دیا۔''خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ایسا آدمی مل گیا ہے''۔

ان واقعات کے تیسرے دن بدر بن مغیرہ کو اطلاع ملی کہ عیسائیوں نے سرحد

پر دوبارہ چھیڑ چھاڑ شروع کردی ہے اور اس نے اپنے سپاہیوں کو فوراً کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

رخصت سے پہلے جب وہ ابوالحسن سے ملا تو اس نے کہا۔ ”میں نے پوری تیاری سے پہلے صخرہ پر اس لیے حملہ کیا تھا کہ لوگ خوب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ اب اس فتح کا یہ فائدہ ہوا ہے کہ میں چند ماہ میں انہیں فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار کر لوں گا۔ اتنی دیر آپ اپنے محاذ پر ڈٹے رہیں۔ میں اشد ضرورت کے بغیر آپ کو نہیں بلاؤں گا۔ اگر آپ سرحد پر چھیڑ چھاڑ جاری رکھیں گے تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمیں تیاری کا زیادہ موقع مل جائے گا اور فرڈی نینڈ کو توجہ بھی دو محاذوں پر بٹ جائے گی“

۔

ابوالحسن سے ملاقات کے بعد جب بدر بن مغیرہ قصر الحمراء سے باہر نکل رہا تھا ایک لونڈی نے کاغذ کا ایک پرزہ اس کے ہاتھ میں دیا۔ بدر بن مغیرہ نے دیکھا تو کاغذ پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

”آپ کو نئی فتح مبارک ہو...... ربیعہ!“

ایک لمحہ کے لیے بدر بن مغیرہ کے دل میں لطیف دھڑکنیں پیدا ہوئیں اور ایک جانی پہچانی صورت اس کی نظروں کے سامنے آموجود ہوئی۔ بدر بن مغیرہ نے لونڈی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ”میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کر دیجئے اور کہیے میرے لیے دعا کیا کریں“۔

شام کے وقت ربیعہ کو اپنے باپ سے یہ معلوم ہوا کہ سرحدی عقاب اپنے نشیمن کی طرف جا چکا ہے۔

(۳)

فرڈی نینڈ سرحدی عقاب سے انتقام لینے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ اسے صخرہ پر ابوالحسن کے قابض ہو جانے کی خبر ملی۔ اس نے اپنے تمام گورنر اور سرداروں کو تیاری کا حکم دیا۔ یہودی تاجروں کے بھیس میں اس کے جاسوس اسے ابوالحسن کے عزائم سے باخبر کرتے رہے۔ اس نے ایک بہت بڑی صلیب اپنے محل کے دروازے پر نصب کرائی اور قسطلہ کے عوام کے سامنے یہ حلف اٹھایا کہ جب تم میں یہ صلیب قصر الحمراء کے دروازے پر نصب نہ کروں گا دم نہ لوں گا۔ سلطنت کے تمام امراء نے اس کی تقلید کی۔ اس کے بعد سلطنت کے ہر گوشے سے لوگ قسطلہ پہنچتے اور اس صلیب کے سامنے یہ عہد کرتے کہ وہ غرناطہ کو فتح کئے بغیر اپنی تلواریں نیام میں نہیں ڈالیں گے۔

ایک دن غرناطہ کا ایک یہودی فرڈی نینڈ کے پاس پہنچا اور اس نے ایک خط پیش کیا۔ خط پڑھ کر فرڈی نینڈ نے ایلچی سے کہا۔ ''تم نے ہماری بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے اور اگر اس خط کا جواب غرناطہ پہنچا سکو تو تمہیں بہت بڑا انعام دیا جائے گا''۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ ''اگر تم تحریری پیغام لے جانے میں خطرہ محسوس کرو تو ہم کل تمہیں ایک زبانی پیغام دیں گے''۔

یہودی نے کہا'' میں تحریری پیغام لے جانے میں کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا۔ غرناطہ سے آتے ہوئے کئی چوکیوں پر تلاشی لینے کے باوجود وہ یہ خط نہیں دیکھ سکے''۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ ''تم ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن تلاشی کے وقت تم نے یہ خط کہاں چھپا رکھا تھا؟''

یہودی نے جواب دیا'' یہ خط ابوداؤد نے میرے جوتے کے اندر سی دیا تھا''۔

''بہت اچھا کل ہم سے ملو''۔ یہ کہتے ہوئے فرڈی نینڈ نے ایک سپاہی کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ایلچی کو شاہی مہمان خانے میں لے جائے۔

ایلچی کے چلے جانے کے بعد فرڈی نینڈ نے دوبارہ غور کے ساتھ خط پڑھا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد اٹھ کر ملکہ کے کمرے میں پہنچا۔

''ملکہ تم ہار گئیں'' اس نے اپنی بیوی کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ کا مطلب؟''

''تم نے ابوداؤد کے متعلق شرط لگائی تھی کہ ہمارے ساتھ وہ غداری کر رہا ہے۔لو یہ خط پڑھ لو، تمہارے تمام شکوک رفع ہو جائیں گے۔'' بادشاہ نے خط ملکہ کو پیش کر دیا۔

ملکہ نے خط پڑھ کر کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ''اس خط سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ہمارے شکوک بے بنیاد تھے لیکن ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ لکھنے والا ابوداؤد ہے اور وہ جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔اس نے ہمیں الحمہ پر اچانک حملہ کی ترغیب دی ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس میں بھی کوئی خطرناک چال نہ ہو''۔

فرڈی نینڈ نے جواب دیا۔ ''ابوالحسن کے ارادوں اور تیاریوں کے متعلق مجھے اپنے جاسوسوں کی زبانی بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ مجھے ابوداؤد کی اس بات سے اتفاق ہے کہ ہمیں صخرہ کے نقصان کی تلافی کے لیے غرناطہ کی سرحد کے کسی اہم شہر پر اچانک قبضہ کر لینا چاہیے۔اس سے مسلمانوں کا جوش و خروش کچھ عرصہ کے لیے ٹھنڈا پڑ جائے گا اور ہمارے سپاہیوں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔میرے خیال میں قادس کا گورنر ان پر بے خبری کی حالت میں حملہ کر دے تو جس قدر آسانی کے ساتھ

انہوں نے صخرہ پر قبضہ کرلیا ہے اسی قدر آسانی کے ساتھ ہم الحمہ پر قبضہ کرسکیں گے''

۔

''لیکن آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ بے خبر ہوں گے۔کیا یہ ممکن نہیں کہ ابو داؤد نے غرناطہ پہنچ کر اپنی قسمت مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کردی ہو اور یہ خط اس نے ابوالحسن کے ایما سے بھیجا ہو''۔

''میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تمہارے خدشات بے بنیاد ہیں لیکن اگر یہ ہو بھی تو وہ ہمارے ارادوں سے باخبر ہونے کے لیے اس خط کے جواب کا انتظار کریں گے اور میں یہ احتیاط کرسکتا ہوں کہ جب تک حاکم قادس الحمہ پر قبضہ نہ کرے وہ ہمارے خط کا انتظار کرتے رہیں۔ابو داؤد کا یہ کہنا غلط نہیں کہ الحمہ غرناطہ کی کنجی ہے اور اس پر قابض ہو کر ہم آدھی جنگ جیت جائیں گے ۔ میں آج ہی قادس کے گورنر کو پیغام بھیجتا ہوں اور خود کل لوشہ کی طرف کوچ کردوں گا۔ان کی ساری توجہ میری طرف ہو گی اور قادس کی فوج کو الحمہ پر قبضہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔میں قرطبہ اور اشبیلیہ کی افواج کو بھی پیش قدمی کا حکم دیتا ہوں۔اگر ہم کسی محاذ سے نقصان اٹھائیں گے تو وہ یقیناً الحمہ کا محاذ نہیں ہوگا''۔

(۴)

ابوالحسن کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ فرڈی نینڈ اپنے لشکر جرار کے ساتھ قسطلہ سے روانہ ہو چکا ہے۔اس کے ساتھ ہی اسے قرطبہ اور اشبیلیہ کی افواج کی نقل و حرکت کی اطلاع بھی ملی۔اس نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ایک حصہ الزغل کی قیادت میں دے کر اشبیلیہ کی فوج کا راستہ روکنے کا حکم دیا، دوسری فوج کی قیادت کے لیے اسے موسیٰ سے زیادہ کوئی آدمی موزوں نظر نہیں آتا تھا،لیکن

بعض امراء کے مشورے پر اس نے موسیٰ کو غرناطہ میں ابو عبداللہ کے پاس چھوڑ دیا اور فوج کی قیادت کے لیے بدر بن مغیرہ کو بلا بھیجا۔

بدر بن مغیرہ اپنی فوج کے نصف سے زیادہ سپاہی لے کر غرناطہ پہنچا اور قرطبہ کی سرحد کی طرف پیش قدمی کرنے والی فوج کی قیادت سنبھال لی۔

باقی فوج کی قیادت ابوالحسن نے اپنے ہاتھ میں لی۔ روانہ ہونے سے پہلے اس نے ابو عبداللہ کو بلا کر کہا۔ ''بیٹا! میری اور الزغل کی غیر حاضری میں تم پر ایک بہت ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ تم اپنی عمر کے لحاظ سے اس قابل ہو کہ دارالسلطنت کا انتظام سنبھال سکو۔ تاہم میں موسیٰ کو تمہاری مدد کے لیے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میری نگاہ میں اس کا درجہ الزغل سے کم نہیں۔ اس کے مشورہ کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانا۔ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آئے تو یہ یاد رکھنا کہ جب تک اندلس کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس نہ لے لوگے، میری روح بے چین رہے گی''۔

ابو عبداللہ نے کہا ''یہ میری بدقسمتی ہے کہ مجھے اس موقع پر بھی آپ کی فوج کا ایک سپاہی بننے کی سعادت نصیب نہیں تاہم جو فرض آپ نے مجھ پر عائد کیا ہے میں اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کروں گا لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ کو ہر محاذ پر موسیٰ جیسے تجربہ کار جرنیل کی ضرورت ہوگی۔ اس کا آپ کے ساتھ رہنا ضروری تھا۔ میری مدد کے لیے آپ کسی اور کو چھوڑ سکتے ہیں۔''

ابوالحسن نے جواب دیا۔ ''تمہارا خیال درست ہے لیکن موسیٰ کو یہاں چھوڑنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کمک کے لیے نئے سپاہی بھرتی کر سکے گا''۔

غرناطہ سے کوچ کرنے کے بعد ابوالحسن نے سرحد کے ایک شہر کے پاس پڑاؤ ڈال دیا اور فرڈی نینڈ کی افواج کا انتظار کرنے لگا۔ موسیٰ کی جگہ لینے کے لیے غرناطہ

کی فوج کے دو بہترین سالار الزیغری اور نعیم رضوان اس کے ساتھ تھے۔

دو ہفتے گزر گئے اور ابوالحسن کو پتہ چلا کہ فرڈی نینڈ کی افواج سرحد کے پار ایک مقام پر آ کر رک گئی ہیں۔ الزغل اور بدر بن مغیرہ کی طرف سے بھی اسی قسم کی اطلاعات ملیں کہ اشبیلیہ اور قرطبہ کی طرف سے پیش قدمی کرنے والی افواج سرحد کے قریب رک گئی ہیں۔

لیکن تیسرے ہفتے اسے اچانک یہ خبر ملی کی حاکم قادس نے فوری پیش قدمی کے بعد الحمہ پر قبضہ کرلیا ہے۔ اس خبر سے اسے یہ احساس ہوا کہ سرحد کے پار تین محاذوں پر قسطلہ، قرطبہ، اشبیلیہ کی افواج کے رک جانے کی کیا وجہ تھی۔ الحمہ کی فتح کے ساتھ ہی ابوالحسن کو اس قسم کی اطلاعات ملیں کہ حاکم قادس نے اس شہر کے ہزاروں باشندوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

الحمہ غرناطہ کے دفاع کے لیے اہم ترین قلعہ تھا۔ وہاں سے دشمن کی افواج کسی وقت بھی غرناطہ پر چڑھائی کرسکتی تھیں۔ غرناطہ کے طول وعرض سے ''میرا الحمہ'' کی صدا بلند ہوئی۔ سب یہ کہتے تھے کہ غرناطہ کی کنجی دشمن کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔

ابوالحسن نے محسوس کیا کہ فرڈی نینڈ اب اس کی توجہ الحمہ کی طرف مبذول کر کے کسی شہر پر حملہ کردے گا اس لیے اس نے الزغل اور بدر بن مغیرہ کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے اپنے محاذ پر رہیں اور خود اپنی نصف فوج الزیغری کو دے کر الحمہ کی طرف روانہ کردیا۔

الزیغری نے الحمہ کو محاصرہ میں لے لیا اور باہر سے رسد و کمک کے تمام راستے بند کرا دیئے۔ فرڈی نینڈ کو الحمہ کے محاصرے کی خبر ملی تو اس نے اپنے لشکر کو تینوں اطراف سے پیش قدمی کا حک دیا۔

سب سے پہلے بدر بن مغیرہ کے ساتھ قرطبہ کی افواج کا تصادم ہوا۔ بدر بن مغیرہ نے انہیں سرحد میں داخل ہونے کا موقع دینے کی بجائے خود سرحد عبور کر کے حملہ کر دیا۔ قرطبہ کے لشکر کے مقابلہ میں اس کی فوج کی تعداد بہت کم تھی لیکن اس کے طریق جنگ کے سامنے قرطبہ کی افواج کی پیش نہ گئی۔ بدر بن مغیرہ کسی میدان میں اپنی فوج کی قوت کی نمائش کرنے کی بجائے چند دن اپنی فوج کے طوفانی دستوں کے عقبی حملوں سے قرطبہ کی فوج کو سخت نقصان پہنچاتا رہا۔ اس کے سواروں کے چند دستے اچانک دشمن کے ہراول کے سامنے نمودار ہوتے اور باقی میمنہ اور میسرہ اور عقب کی صفیں درہم برہم کرنے کے بعد غائب ہو جاتے اور یہ عمل دن میں کئی بار دہرایا جاتا۔

قرطبہ کے سپاہیوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ غرناطہ کی فوج کا سالار سرحدی عقاب ہے اور وہ یہ سمجھ چکے تھے کہ وہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں، دونوں صورتوں میں ان کی تباہی ناگزیر ہے۔

دوسری طرف الزغل کی فوج کے ساتھ اشبیلیہ کے لشکر کی چھیڑ چھاڑ شروع ہو چکی تھی۔

فرڈی نینڈ کو قرطبہ کے سالار کی پریشانی کا علم ہوا تو اس نے لوشہ پر چڑھائی کر دی۔ ابوالحسن اس کا ارادہ بھانپتے ہی لوشہ کے نواح میں جا پہنچا۔ لیکن جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ فرڈی نینڈ کی افواج اس کے اندازے سے بہت زیادہ ہیں۔ ابوالحسن کو غرناطہ سے کسی بھاری کمک کی توقع نہ تھی اس لیے اس نے الزغل کو بلا بھیجا۔ الزغل نے بھی لوشہ کے محاذ کی اہمیت معلوم کی لیکن بھائی کی مدد کو پہنچنے سے پہلے اس نے اشبیلیہ کی فوج پر زوردار حملہ کیا اور اسے کافی نقصان پہنچانے کے بعد لوشہ کا رخ

کیا۔اس کے ساتھ ہی اس نے الزیغری کو یہ حکم بھیج دیا کہ اگر اشبلیہ کی افواج الحمہ کا رخ کریں تو تم محاصرہ اٹھا کر لوشہ پہنچ جاؤ۔

الزیغری ایک مقام سے الحمہ کی فصیل توڑ چکا تھا کہ اشبلیہ کی ٹڈی دل فوج پہنچ گئی ۔اب شہر کو فتح کرنے کی بجائے اس کے سامنے اہم ترین مسئلہ اپنے سپاہیوں کو بچا کر نکالنا تھا۔جن کے گرد چاروں طرف سے اشبلیہ کی فوجوں کا گھیرا تنگ ہو رہا تھا۔الزیغری نے مایوسی کے عالم میں بھی ہتھیار ڈالنے کی بجائے لڑنے کی ترجیح دوں اور فوج کو منظم کر کے ایک طرف دھاوا بول دیا۔سب سے آگے نیزہ بازوں کی قطاریں تھیں اور ان کے پیچھے پیادہ فوج تھی ۔نیزہ بازوں نے گھیرا توڑ کر پیادہ فوج کے لیے راستہ صاف کیا اور الزیغری کے سپاہی کسی نقصان کے بغیر لڑتے بھڑتے ایک ندی کے پل تک پہنچ گئے لیکن دشمن کی فوج کا ایک دستہ اس پل کے دوسرے سرے پر پہلے ہی تاک لگائے بیٹھا تھا۔الزیغری کی فوج پھر ایک بار دشمن کے نرغے میں تھی اور ان پر چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی کہ اچانک ندی کی دوسری طرف سے اللہ اکبر کا نعرہ سنائی دیا اور آن کی آن میں پانچ سو سوار گرد کے بادلوں سے نمودار ہوئے اور انہوں نے پل کے دوسرے سرے پر الزیغری کا راستہ روکنے والے دستے پر حملہ کر کے پل بھر میں ان کا صفایا کر دیا۔

جب الزیغری کے پیادہ اور سوار سپاہی ندی کے دوسرے کنارے ایک محفوظ مقام پر پہنچ گئے تو اسے پتہ چلا کہ اس کے مددگار غرناطہ سے آئے تھے ۔اس نے دستے کے سالار کے ساتھ ملنے کی خواہش ظاہر کی تو ایک نقاب پوش نے گھوڑا آگے بڑھا کر تحکمانہ لہجے میں ''یہ باتوں کا وقت نہیں تم فوراً لوشہ پہنچ جاؤ''۔

الزیغری نے نقاب پوش کی آواز پہچانتے ہوئے چونک کر کہا ۔''میرے

ساتھ اس طرح بات کرنے والا موسیٰ بن ابی غسان کے سوا اور کون ہو سکتا ہے''۔

نقاب پوش نے کہا۔''لیکن میرے یہاں آنے کا کسی کو علم نہیں ہونا چاہیے۔ سلطان بہت ناراض ہو گا۔ ان سے میرا ذکر نہ کرنا۔ میرے لیے غرناطہ چھوڑنا خطرے سے خالی نہ تھا لیکن ابو عبداللہ کو یہی خیال ہے کہ میں فوجی مستقر میں موجود ہوں''۔

یہ کہہ کر موسیٰ نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ الزیغری کے سپاہیوں نے جس طرح ان پانچ سو سواروں کو گرد کے بادلوں سے نمودار ہوتے دیکھا تھا۔ اسی طرح انہیں غائب ہوتے دیکھ رہے تھے۔

(۵)

بدر بن مغیرہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ غرناطہ کی باقی تمام فوج فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے لوشہ کے نواح میں جمع ہو رہی ہے تو اس نے قرطبہ کے لشکر پر آخری ضرب لگانے کا فیصلہ کیا اور اپنے نائب منصور بن احمد کو پیغام بھیجا کہ وہ دو ہزار سواروں کے ہمراہ قرطبہ کے لشکر کے عقب میں پہنچ جائے۔

منصور بن احمد اپنے راستے کے شہروں اور بستیوں کو تاراج کرتا ہوا ایک حیرت انگیز رفتار کے ساتھ قرطبہ کے لشکر کے عقب میں جا نکلا۔ بدر بن مغیرہ نے اس کی اطلاع ملتے ہی اپنی پیادہ فوج کو چند میل ہٹا دیا اور سواروں کو دشمن کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ قرطبہ کے سپہ سالار نے مسلمانوں کی پیادہ فوج کے پیچھے ہٹنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ سرحدی عقاب بھی الزغل اور الزیغری کی لوشہ کی جنگ میں حصہ لینے کے لیے یہ محاذ خالی کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ فرڈی نینڈ کی طرف سے اسے حکم مل چکا تھا کہ وہ لوشہ کی جنگ کا فیصلہ ہونے تک اس محاذ پر دشمن کی فوج کو مصروف

پیکار رکھے۔ ابھی تک وہ منصور بن احمد کی آمد سے بے خبر تھا۔ اس نے قلب لشکر کے سواروں کو پیچھے ہٹنے والی پیادہ فوج کا تعاقب کرنے کا حکم دیا لیکن اتنی دیر میں پیادہ فوج کے تیر انداز ایک خندق کے پیچھے مورچہ بنا کر بیٹھ گئے تھے۔

قرطبہ کے نیزہ بازوں کو خندق کے قریب پہنچ کر تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے سپہ سالار کو پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آیا لیکن اتنے میں منصور بن احمد عقب سے حملہ کر چکا تھا اور قرطبہ کے عقبی دستے پیچھے سے مار کھا کر اپنے قلب لشکر کو آگے دھکیل رہے تھے۔

دائیں اور بائیں سے بدر بن مغیرہ اور عقب سے منصور بن احمد کے سوار قرطبہ کی فوج کو ایک تنگ گھیرے میں لے چکے تھے اور ان کے سامنے وہ خندق تھی جس کے پار تیر اندازوں کے مورچے تھے۔ قرطبہ کی فوج کی حالت اس کشتی سے مختلف نہ تھی جس سمندر کی طوفانی لہریں ساحل کی چٹانوں کے طرف دھکیل رہی ہوں۔

افراتفری کے عالم میں قرطبہ کے سینکڑوں سپاہی اپنی فوج کے بد حواس گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے گئے۔ سینکڑوں سوار گھوڑوں سمیت خندق میں جا گرے۔ سپاہی اپنے افسروں اور افسر اپنے سپاہیوں سے بے خبر تھے۔ قرطبہ کی فوج جو فتح کی امید انتہائی بہادری کے ساتھ لڑ سکتی تھی، مایوسی کے عالم میں ہمت ہار چکی تھی ۔صرف چند ایسے تھے جنہیں بھاگنے کا راستہ ملا۔ دوپہر تک میدان میں قرطبہ کے سپاہیوں کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے، اور بچے کھچے سپاہی ہتھیار پھینک چکے تھے۔

(۶)

لوشہ کے محاذ پر ابوالحسن تیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ فرڈی نینڈ کی پچاس ہزار

فوج کے مقابلہ میں صف آرا ہو چکا تھا۔ دو دن سے فرڈی نینڈ کے نائٹ اور غرناطہ کے جانباز انفرادی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ جنگ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ فرڈی نینڈ کی فوج سے ایک نائٹ جو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق تھا گھوڑا بھاگتا ہوا میدان میں آ کھڑا ہوا۔ اس نے تلوار بلند کی۔ نعیم بن رضوان جو سر پر خود اور جسم پر ہلکی چمکدار زرہ پہنے ہوئے تھا۔ گھوڑا بھگا کر آگے بڑھا۔

دونوں سواروں کی تلواریں ٹکرائیں۔ قسطلہ کا نایٹ اپنے بھاری آہن کے باعث نعیم بن رضوان کی سی پھرتی نہ دکھا سکا لیکن اس کی بھاری زرہ سے نعیم کی تلوار بار بار اچٹ کر رہ گئی۔ اس کے چند وار اپنی ڈھال پر روکنے کے بعد نعیم نے پوری قوت کے ساتھ اس کے کندھے پر تلوار ماری۔ زرہ کی وجہ سے زیادہ زخم نہ آیا لیکن ضرب کی شدت کے ساتھ اس کا جسم ایک طرف جھک گیا۔ نعیم نے اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور پے در پے چند وار کئے۔ اس کا گھوڑا اچھلا اور وہ اسلحلہ کے بوجھ کے باعث سنبھل نہ سکا۔ گھوڑے سے گرنے کے بعد وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ نعیم نے فوراً اپنے گھوڑے سے کود کر اس کا خود اتارا اور تلوار سے سر قلم کر دیا۔ ابوالحسن کی فوج نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ فرڈی نینڈ کا دوسرا سپاہی میدان میں آیا تو الزیغری نے نیزہ سنبھال کر گھوڑے کو ایڑ دی۔ قسطلہ کے نائٹ نے زرہ کے علاوہ اپنے سینے پر آہنی خول بھی پہن رکھا تھا۔ دونوں حریف ایک دوسرے کی طرف نیزے تان کر بڑھے۔ الزیغری نے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اس کے سینے پر نیزہ مارا۔ نیزے کی اَنی آہنی خود سے ٹکرا کو ٹوٹ گئی۔ لیکن عیسائی سوار زبردست دھکا لگنے کے سبب زمین پر آ رہا اور الزیغری نے گھوڑے سے کود اس کا کام تمام کر دیا۔

اپنے دو بہادوں کا یہ انجام دیکھ کر فرڈی نینڈ نے عام حملے کا حکم دیا۔ شام تک

گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔رات کی تاریکی میں دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ میں چلے گئے۔

دوسرے دن بھی اسی طرح لڑائی کی ابتدا ہوئی ۔دونوں طرف سے چند بہادروں نے یکے بعد دیگرے میدان میں آکر اپنے جوہر دکھائے اوراس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی۔شام تک کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔دونوں طرف قتل اور زخمی ہونے والوں کی تعداد پہلے دن سے زیادہ تھی ۔تیسرا دن دونوں فوجوں کے لیے تشویش کادن تھا لیکن ابوالحسن اپنے دشمن کی نسبت کہیں زیادہ پریشان تھا۔غرناطہ سے موسیٰ دوہزارسپاہیوں کی کمک بھیج چکا تھا لیکن گزشتہ دودن میں اس کے پانچ ہزار سپاہی قتل اورزخمی ہو چکے تھے۔ابوالحسن کی فوج کے افسروں کے اندازے کے مطابق عیسائی مقتول اورزخمی سپاہیوں کی تعداد بیس ہزار سے کم نہ تھی ۔لیکن جنگ کے دو دنوں میں اس کے پاس اندلس کے مختلف شہروں سے پندرہ ہزار کے قریب تازہ دم سپاہی پہنچ چکے تھے۔

بدر بن مغیرہ کے متعلق ابوالحسن کو پہلے ہی معلوم تھا کہ وہ اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ قرطبہ کے لشکر ایک بہت بڑا سیلاب روکے ہوئے ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجودابوالحسن کا حوصلہ پست نہ ہوا۔اس کی فوج کا ہر سپاہی فتح وشکست سے بے نیاز ہوکرلڑنے پر تلا ہوا تھا۔انہیں یہ احساس تھا کہ اگر وہ میدان سے منہ موڑ کر بھاگے تو دشمن چند دن تک غرناطہ کی دیواروں تک پہنچ جائے گا۔

تیسرے دن جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو قسطلہ کی فوج سے ایک نائٹ نے جس کے تمام جسم پر لوہے کا غلاف چڑھا ہوا تھا میدان میں آکر مقابلے کی دعوت دی۔اس کے خود کی شکل بیل کے چہرے سے مشابہ تھی ۔اس کے

ہتھیار اس قدر بھاری تھے کہ گھوڑے کی کمر دوہری ہو رہی تھی۔ ایک بربری نوجوان اس کے مقابلے کے لیے نکلا اور اس کے نیزے کی ضرب کھا کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے بعد ایک قوی ہیکل ہسپانوی مسلمان آگے بڑھا لیکن اس کی تلوار اور نیزے کی ضربیں اس آہن میں چھپے ہوئے نائٹ پر بے کار ثابت ہوئیں۔ تھوڑی دیر میں یہ نائٹ اپنے دوسرے مدمقابل کو بھی قتل کر چکا تھا اور فرڈی نینڈ کے سپاہی مسرت کے نعرے لگا رہے تھے۔ آہن پوش نے اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے میدان میں ایک چھوٹا سا چکر لگایا اور غرناطہ کی فوج کی طرف منہ کر کے اپنے نئے مدمقابل کا انتظار کرنے لگا۔

نعیم بن رضوان ابوالحسن سے اجازت لینے کے لیے آگے بڑھا لیکن اتنی دیر میں ایک طرف سے ایک سوار نمودار ہوا۔ اس کا پسینے میں بھیگا ہوا گھوڑا یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کہیں دور سے آرہا ہے۔ اس کا لباس بھی غرناطہ کے سپاہیوں سے مختلف تھا۔ زرہ کی بجائے جسم پر سفید قبا تھی اور خود کی بجائے سر پر عمامہ تھا اور آنکھوں کے سوا اس کا باقی چہرہ سرخ رنگ کے نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے غرناطہ کی فوج کی صفوں سے آگے نکل کر ایک لمحہ کے لیے اپنا گھوڑا روکا اور اپنی چمکتی ہوئی تلوار نیام میں ڈال لی۔ لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ وہ نیزے سے حملہ کرے گا لیکن اس نے نیزہ بھی زمین میں گاڑ دیا۔ دونوں طرف تماشائی اس کی اس حرکت پر حیران تھے۔

نقاب پوش نے اچانک گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ عیسائی آہن پوش نیزہ تان کر اس کی طرف بڑھا لیکن وہ کترا کر آگے نکل گیا۔ اپنے تیز رفتار گھوڑے کو ایک چھوٹا سا چکر دینے کے بعد نقاب پوش دوبارہ اپنے مدمقابل کی طرف متوجہ ہوا اور وہ لوگ جنھوں نے ایک لمحہ پیشتر اسے خالی ہاتھ دیکھا تھا اب اس کے ہاتھ میں ایک کمند دیکھ

رہے تھے۔قبل اس کے آہن پوش گھوڑا موڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا اس نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ کر پھندا اس کے گلے میں ڈال دیا۔

ہسپانیہ کا یہ نائٹ جو طاقت اور بہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، جسے بھاری اسلحہ کے باعث چار آدمیوں نے مشکل سے گھوڑے پر لادا تھا ایک چٹان کی طرح گھوڑے سے گرا، کمند کا دوسرا سرا نقاب پوش کے گھوڑے کی زین کے ساتھ منسلک تھا۔غرناطہ کی فوج آہنی انسان کی بے بسی پر مسرت کے قہقہے لگا رہی تھی۔نقاب پوش نے آن کی آن میں اسے گھسیٹ کر ابوالحسن کے پاؤں میں لا ڈالا اور چہرے سے نقاب اتارتے ہوئے کہا ”میں قرطبہ کے محاذ سے فتح کی خوشخبری لے کر آیا ہوں“۔

ابوالحسن مسرت سے بے خود ہو کر چلا اٹھا۔بدر! جس فتح کا تم پیغام لے کر آئے ہو وہ یقیناً شاندار ہو گی لیکن مجھے فتح سے زیادہ تمہارے آنے کی خوشی ہے۔ میں تائید غیبی کا منتظر تھا۔کتنی فوج بچا کر لائے ہو۔

صرف پانچ سو سپاہیوں کا نقصان ہوا ہے لیکن ساتھ ہی فوج میں دو ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔منصور بھی پہنچ چکا ہے۔

ابوالحسن نے اچانک پریشان سی صورت بناتے ہوئے کہا۔لیکن فوج کو ساتھ کیوں نہیں لائے۔آج کا دن فیصلہ کن ہے۔

بدر نے جواب دیا۔”آپ فکر نہ کریں وہ تھوڑی دیر تک پہنچ جائیں گے“۔

الزغل نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے ”مسلمانو! آج کا دن تمہارے لیے مبارک ہے۔قرطبہ کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ چکی ہے اور تمہارا سرحدی عقاب تمہاری مدد کے لیے پہنچ گیا ہے“۔

سپاہیوں نے سنتے ہی مسرت کے نعرے بلند کیے۔بدر نے الزغل سے مخاطب

ہو کر کہا۔ معاف کیجئے...... آپ نے انہیں پوری خبر نہیں سنائی۔ ہم نے قرطبہ کی فوج کو بھاگنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ تقریباً تمام کی تمام میدان میں پڑی ہے۔ صرف پانچ یا چھ سو سپاہی بچ نکلے ہوں گے۔

نعیم بن رضوان نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگا کر اپنے گھوڑے کی باگیں درست کیں اور کہا ''اس فتح کی خوشی میں آج قسطلہ کے پندرہ سواروں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا عہد کرتا ہوں لیکن شگون کے لیے آپ کا نیزہ استعمال کروں گا۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا نیزہ اس کے سپرد کیا اور آگے بڑھ کر بدر بن مغیرہ کا نیزہ جو ابھی تک زمین میں نصب تھا اکھاڑ لیا۔

فرڈی نینڈ کے چار نائٹ یکے بعد دیگرے اس کے مقابلے میں اور نعیم نے چاروں کو موت کے گھات اتادیا۔ آخری نائٹ کے قتل پر فرڈی نینڈ نے فوج کو حملے کا حکم دے دیا۔

(۷)

دوپہر کے وقت جب لڑائی زوروں پر تھی منصور بن احمد، بدر کی فوج لے کر پہنچ گیا۔ تیسرے پہر فرڈی نینڈ کی فوج میں شکست کے آثار نمودار ہونے لگے۔

نعیم چودہ آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا اور پندرہ آدمیوں کو قتل کرنے کا عہد پورا کرنا چاہتا تھا کہ ایک شخص کا نیزہ اس کے سینے میں لگا۔ وہ گرنے ہی والا تھا کہ بدر بن مغیرہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے آگے بٹھا لیا۔ بدر بن مغیرہ اسے زخمیوں کے خیمے میں پہنچانے کے لیے میدان سے باہر نکلنا چاہتا تھا لیکن نعیم نے کہا: ''بدر! میں جانتا ہوں کہ میرا وقت آگیا ہے لیکن میں نے اپنا عہد پورا نہیں کیا۔ میں نے دشمن کے چودہ سپاہی قتل کیے ہیں۔ ابھی ایک باقی ہے۔ میرے زخم کو

ہاتھ سے دبا کر خون بند رکھو۔اپنا نیزہ مجھے دو اور مجھے دشمن کے قریب لے چلو ۔ مجھے اپنا عہد پورا کر لینے دو ۔پھر مجھے جہاں جی چاہے لے جانا ۔بدر! یہ ایک درخواست ہے''۔

بدر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔اس نے اپنا نیزہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور اس کے بہتے ہوئے زخم پر ہاتھ رکھ کر گھوڑے کا رخ دشمن کی ایک صف کی موڑ دیا۔لیکن جب وہ دشمن کے ایک سوار کے قریب پہنچ چکے تھے ۔بدر نے محسوس کیا کہ نیزے پر نعیم کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہو رہی ہے ۔اس نے نیزے کو سیدھا رکھنے کے لیے نعیم کا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے لیا اور بولا ''ہوشیار! یہ تمہارا پندرھواں شکار ہے''۔

نعیم نے نیم بے ہوشی کی حالت میں کہا ''بدر! مجھے اپنے ساتھ چمٹائے رکھو کاش میں اپنا عہد پورا کر سکتا''۔

''تم اپنا وعدہ پورا کر چکے ہو''۔ یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے نیزہ ایک مقابلے پر آنے والے سوار کے سینے میں اتار دیا۔عیسائی سوار گھوڑے سے گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی نعیم نے بے ہوشی کی حالت میں سر جھکا دیا ۔بدر گھوڑا بھگاتا ہوا زخمیوں کے خیموں کی قریب پہنچا۔چند نوجوان نعیم بن رضوان کو گھوڑے سے اتار کر اندر لے گئے۔

بدر بن مغیرہ گھوڑے سے کود کر خیمے میں داخل ہوا ۔بشیر بن حسن زخمیوں کی مرہم پٹی میں مصروف تھا وہ فوراً نعیم کی طرف متوجہ ہوا۔

بدر نے کہا۔''بشیر اسے بچانے کی کوشش کرو''۔

بشیر بن حسن نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھنے کے بعد جلدی سے اس کی زرہ کھول

کر زخم کا معائنہ کیا اور دوبارہ اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے بدر کی طرف دیکھ کر سر ہلا دیا۔

بدر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''تم کچھ نہیں کر سکتے''۔

بشیر نے جواب دیا ''اس زخم کے بعد اس کا چند لمحے زندہ رہنا بھی ایک معجزہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ارادے کی تکمیل کی خواہش موت کا ہاتھ روک رہی ہے۔ یہ ہوش میں آ رہا ہے''۔

''اگر ہوش میں آئے تو اسے بتا دیں کہ وہ اپنا عہد پورا کر چکا ہے۔'' یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ بھاگتا ہوا خیمے سے باہر نکلا اور چھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد فرڈی نینڈ کی فوج میں شکست کے آثار دیکھ کر بدر بن مغیرہ نے بہترین تربیت یافتہ سواروں کو منظم کرنے کا حکم دیا کہ وہ تعاقب کے لیے تیار رہیں۔

شام سے تھوڑی دیر قبل فرڈی نینڈ کی فوج میدان میں لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ نکلی۔

جب سپاہی ابوالحسن کے گرد جمع ہو کر فتح کے نعرے لگا رہے تھے وہ گھوڑے سے اتر کر سربسجود ہو گیا۔ جب وہ اٹھا تو اس کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو بہہ رہے تھے۔

ابوالحسن ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد کہا ''ہمارا سرحدی عقاب کہاں ہے؟''

الزغل نے جواب دیا۔ ''وہ اپنے جانبازوں کے ساتھ جا چکا ہے''

''کہاں؟''

''بھاگنے والوں کے تعاقب میں۔''

''ہم نے منع کیا تھا، سپاہی بہت تھکے ہوئے تھے''۔

''لیکن وہ مجھے آپ کی خدمت میں معذرت پیش کرنے کے لیے کہہ گیا ہے۔ وہ ادھوری فتح کا قائل نہیں ۔تاہم آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس نے غرناطہ کا کوئی سپاہی اپنے ساتھ نہیں لیا''۔

ابوالحسن نے کہا''تم نے ہمیں غلط سمجھا۔خدا کی قسم اگر وہ میری تمام فوج اپنے ساتھ لے جاتا تو بھی مجھے اس قدر پریشانی نہ ہوتی ۔ میں اس کے ایک آدمی کا نقصان بھی ناقابل تلافی سمجھتا ہوں''۔

الزغل نے کہا'' آپ پریشان نہ ہوں وہ اپنا کام جانتا ہے وہ مقابلہ کرنے والوں پر شیر کی حملہ کرتا ہے اور بھاگنے والوں پر عقاب کی جھپٹتا ہوں''۔

ابوالحسن نے کہا'' ہم قرطبہ کے محاذ پر اس کی فتح کے تمام حالات سننا چاہتے ہیں ۔عباس! تم اس کے ساتھ تھے کہیں اس نے فوج کی ہمت بڑھانے کے لیے مبالغہ سے کام تو نہیں لیا؟''

عباس غرناطہ کی فوج کا ایک سالار تھا۔اس نے کہا'' یہ واقعات ایسے ہیں جب کا صرف دیکھنے والے کی آنکھ یقین ہوسکتا ہے سننے والوں کے کان شاید یقین نہ کریں ۔اس کے بعد عباس نے جنگ کی تمام تفصیلات سنائیں ۔ جب اس نے منصور بن احمد کے کارناموں کا ذکر کیا تو ابوالحسن نے کہا۔''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ بدر بن مغیرہ کے ترکش میں اس قسم کے تیر ہیں تو میں آج سے چند برس پہلے اعلان جنگ کر چکا ہوتا''۔

رات بھر آرام کرنے کے بعد تھکے ہوئے سپاہی علی الصباح موذن کی اذان سن کر بیدار ہوئے ۔ابوالحسن کئی دنوں کے بعد جی بھر کر سویا تھا۔جب وہ نماز کے

لیے خیمے سے باہر نکلا تو پہریداروں سے اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ ”بدر بن مغیرہ نہیں آیا“۔

پہریداروں نے نفی میں جواب دیا۔

نماز کے بعد ابوالحسن کی تحریک پر بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کی سلامتی کے لے دعا کی گئی۔ دوپہر تک ابوالحسن کی پریشانی تشویش میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس نے سواروں کے ایک دستے کو بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کا پتہ لگانے کے لیے روانہ کیا اور خود اپنے جرنیلوں کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھ کر اس کی راہ دیکھنے لگا۔

اچانک ایک افسر نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”وہ دیکھئے“۔

ابوالحسن کا دل مسرت سے اچھلنے لگا۔ حد نظر پر گرد کے بادل اٹھ رہے تھے۔

ابوالحسن نے چند سواروں کو اس طرف جانے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے واپس آ کر سرحدی عقاب کی واپسی کی خبر دی۔

الزغل نے کہا۔ ”ایک خوشخبری مجھ سے بھی سن لیجئے“۔

ابوالحسن نے کہا ”وہ کیا؟“

الزغل نے جواب دیا۔ ”سرحدی عقاب رسد کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اپنے ساتھ لا رہا ہے“۔

ابوالحسن کے استفسار پر سواروں نے اس بات کی تصدیق کی کہ بدر بن مغیرہ کے ساتھی مویشیوں کا ایک بہت بڑا ریوڑ ہانک کر لا رہے ہیں۔ بھیڑوں بکریوں کے علاوہ سینکڑوں گھوڑے اور خچر اناج سے لدے ہوئے ہیں۔



باپ اور بیٹا

(۱)

جب لوشہ کی جنگ میں نعیم بن رضوان جیسے مجاہد اپنے خون کی روشنائی سے اسلامیان اندلس کی قسمت کا فیصلہ لکھ رہے تھے غرناطہ کے شاہی ایوان میں ایک اور فیصلہ لکھا جا رہا تھا۔

الحمہ پر عیسائیوں کے قبضے کی خبر سن کر ابو داؤد فوراً اپنے شاگرد کے پاس پہنچا اور اسے مغموم دیکھ کر بولا۔ ''شہزادے! میں کہتا نہ تھا کہ قدرت نے سلطنت غرناطہ کی تعمیر نو کے لیے ابوالحسن کو نہیں بلکہ تمہیں منتخب کیا ہے۔ اندلس کے مسلمانوں کی قسمت کا ستارہ اس وقت چمکے گا جب تمہارے سر پر غرناطہ کا تاج رکھا جائے گا۔ شہزادے تمہارا وقت آ رہا ہے۔''

''میرا وقت خدا جانے کب آئے گا۔ الحمہ ہمارے ہاتھ سے جا چکا ہے۔ اب وہ کسی وقت بھی غرناطہ پر چڑھائی کر سکتے ہیں''۔

''لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ الحمہ کے چھن جانے کے بعد عوام اور بعض سردار بھی یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اس نازک دور میں غرناطہ کی امارت بدلنا ضروری ہے۔ میں چند بربری اور ہسپانوی سرداروں سے مل چکا ہوں۔ انہوں نے اپنی کوئی زیادہ قیمت مقرر نہیں کی ہے''

''لیکن موسیٰ کی موجودگی میں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوگی''۔

''وقت آنے پر ہم اس کے ساتھ بھی نپٹ لیں۔ وہ سردار جن کو ابوالحسن نے بغاوت پھیلانے کے جرم میں گرفتار کر رکھا ہے اگر رہا کر دیئے جائیں تو آپ کے بہت بڑے مددگار ثابت ہوں گے''۔

"لیکن موسیٰ کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں"۔

"میرے خیال میں وہ آپ کا دوست ہے"۔

"لیکن اس معاملہ میں وہ میرا بدترین دشمن ہوگا"۔

"وقت آنے پر دیکھا جائے"۔

"وقت کب آئے گا؟"

"ابوالحسن کی شکست کے بعد غرناطہ کے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے"۔

"لیکن اگر اسے فتح ہوئی تو؟"

"مجھے اس کی امید نہیں۔ فتوحات صرف تمہارے مقدر میں ہیں لیکن اگر اسے ایک آدھ کامیابی نصیب بھی ہوگئی تو ایک بڑی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ وہ تمہارے سوتیلے بھائی کو تخت پر بٹھانے کی کوشش کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسے عوام کا منظورِ نظر بنانے کے لیے جنگ میں ساتھ لے گیا ہے"۔

"اگر یہ ہوا تو میں اس قابل نہیں کہ اپنے باپ کے ساتھ لڑ سکوں"۔

"آپ مطمئن رہیں لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی"۔

چند دن بعد جب ابوعبداللہ نے قرطبہ کے لشکر کی تباہی کی خبر سنی تو اس نے اپنے استاد سے کہا۔ "ایلچی یہ خبر لایا ہے کہ سرحدی عقاب قرطبہ کے محاذ سے فارغ ہوتے ہی لوشہ کی طرف روانہ ہوگیا ہے"۔

ابوداؤد نے کہا۔ "شہزادے! اب وہ وقت آگیا ہے جس سے میں ڈرتا تھا۔ ممکن ہے کہ لوشہ کے میدان میں ابوالحسن کو فتح ہو۔ یہ فتح تمہارے مستقبل کے لیے بہت خطرناک ثابت وہ گی۔ جب سلطان شہر میں داخل ہوگا تو غرناطہ کے عوام اس کے ہر صحیح یا غلط فیصلے کی تائید کریں گے۔ ان کی نگاہ میں تمہارے سوتیلے بھائی کا درجہ

تمہاری نسبت کہیں بلند ہو گا بلکہ ان کے نزدیک اس مہم کا ایک معمولی سپاہی بھی تمہاری نسبت زیادہ قابل احترام ہو گا"۔

ابو عبداللہ نے مایوس ہو کر کہا۔"مجھے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ جب میں آپ کی باتیں سنتا ہوں تو مجھے پریشانی ہوتی ہے۔میرا دماغ مجھے ایک ایسے سمندر میں کودنے پر آمادہ کرتا ہے جس کی گہرائی سے میرا دل کانپتا ہے لیکن جب میں اپنی والدہ کے پاس جاتا ہوں تو ان کی باتیں مجھے کسی اور ہی دنیا میں لے جاتی ہیں۔وہ آج بھی یہی کہتی تھی کہ میرے والد بارہا اس بات کا حلف اٹھا چکے ہیں کہ وہ مجھے اپنا جانشین بنانے کے متعلق اپنا وعدہ پورا کریں گے"۔

ابو داؤد نے کہا"اب شاید وقت آ گیا ہے کہ میں آپ کو غلط فہمی میں مبتلا نہ رہنے دوں۔میری بات غور سے سنیے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے مان لیتا ہوں کہ آج آپ کے والد کا ارادہ آپ کے متعلق برا نہیں لیکن اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کو پہنچ چکی ہے۔فرض کیجئے آپ کے والد بیس سال اور زندہ رہتے ہیں اس وقت تک آپ کی عمر ساٹھ سال ہو جائے گی اور یہ عمر کا وہ حصہ ہے جب زندگی کی امنگیں سرد پڑ جاتی ہیں۔جب انسان آئینے میں اپنی صورت دیکھنے سے گھبراتا ہے، جب انسان کی سب سے بڑی ضرورت ایک بستر ہوتی ہے۔خواہ وہ ایک محل میں ہو یا ایک جھونپڑی میں۔اس وقت آپ کی عقل یقیناً پختہ ہو گی۔لیکن وہ گرم خون جو انسان کو تسخیر عناصر پر آمادہ کرتا ہے منجمد ہو چکا ہو گا......اور پھر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ بیس سال کے واقعات سلطان کو آپ کے متعلق کوئی اور فیصلہ کرنے پر آمادہ نہیں کر دیں گے۔شہزادے! عزت،شہرت اور ناموری کا دروازہ ایسا نہیں کہ کوئی خواہش کرے اور یہ کھل جائے۔اسے کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور بعض اوقات توڑنا پڑتا ہے

۔ بڑے انسانوں کی زندگی میں ایک فیصلہ کن مرحلہ آتا ہے ۔ جو سوچ میں وقت گنواتے ہیں وہ پیچھے رہ جاتے ہیں ۔وقت کی ریت میں ان کے پاؤں کے نشان گم ہو جاتے ہیں اور جو جرأت سے کام لیتے ہیں ۔وہ اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں ۔ اگر چہ آپ نے مجھے اپنے دل کا حال نہیں بتایا لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ غرناطہ کے تخت پر بیٹھنے کے لیے بے قرار ہیں ۔آپ کو اب تک اگر اپنی زندگی کی عزیز ترین خواہش کی تکمیل کی جرأت نہیں ہوئی تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کے دل میں آپ کے والد کا احترام ہے، نہیں، برا نہ مانئے گا آپ کے دل پر ایک خوف سوار ہے ۔اس بات کا خوف کہ دنیا آپ کو کیا کہے گی، عوام آپ کے متعلق کیا فتویٰ دیں گے ۔لیکن یاد رکھئے یہ دنیا ایک کامیاب ڈاکو کو فاتح کہتی ہے اور ناکام مصلح کو باغی بنا دیتی ہے ۔ اگر ابو عبداللہ غرناطہ کے تخت پر قابض ہو کر سارے اندلس پر اپنی عظمت کے جھنڈے لہراتا ہے تو دنیا اس کے متعلق یہ کہے گی کہ وہ ایک بدنصیب باپ کا خوش نصیب بیٹا تھا ۔اس کو حق تھا کہ وہ اپنے باپ کا تخت و تاج چھین لیتا اور اگر ابو عبداللہ ساٹھ ستر سال کی زندگی میں تخت نشیں ہونے کا انتظار کرتے کرتے چل بستا ہے تو تاریخ کے صفحات میں شاید اس کا نام بھی نہ لکھا جائے گا ۔میں نے آپ کو ایک معمولی انسان سمجھ کر آپ کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ نہیں کی لیکن اگر آپ تذبذب میں اپنی تمام زندگی گنوانا چاہتے ہیں تو آج سے ہمارے راستے مختلف ہیں''۔

ابو عبداللہ نے کہا۔''خدا کے لیے یہ نہ کہیے''۔

''تو آج آپ کو فیصلہ کرنا ہے ۔یہ موقع شاید پھر نہ آئے''۔

'' میں تیار ہوں لیکن کیا میں اس وقت اس قابل ہوں کہ باپ کے خلاف بغاوت کر سکوں''۔

آپ بیس سال کی عمر میں اس قابل تھے لیکن آپ نے اپنی زندگی کے کئی برس ضائع کر دیئے۔ پولیس ہمارے ہاتھ میں ہے۔ محل کے داروغہ کو آپ خرید چکے ہیں۔ بربری اور ہسپانوی امراء میں سے اکثر آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ خزانہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

''اور موسیٰ......؟''

''اسے قید کرنا مشکل نہیں''۔

''لیکن شہر کے عوام؟''

''ان میں پھوٹ ڈالی جا سکتی ہے۔ عربی، ہسپانوی اور بربری کے اختلاف کی آگ دب گئی ہے بجھی نہیں۔ مجھے عربوں کے تعاون کی توقع نہیں۔ ان میں سے صرف چند آدمی خریدے جا سکتے ہیں لیکن آپ عربی عہدہ داروں کو معزول کر کے ان کی جگہ ہسپانوی اور بربریوں کو مقرر کر دیں تو اس سے دو فائدے ہوں گے۔ ایک یہ کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے، دوسرا یہ کہ بربری اور ہسپانوی مسلمانوں اور عربی مسلمانوں میں نزاع شروع ہو جائے گی۔ اول الذکر اپنے سرداروں کی طرح آپ کا ساتھ دیں گے۔ انہیں زیادہ خوش کرنے کے لیے آپ ان کے قیدیوں کو رہا کر دیں۔ آپ کے پاس فیصلے کے لیے صرف دو دن ہیں۔ اس کے بعد شاید موقع ہاتھ نہ آئے۔ موسیٰ کو گرفتار کرنے کا طریقہ میں نے سوچ لیا ہے۔''

(۲)

رات کے وقت قصر الحمراء کا ایک کشادہ کمرہ چاندی اور سونے کی قندیلوں سے روشن تھا۔ غرناطہ کے بربری اور ہسپانوی مسلمان امراء کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ابو عبداللہ کے ساتھ باتیں کر رہے تھے، موسیٰ داخل ہوا اور مجلس پر ایک لمحہ کے لیے سناٹا

چھا گیا۔

موسیٰ نے اہل مجلس پر ایک سرسری نگاہ دوڑائی اور ابو عبداللہ کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ''میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں''۔

ابو عبداللہ اس کے تیور دیکھ کر سہم گیا لیکن ایک ثانیہ کے بعد سنبھل کر بولا۔ ''تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو یہیں کہہ سکتے ہو۔ یہ سب خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ہیں''۔

موسیٰ نے کہا ''بعض باتیں ہر ایک کے سامنے نہیں کہی جا سکتیں''۔

''لیکن اس وقت ہم یہ مجلس برخاست کرنے کے لیے تیار نہیں۔ تم اگر کوئی کام کی بات کہنا چاہتے ہو تو یہیں کہو''۔

موسیٰ مجلس کا جائزہ لے چکا تھا۔ ان میں سے اکثر وہ تھے جنہیں پہلی بار قصر الحمراء میں داخل ہونا نصیب ہوا تھا۔ آج تک سلطنت کے کسی امیر نے یہ جرأت نہ کی تھی کہ وہ موسیٰ کو دیکھ کر اپنی کرسی پر بیٹھا رہے۔ ابو عبداللہ کے الفاظ سن کر وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے کان اسے دھوکا دے رہے ہیں۔ اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تاہم اس نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ''شہزادے! میں نے سنا ہے کہ آپ نے باغیوں کو رہا کر دیا ہے''۔

''تم درست سنا ہے''۔

''اور آپ نے سلطنت کے چند وفاداروں کو معزول کر دیا ہے''۔

''مجھے ان کی وفاداری پر شک تھا''۔

''اور آپ نے غرناطہ کے بدترین غداروں کو اہم ترین عہدوں پر فائز کر دیا ہے''۔

ابو عبداللہ نے گرج کر کہا۔ ''موسیٰ ہمارے ساتھ گستاخی کے ساتھ پیش آنا

تمہارے فرائض میں داخل نہیں‘‘۔

’’فرض کا احساس کبھی کبھی انسان کو بہت بے باک بنا دیتا ہے‘‘۔

’’ہم اس بے باکی کو پسند نہیں کرتے، تمہیں چور دروازے سے قصر میں داخل ہونے کی جرأت کیونکر ہوئی؟‘‘

’’جب اس قسم کے شیاطین کے لیے دارالحمراء کے دروازے کھل جائیں تو میرے لیے چور دروازے سے آپ تک پہنچنے کے سوا کیا چارہ تھا‘‘۔

امراء یہ سن کر ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے اور ایک بربری سردار اٹھ کر بولا: ’’کیا ابو عبداللہ کے جانثاروں کی عزت اس کے دربار میں بھی محفوظ نہیں‘‘

۔

موسیٰ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ’’وہ کون ہے جو میرے مقابلہ میں ابو عبداللہ کا جانثار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے‘‘۔

ایک اور سردار نے اٹھ کر کہا ’’ولی عہد اگر حکم دیں تو گستاخ کا منہ بند کرنے کے لیے ہماری تلواریں حاضر ہیں‘‘۔

موسیٰ نے غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا ’’تمہاری یہ جرأت؟ کیا تم وہی غدار نہیں جس نے بربری مسلمانوں کو عربوں کے خلاف اکسایا تھا؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم قید خانے سے قصر الحمراء تک پہنچ کر اپنے گذشتہ جرائم کی تلافی کر چکے ہو...... اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ الحمراء میں چند غداروں کا اجتماع دیکھ کر موسیٰ کی تلوار کا لوہا نرم ہو جائے گا۔ میں ابو عبداللہ کے پاس آیا ہوں اور اگر تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی تلوار مجھے ابو عبداللہ کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار سے روک سکتی ہے تو میں اسے سامنے آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے جو

اس جگہ اپنی گردن سے سر کا بوجھ اتارنے کی خواہش لے کر آیا ہے۔ اور شہزادے! تم کو ان بزدلوں سے جاں نثاری کی توقع ہے جو میری بوٹیاں نوچنے کے لیے تیار ہیں ۔لیکن اپنے ہاتھ تلوار کے قبضہ تک لے جانے کی جرأت نہیں رکھتے ۔تم غرناطہ کے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھتے ہو؟''

ابو عبداللہ کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھ کر بولا۔ ''موسیٰ مجھے قتل کرنے کا ارادہ لے کر آئے ہو؟''

''میں اور آپ کو قتل کرنے کا ارادہ؟ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ کہہ کر موسیٰ نے اپنی تلوار کھول کر ابو عبداللہ کو پیش کر دی''۔

ابو عبداللہ نے تلوار لے ایک طرف پھینکتے ہوئے تالی بجائی۔ آٹھ مسلح بربری اور حبشی کمرے میں داخل ہوئے اور عبداللہ کے اشارے کا انتظار کرنے لگے۔ ابو عبداللہ نے کہا۔ ''مجھے یقین تھا کہ الحمراء کے دروازوں پر سخت سے سخت پہرا بھی تمہیں یہاں پہنچنے سے نہیں روک سکے گا لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم جس راستے سے آئے ہو اس راستے سے واپس نہیں جا سکو گے''۔

موسیٰ حیرت زدہ ہو کر ابو عبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا، اس ابو عبداللہ کی طرف جس کے ساتھ اس نے اپنا بچپن گزارا تھا جسے اس نے گھوڑے پر چڑھنا اور تلوار اور نیزے کے ساتھ کھیلنا سکھایا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ صبح ابو عبداللہ نے اسے خود بلا کر یہ حکم دیا تھا کہ تم آس پاس کی بستیوں اور شہروں میں جا کر رضا کار بھرتی کرو۔ شام کے وقت جب وہ واپس آیا تو پتہ چلا کہ ابو عبداللہ نے چند باغیوں کو رہا کر دیا ہے اور چند وفادار عہدہ داروں کو معزول کر دیا ہے۔ وہ اس خبر سے پریشان ہوا، تاہم اسے یہ یقین تھا کہ وہ چند باتیں کرنے کے بعد اسے اپنی غلطی کی

تلافی پر آمادہ کرلے گا۔ وہ کھانا کھائے بغیر گھر سے نکلا۔ الحمراء کے دروازے اس کے لیے بند تھے اور ان پر نئے پہریدار متعین تھے۔ وہ ایک خفیہ راستے سے محل میں داخل ہوا۔ ابو عبداللہ کے ساتھ وہ اس سے قبل کئی موقعوں پر زیادہ سخت کلامی سے پیش آچکا تھا لیکن آج اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی یہ محسوس کیا کہ اس کا بچپن کا دوست بدلا ہوا ہے جب اس نے اپنی تلوار اتار کر اسے پیش کی تھی تو اسے یقین تھا کہ ابو عبداللہ نادم ہو کر اسے بازو سے پکڑ کر دوسرے کمرے میں لے جائے اور کہے گا" تم اتنی سی بات پر بگڑ گئے"۔

لیکن جب اس نے تلوار لے کر پھینک دی تو موسیٰ کے دل پر ایک چرکا لگا۔ وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کے کانوں یہ میں الفاظ گونج رہے تھے" میں یقین دلاتا ہوں کہ تم جس راستے آئے ہو اس راستے واپس نہیں جاسکو گے"۔ اس نے مسلح سپاہیوں کی طرف دیکھا تو اسے یہ خیال آیا کہ یہ سب عبداللہ کی دل لگی ہے۔ یہ صرف مذاق ہے۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا" ابو عبداللہ! میں تمہارا مجرم ہوں۔ میں لوشہ کی جنگ کے لیے رضا کار بھرتی کرنے کا مجرم ہوں، میں الحمراء میں خفیہ راستے سے داخل ہونے کا مجرم ہوں اور میں ان غداروں کو غدار کہنے کا مجرم ہوں۔ میرا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ میری سزا تجویز کرو"۔

موسیٰ نہ یہ کہہ کر اپنا سر جھکا دیا۔ ابو عبداللہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ اپنا ہاتھ اٹھا کر اس کے کندھے پر رکھنا چاہتا تھا لیکن ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یہ ابو داؤد تھا۔

ابو عبداللہ نے اپنے اتالیق کی طرف دیکھا اور اس نے سر ہلا دیا۔

ابوعبداللہ نے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور مغموم لہجے میں کہا ''اسے لے جاؤ''

۔

موسیٰ نے گردن اوپر اٹھائی۔ وہ سپاہیوں کی ننگی تلواروں کے درمیان کھڑا تھا اور وہ سردار جنہیں اب تک ابوعبداللہ کی مستقل مزاجی پر شبہ تھا اپنی تلواریں نکال چکے تھے۔

موسیٰ جس کی گرجتی ہوئی آواز ہسپانیہ کی دیواروں پر لرزہ طاری کر دیا کرتی تھی سکتے کے عالم میں ابوعبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ غرناطہ کے مجاہد کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔

ابوعبداللہ اس منظر کی تاب نہ لا سکا، اس نے منہ پھیر لیا اور بلند آواز میں چلایا ''اسے لے جاؤ'' لیکن اس کی آواز میں غصے کی بجائے کرب تھا۔

موسیٰ کوئی بات کہے بغیر سپاہیوں کے آگے آگے چل دیا اور ابوعبداللہ اپنے رومال سے آنکھیں پونچھتا ہوا دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ ابوداؤد نے سرداروں سے کہا۔ ''آپ یہیں رہیں میں ابھی آتا ہوں''۔

دوسرے کمرے میں جا کر ابوداؤد نے اپنے شاگرد سے کہا ''شہزادے! بڑے آدمیوں کا دل بڑا ہونا چاہیے''۔

عبداللہ نے درد بھری آواز میں کہا ''لیکن میرا دوست تھا میرا بچپن کا دوست''

۔

ابوداؤد نے کہا ''وہ تمہاری راہ کا ایک خوبصورت کانٹا تھا جسے تم پیار کرتے تھے لیکن اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے تمہیں اس قسم کے کئی کانٹے ہٹانے پڑیں گے۔ موسیٰ اگر چاہے تو اب بھی تمہارے تاج کا ہیرا بن سکتا ہے لیکن اس سے یہ توقع اسی صورت

میں ہوسکتی ہے۔ جب سلطنت غرناطہ کا دوسرا دعویدار نہ ہو۔ جب اسے یقین ہو جائے گا کہ تم ابوالحسن کی جگہ لے چکے ہوتو اسے قید سے نکل کر تمہاری خدمت کرنے پر اعتراض نہ ہوگا۔اب اٹھو یہ وقت سوچنے کا نہیں، کام کرنے کا ہے۔"

(۳)

لوشہ کی فتح کے بعد جب اگلے دن بدر بن مغیرہ فرڈی نینڈ کے لشکر کا تعاقب کرنے کے بعد واپس آیا تو ابوالحسن نے فوج کے سرداروں کی مجلس شورائی بلائی۔ بعض سرداروں کی یہ رائے تھی کہ غرناطہ پہنچ کر زیادہ مکمل تیاری کے بعد فرڈی نینڈ کی مملکت پر چڑھائی کی جائے لیکن بدر بن مغیرہ نے اس رائے پر زور دیا کہ فرڈی نینڈ کو دم لینے کی مہلت نہ دی جائے۔

اس نے کہا۔"اس فتح کے بعد اگر ہم فوراً چڑھائی کر دیں تو دشمن کسی میدان میں بھی جم کر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔اس میں شک نہیں کہ ہم غرناطہ پہنچ کر چند ہزار مزید سپاہی بھرتی کر سکیں گے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ دشمن کے ذرائع ہمارے مقابلے میں بہت وسیع ہیں۔وہ اس وقفہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے گا۔نہ صرف اندلس کے عیسائی بلکہ فرانس اور اطالیہ کے پرستاران صلیب اس کی مدد کے لیے دوڑیں گے اور سب سے زیادہ تشویش اس بات کی ہے کہ فرڈی نینڈ اس شکست کا بدلہ اپنی مسلمان رعایا سے لے گا جو اس وقت بھی تعداد میں غرناطہ کی آبادی سے کم نہیں۔اس کے برعکس اگر ہم فوراً پیش قدمی کر دیں تو اندلس کی ہر بستی کے مسلمان ہمارا ساتھ دیں گے اور وہ تعداد میں ان سپاہیوں سے کہیں زیادہ ہوں گے جنہیں ہم غرناطہ جا کر بھرتی کر سکتے ہیں۔ہمارے لیے سب سے بڑا مسئلہ رسد کی فراہمی ہے۔اس کا ذمہ میں لیتا ہوں۔"

الزغل نے بدر بن مغیرہ کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا "اس فتح کے بعد قسطلہ کی دیواروں تک پہنچتے ہوئے بھی ہمیں کسی زبردست مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ہمیں گرتے ہوئے دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ جہاں تک غرناطہ سے مزید سپاہی حاصل کرنے کا تعلق ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کام کے لیے موسیٰ سے زیادہ موزوں اور کوئی نہیں ہو سکتا"۔

ایک بوڑھے سردار نے کہا۔ "میں بھی اس بات کا حامی ہوں کہ ہمیں پیچھے لوٹنے کی بجائے آگے بڑھنا چاہیے۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ سلطان کو یہ مہم الزغل کے سپرد کر کے غرناطہ لوٹ جانا چاہیے۔ گذشتہ صدیوں میں ایسے مراحل پر ہمیں گھر کی پھوٹ بہت نقصان پہنچا چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ موسیٰ ایک سمجھدار نوجوان ہے لیکن غرناطہ کے متعلق ہمیں جو اطمینان سلطان کی موجودگی میں ہو سکتا ہے وہ کسی اور کی موجودگی میں نہیں ہو سکتا۔ شر پسند عناصر سلطان کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے لیکن سلطان کی موجودگی میں کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو گی"۔

ابوالحسن نے جواب دیا۔ "غرناطہ کے متعلق مجھے اطمینان ہے۔ تاہم میں آپ کا مشورہ رد نہیں کرتا۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایک اور شاندار فتح کے بعد واپس جاؤں گا۔"

مغرب کی نماز کے لیے اٹھنے سے قبل مجلس شوریٰ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ کل صبح کوچ کیا جائے۔ اگلی صبح نماز کے بعد ابوالحسن نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"مجاہدو! لوشہ کی شاندار فتح کو میں قدرت

کا ایک بہت بڑا انعام سمجھتا ہوں۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اگر غرناطہ کے مسلمان ایک ہو جائیں تو وہ آج بھی کفر کی ہر طاقت کو پاش پاش کر سکتے ہیں اور اگر وہ جہاد کا جذبہ لے کر اٹھیں تو ان کا لوہا آج بھی ہر لوہے کو کاٹ سکتا ہے۔ اس فتح نے ہمارے لیے کامیابیوں کی شاہراہ کھول دی ہے اور اگر ہم نے ہمت نہ ہاری تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب قرطبہ اور اشبیلیہ کے ایوانوں پر ایک بار پھر ہمارا پرچم لہرائے گا۔

''تمہیں یاد ہوگا کہ اس ملک میں اسلام کا پہلا مجاہد طارق بن زیاد ایک مٹھی بھر جماعت لے کر آیا تھا۔ سپہ سالار کی طرف سے اسے یہ ہدایت تھی کہ وہ صرف اس ملک کے حالات دیکھ کر واپس آ جائے لیکن ہسپانیہ کے ساحل پر قدم رکھتے ہی اس مجاہد نے اپنا ارادہ بدل دیا اور اپنے سپہ سالار کو یہ پیغام بھیجا کہ میں اندلس کے ساحل پر اسلام کا پرچم لہرا چکا ہوں اور جب تک یہ جھنڈا اندلس کی آخری حدود تک نہیں پہنچ جاتا میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھوں گا۔ تم نے مجھے راڈرک کی طاقت کا اندازہ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اندلس میں میری رفتار سے تم اس کی

صحیح طاقت کا اندازہ لگا سکو گے ۔اپنے جانبازوں
سے طارق نے یہ کہا تھا کہ ہم راڈرک کی زمین پر
اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑنے نہیں آئے بلکہ خدا
کی زمین میں اس کی عظمت کے جھنڈے بلند
کرنے آئے ہیں ۔ہم تعداد میں تھوڑے ہیں لیکن
مسلمانوں کی قوت کا راز ان کی تعداد میں نہیں، ان
کے خلوص اور ایمان میں ہے۔''

میرے بہادر سپاہیو! ہم نے آج طارق کے
نقش قدم پر چلنے کا فیصلہ کیا ہے، کیا تم ہمارے فیصلے
کی تائید کرتے ہو؟''

سپاہیوں نے فلک شگاف نعروں سے ابوالحسن کے فیصلے کی تائید کی۔انہیں ہاتھ کے اشارے سے خاموش کرنے کے ابوالحسن نے دوبارہ تقریر شروع کی:

''تم نے لوشہ کی جنگ میں اپنے دشمنوں پر
یہ ثابت کر دیا ہے کہ آج بھی تمہاری ایک تلوار دشمن
کی دس تلواروں کا مقابلہ کر سکتی ہے ۔اس فتح نے
ہمارے لیے کامیابی کے دروازے کھول دیئے ہیں
۔قسطلہ اور اراغون میں ہمارے مظالم بھائیوں کی
دعائیں مستجاب ہونے کا وقت آ گیا ہے۔اس میں
شک نہیں کہ اگر ہم چند دن کے لیے غرناطہ واپس
چلے جائیں تو وہاں فتح کے جشن میں شریک ہو سکیں

گے ۔لوگ ہم پر پھولوں کی بارش کریں گے ۔لیکن
اگر ہم قرطبہ اور اشبیلیہ کا رخ کریں تو وہاں ہماری
بہنیں اور بھائی برسوں سے صرف اس امید پر
عیسائیوں کے مظالم برداشت کر رہے ہیں کہ کسی
دن غرناطہ کے مجاہد ان کی مدد کو پہنچیں گے وہاں ہمارا
استقبال پھولوں کی بجائے تشکر کے آنسوؤں کے
ساتھ کیا جائے گا۔

آج سے چند برس قبل کسے یہ امید تھی کہ
قدرت ہمیں اتنی بڑی فتح سے سرفراز کرے گی اور
اس فتح کے بعد یہ کون کہہ سکتا ہے کہ چند دن کے
بعد ہماری اذانیں قرطبہ اور اشبیلیہ کی مساجد میں
نہیں گونجیں گی اور ہمارا جھنڈا قسطلہ کے شاہی
ایوان پر نہیں لہرائے گا"۔

ابوالحسن کی تقریر ہر سپاہی کے دل میں امید اور ولولے کے نئے چراغ روشن کر رہی تھی ۔وہ تصور میں قرطبہ اور اشبیلیہ کے ایوانوں کو دیکھ رہے تھے ۔وہ قسطلہ کے ایوان شاہی پر اپنی فتح کا پرچم لہرا رہے تھے ۔وہ برسوں کے غلام مسلمانوں کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو دیکھ رہے تھے ۔وہ اپنی قوم کے مظلوم بھائیوں اور بہنوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ اب تم آزاد ہو، اب ہمیں کوئی غلام نہیں بنا سکتا ۔اندلس ہمارا ہے، ہم نادم ہیں کہ ہم اتنی دیر تمہاری حالت سے بے پروا رہے۔

لیکن ابوالحسن بولتے بولتے رک گیا ۔اس کی توجہ تھوڑی دیر کے لیے ایک سوار

نے اپنی طرف مبذول کر لی جو پوری رفتار سے گھوڑا بھگاتا ہوا آ رہا تھا۔سوار گھوڑے سے اترا اور کسی سے بات کئے بغیر لوگوں کو ادھر اُدھر ہٹاتا ہوا آگے بڑھا۔ایک سپاہی نے اسے بازو سے پکڑ کر روکنے کی کوشش کی لیکن اس نے جھٹکا دے کر اپنا بازو چھڑا لیا اور بدستور آگے بڑھتا گیا۔جب لوگوں کو یہ احساس ہوا کہ وہ ابوالحسن کے پاس جانا چاہتا ہے تو وہ ادھر اُدھر ہٹ کر اسے راستہ دینے لگے۔ابوالحسن کے دل کی دھڑکنیں یہ گواہی دے رہی تھیں کہ یہ سوار کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا۔تاہم اس نے ہاتھ کے اشارے سے نووارد کو روکا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے دوبارہ تقریر شروع کی۔

الزغل جو ابوالحسن کے پاس کھڑا تھا نووارد کی طرف بڑھا اور اس کے قریب پہنچ کر بولا ”تم غرناطہ سے آئے ہو“۔

نووارد نے جواب دیا ”ہاں میں ایک بہت ضروری خبر لے کر آیا ہوں“۔

”تمہیں موسیٰ نے بھیجا ہے؟“

”نہیں، میں خود آیا ہوں“۔

”اگر تم موسیٰ کی طرف سے نہیں آئے تو تمہاری خبر اہم نہیں ہو سکتی اور تمہیں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے تھا کہ اس اجتماع کے سامنے سلطان غرناطہ تقریر فرما رہے ہیں۔“

”لیکن جن حالات میں میں یہاں پہنچا ہوں ان سے واقف ہونے کے بعد آپ میری اس جسارت کو قابل معافی سمجھیں گے“۔

الزغل نے کہا۔”کہو کیا کہتے ہو؟“

نووارد نے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد کہا ”یہاں نہیں“۔